شرح مثنوی پس چہ باید کرد مع مسافر

شرح
ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

MAAB 1431
maablib.org

شرحِ مثنوی پس چہ باید کرد مع مسافر

(برائے طلبہ)

شرح
ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

891.51 Yazdani, Dr. Khawaja Hameed
Sharh Masnavi Pas Che Baid Kard Ma Musafir/ Dr. Khawaja Hameed Yazdani.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2004.
200pp.
1. Iqbal Studies. 2. Persian Poetry.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز / مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

2004

نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1598-6

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور

پیش گفتار

۱۹۳۶ء میں مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' اور مثنوی ''مسافر'' اکٹھی شائع ہوئیں۔ اس سے پہلے مثنوی ''مسافر'' آرٹ پیپر پر الگ شائع ہوئی تھی۔ ''علامہ کے آخری عمر کے پختہ افکار اور گہری بصیرت سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے مثنوی پس چہ باید کرد......کو خاص اہمیت حاصل ہے۔'' ''روزگارِ فقیر'' کے مؤلف کے مطابق ایک موقع پر یوسف سلیم چشتی نے علامہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی ساری شاعری جسم ہے اور مثنوی پس چہ باید کرد......اس کا دل ہے۔ چشتی کا کہنا ہے کہ میری اس بات پر علامہ اس انداز سے مسکرائے جیسے کسی نے دل کی بات کہہ دی ہو۔ محترم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب احسن کے بقول ''جوں جوں زمانہ گزرتا گیا علامہ کے کلام میں دینی اور قرآنی حقائق کے اظہار کا رجحان بڑھتا گیا......پس چہ باید کرد میں ملی جہت کا تعین بہت روشن ہے۔'' (اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ ص ۱۱۴۳)۔ اس مثنوی کا پس منظر یہ ہے کہ جس زمانے میں علامہ اپنے علاج کے لیے بھوپال تشریف لے گئے تھے' وہاں ایک رات انہوں نے سر سید احمد خاں کو خواب میں دیکھا۔ یعنی خواب میں ان سے ملاقات ہوئی۔ سید نے ان سے کہا کہ اپنی علالت کا ذکر حضور رسالت مآب صلعم سے کیوں نہیں کرتے۔ جب علامہ کی آنکھ کھلی تو یہ شعر ورد زبان تھا:

با پرستاران شب دارم ستیز
باز روغن در چراغ من بریز

پھر چند اشعار حضور اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ اس کے بعد علامہ برصغیر اور خارجی ممالک کے سیاسی اور اجتماعی حالات پر اپنے تاثرات کا اظہار اشعار کی صورت میں کرتے رہے اور بالآخر یہ اشعار ایک مستقل مثنوی ''پس چہ باید کرد......'' کی صورت اختیار کر گئے۔ (بحوالہ ''اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ' ص ۱۷۶)

مثنوی مسافر کا پس منظر یہ ہے کہ افغانستان کا بادشاہ نادر شاہ مذہبی اور تعلیمی امور میں برصغیر کے ممتاز فضلا اور ماہرین تعلیم کا مشورہ چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے علامہ اقبال' سید سلیمان ندوی اور

سر راس مسعود کو کابل آنے کی دعوت دی چنانچہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء تک علامہ افغانستان میں رہے۔ یہ مثنوی اسی قیام کے دوران کی یادگار ہے۔

راقم نے ان مثنویوں کی فرہنگ، ترجمہ اور تشریح کا کام پورے غور و فکر اور پوری توجہ سے کیا ہے۔ عبارت میں سادگی رکھی ہے اور فلسفیانہ پیچیدگیوں سے بچنے کی کوشش کی ہے تاکہ طلبہ کے علاوہ عام قاری بھی علامہ کے افکار کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں۔ بعض قرآنی اور دوسری تلمیحات کی وضاحت اور اہم الفاظ کے معنی فرہنگ میں دے دیے ہیں۔ ایسی تلمیحات یا ضرب الامثال و محاورات کو تشریح میں اسی طرح رکھا ہے تاکہ عبارت کی تکرار سے طوالت نہ بڑھ جائے۔ اگر تشریح کے دوران راقم کو خود علامہ کے یا دوسرے شعرا کے ہم مضمون اشعار یاد آ گئے ہیں تو وہ متعلقہ اشعار کی تشریح میں لکھ دیے ہیں تاکہ اس سے جہاں تشریح میں مزید وضاحت ہو وہاں قاری کی دلچسپی کا بھی سامان ہو۔ تشریح میں اشعار، مثنوی کے مسلسل نمبروں کی بجائے ہر عنوان کے تحت دیے گئے اشعار کے الگ الگ نمبر دیے گئے ہیں۔

آخر میں راقم نیاز احمد صاحب کا ممنون ہے کہ ان کے مخلصانہ ایما پر مجھے یہ کام کرنے کا موقع ملا۔

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

لاہور ۲۶ فروری ۲۰۰۴ء

maablib.org

شرح مثنوی پس چہ باید کرد

(تو اب کیا کرنا چاہیے)

بخوانندۂ کتاب

(کتاب کے قاری سے خطاب)

۱- سپاہِ تازہ بر انگیزم از ولایت عشق — کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

۲- زمانہ ہیچ نداند حقیقت او را — جنوں قباست کہ موزوں بقامتِ خرد است

۳- بآں مقام رسیدم چو در برش کردم — طوافِ بام و درمن سعادتِ خرد است

۴- گماں مبر کہ خرد را حساب و میزاں نیست — نگاہِ بندۂ مومن قیامتِ خرد است

۱- میں (علامہ) عشق کی مملکت سے ایک نیا لشکر حرکت میں لا رہا ہوں، اس لیے کہ حرم میں عقل کی بغاوت کا خطرہ ہے۔ علامہ نے اپنے بیشتر اشعار میں عشق اور عقل کا موازنہ کر کے عقل پر عشق کی برتری ثابت کی ہے۔ عشق کی بنا پر انسان میں ایسے جذبے اور ولولے پیدا ہوتے ہیں جن کی بدولت وہ عظیم کارنامے انجام دیتا ہے، جبکہ عقل دلیلوں ہی میں کھوئی رہتی ہے اور کوئی معمولی کارنامہ بھی انجام نہیں دیتی۔ ان اشعار میں علامہ نے یہی بات مختلف استعاروں میں کی ہے۔ مطلب یہ کہ ملت اسلامیہ عشق و جذبہ سے محروم ہو چکی اور یوں ذلت و خواری کا شکار ہو رہی ہے۔ میں (علامہ) اس میں جذبہ ہائے عشق پیدا کرنے کی کوشش کرنے میں لگا ہوں۔ عقل کی بغاوت سے مراد ہے کہ ملت اسی پر بھروسا کر رہی ہے۔

۲- زمانہ جنون و عشق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہے حالانکہ جنون ایک ایسا لباس ہے جو عقل ہی کے جسم کے لیے موزوں ہے۔ یعنی صاحب خرد ہی خود میں فہم و بصیرت پیدا کر کے جذبہ ہائے عشق سے سرشار ہو جاتا اور یوں نت نئے عظیم کارنامے انجام دینے لگتا ہے جو نہ صرف اس کی بقا کا سامان بنتے ہیں بلکہ ملت کو بھی ان سے تقویت ملتی ہے۔

۳۔ جب میں نے وہ لباس پہنا، یعنی عشق وجنوں سے سرشار ہوا تو میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں عقل کے لیے میرے بام و در کا طواف کرنا خوش بختی کی علامت بن گیا۔ گویا جب علامہ میں عشق حق اور عشق ملت پیدا ہوا تو ان کے نزدیک عقل کی کوئی اہمیت نہ رہی۔

۴۔ یہ مت خیال کر کہ عقل کے لیے کوئی حساب کتاب/ پوچھ گچھ نہیں ہے، عقل کے لیے تو بندۂ مومن یا مرد کامل کی نگاہ ہی قیامت ہے۔ بندۂ مومن عشق سے سرشار ہونے کے باعث جہد مسلسل اور عمل پیہم میں مصروف رہ کر اپنی بقا کا سامان کر لیتا ہے جبکہ عقل کو فنا ہے اس لیے وہ بندۂ مومن کے ان کارناموں سے گویا خوف زدہ رہتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے)

تمہید

۱۔ پیر رومیؒ مرشد روشن ضمیر　　کاروانِ عشق و مستی را امیر
۲۔ منزلش برتر ز ماہ و آفتاب　　خیمہ را از کہکشاں سازد طناب
۳۔ نور قرآں درمیانِ سینہ اش　　جام جم شرمندہ از آئینہ اش
۴۔ از نے آں نے نوازِ پاک زاد　　باز شورے در نہادِ من فتاد
۵۔ گفت جانہا محرم اسرار شد　　خاور از خوابِ گراں بیدار شد
۶۔ جذبہ ہائے تازہ او را دادہ اند　　بند ہائے کہنہ را بکشادہ اند
۷۔ جز تو اے دانائے اسرارِ فرنگ　　کس نکو ننشت در نارِ فرنگ
۸۔ باش مانند خلیلؑ اللہ مست　　ہر کہن بت خانہ را باید شکست

۱۔ پیر رومیؒ ایک روشن ضمیر مرشد ہیں جو عشق و مستی کے قافلہ سالار ہیں۔ مولانا کو علامہ نے اپنا غائبانہ مرشد بنایا ہوا ہے، اسی لیے یہاں لفظ مرشد استعمال کیا۔ رومیؒ عشق حقیقی سے بے حد سرشار تھے، اسی بنا پر انہیں عشق و مستی کا قافلہ سالار کہا ہے۔

۲۔ ان کا مقام و مرتبہ چاند اور سورج سے بھی بلند تر ہے اور اسی بلندی کا یہ عالم ہے کہ وہ

اپنا خیمہ نصب کرنے کے لیے کہکشاں سے رسی کا کام لیتے ہیں۔ مولانا کے انتہائی بلند مقام و مرتبہ کو دوسرے مصرعے میں استعارے سے واضح کیا ہے۔

۳۔ ان کا سینہ قرآنِ کریم کی روشنی سے منور ہے۔ ان کے آئینہ یعنی دل کی پاکیزگی و صفا کے آگے جام جم بھی شرمسار ہے۔ مولانا نے ایک جگہ کہا ہے:

من ز قرآں مغز ہا برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

پہلے مصرعے میں علامہ نے اسی حوالے سے بات کی ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو فرہنگ)

۴۔ اس پاک فطرت نے نواز کی نے (بانسری) نے ایک مرتبہ پھر میرے دل میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ نے سے مراد مولانا کی شاعری بالخصوص مثنوی معنوی ہے۔ انہیں نے نواز مثنوی کے پہلے شعر کے حوالے سے کہا ہے:

بشنو از نے چوں حکایت می کند
از جدائی ہا شکایت می کند

مولانا کی مثنوی نے علامہ کے دل میں عشق صادق کا جو جوش و جذبہ پیدا کیا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ مولانا رومؒ نے فرمایا کہ: روحیں اسرار یا حقیقتوں سے پوری طرح باخبر ہو گئی ہیں۔ مشرق گہری نیند/ خوابِ خرگوش سے بیدار ہو گیا ہے۔ مغرب/ یورپ نے ملت اسلامیہ (اسلامی ممالک) کو اپنا غلام بنا رکھا تھا' جس کے خلاف مسلمانوں نے آہستہ آہستہ آواز اٹھانا شروع کی۔ چنانچہ ترکی نے خود کو آزاد کر لیا۔ علامہ نے رومیؒ کے حوالے سے یہ کچھ کہنا چاہا ہے۔

۶۔ قدرت کی طرف سے اسے یعنی مشرق کو نئے ولولے عطا ہوئے ہیں اور اس کی پرانی غلامی کی بیڑیاں کھول دی گئی ہیں۔ یعنی مسلم ممالک بیدار ہو کر مغرب کی غلامی سے آزاد ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

۷۔ تو (علامہ) کہ اہل یورپ کے احوال سے پوری طرح آگاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی اور آتش افرنگ میں نہیں بیٹھا۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دور کی بہت بڑی باطل قوت (نمرود) سے ٹکر لی' جس کے نتیجے میں انہیں آگ میں بٹھا دیا گیا۔ یہ آگ بحکم خداوندی گلزار بن گئی' چونکہ علامہ نے یورپ میں رہ کر اس قوم کا پوری طرح

جائزہ لیا تھا' اس لیے وطن واپس پہنچ کر اس جابر قوم کے خلاف آواز اٹھا کر قوم کو بیدار کیا۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

۸- تو (علامہ) حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی طرح مست رہ' جو بھی پرانا بت خانہ نظر آتا ہے' اسے گرادینا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ میں رکھے ہوئے تمام بت توڑ ڈالے تھے۔ اس حوالے سے یہ کہا کہ جتنی باطل قوتیں ہیں' ان سے ٹکر لے کر ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ تیرے پیغام سے قوم بیدار ہو کر یہ کام انجام دے سکے گی۔

۹- امتاں را زندگی جذبِ دروں — کم نظر ایں جذب را گوید جنوں
۱۰- ہیچ قومے زیرِ چرخِ لاجورد — بے جنونِ ذو فنون کارے نہ کرد
۱۱- مومن از عزم و توکل قاہر است — گر ندارد ایں دو جوہر' کافر است
۱۲- خیر را او باز می داند ز شر — از نگاہش عالمے زیر و زبر
۱۳- کوہسار از ضربت او ریز ریز — در گریبانش ہزاراں رستخیز
۱۴- تا ے از مے خانہ من خوردہ ای — کہنگی را از تماشا بردہ ای
۱۵- در چمن زی مثل بو مستور و فاش — درمیانِ رنگ پاک از رنگ باش
۱۶- عصر تو از رمز جاں آگاہ نیست — دین او جز حب غیر اللہ نیست

۹- قوموں کے لیے جذبِ دروں یعنی جذبہ عشق ہی سے زندگی کا سامان ہوتا ہے' عقل سے عاری انسان اس جذب کو پاگل پن کا نام دیتا ہے۔ جیسا کہ اگلے شعر میں ہے' اسی جذبہ کے طفیل قومیں عظمت و بقا حاصل کرتی ہیں' اس جذبے کو سمجھنا بصیرت یا عقل سے عاری انسان کے بس کا روگ نہیں۔

۱۰- نیلے آسمان کے نیچے اس دنیا میں کوئی بھی قوم اس خوبیوں سے مالا مال جنون و عشق کے بغیر ایک بھی کارنامہ اور معرکہ انجام نہیں دے سکی۔ اعلیٰ اور عظیم مقاصد کے حصول کے لیے جذبہ' عشق بنیادی چیز ہے' یعنی وہی قوم دنیا میں عظیم بن سکتی ہے جو اس جذبے کے ساتھ جہد مسلسل اور عمل پیہم سے کام لے۔

۱۱- مومن سعی پیہم اور توکل علی اللہ ہی سے صاحب قوت و جبروت بنتا ہے۔ اگر وہ ان دونوں جوہروں سے عاری ہے تو وہ مومن نہیں کافر ہے۔ مطلب یہ کہ پہلے جہد و عمل سے کام لینا پھر اللہ پر توکل کرنا: یہی ایک سچے مسلمان کی نشانی ہے۔ جو مسلمان عمل سے بیگانہ اور محض اللہ پر بھروسا کیے ہوئے ہے' اسے مسلمان کہنا اس لفظ کی توہین

ہے۔ مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ بیان کر کے اس مصرعے میں حدیث رسولؐ اکرم بیان کی ہے:

بر توکل زانوے اشتر ببند

(اللہ کے توکل پر اونٹ کو کھلا چھوڑنا ٹھیک نہیں' پہلے اسے باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔)

ایک پنجابی صوفی شاعر کے بقول:

مالی دا کم پانی پانا بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پُھل لانڑا لاوے یا نہ لاوے

۱۲- مومن خیر اور شر میں امتیاز کرنا جانتا ہے۔ اس کی ایک نگاہ سے دنیا تہ و بالا ہو جاتی ہے۔ یعنی مردِ مومن اپنے جذبۂ عشق اور عمل پیہم سے دنیا میں عظیم انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زندگی کے اصل مقصد سے باخبر ہونے کے باعث مادی اغراض کے حصول کی بجائے اپنی بقا کا سامان کرتا ہے۔

۱۳- پہاڑ اس (مومن) کی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے گریبان میں ہزاروں ہنگامے برپا رہتے ہیں۔ وہ باطل قوتوں سے ٹکرا کر انہیں پاش پاش کر دیتا ہے اور اس کا دل جوش و جذبہ اور ولولوں سے پر رہتا ہے' جس کی بنا پر وہ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتا رہتا ہے۔

۱۴' ۱۵- چونکہ تو (علامہ) نے میرے (رومیؒ) مے خانے سے شراب پی اور قدامت کو نظروں سے ہٹا دیا ہے' اس لیے تو چمن میں خوشبو کی مانند زندگی بسر کر کہ تو پوشیدہ بھی رہے اور تیرے وجود کا اظہار بھی ہوتا رہے' اسی طرح رنگوں میں رہتے ہوئے بھی خود کو رنگ سے پاک رکھ۔ علامہ چونکہ رومیؒ کی مثنوی سے بے حد متاثر تھے' اسی لیے انہیں اپنا غائبانہ مرشد مانا تھا۔ پہلے مصرعے ''میرے شراب خانہ......'' سے یہی مراد ہے۔ علامہ نے پرانے شاعرانہ افکار (زلف و رخسار وغیرہ سے متعلق شاعری) سے اپنی پیغام کی حامل شاعری میں کوئی استفادہ نہیں کیا۔ دوسرے شعر کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کی مادی اغراض سے بچ اور ایک اعلیٰ مقصد (قوم کی بیداری اور اس میں جذبۂ عمل وسیعی پیدا کرنا) کے لیے اپنی زندگی وقف کر دے۔

۱۶- یہ دور' جس میں تو (علامہ) زندگی بسر کر رہا ہے' روح کی رمز سے بے خبر ہے۔ اس کا

دین تو محض ماسوا اللہ کی محبت ہے۔ آج کا انسان مذکورہ جذبوں اور ولولوں سے عاری ہے' اس کی ساری بھاگ دوڑ مادی اغراض کے حصول کے لیے ہے' عشق حقیقی سے وہ بالکل بے خبر ہے۔

۱۷۔ فلسفی ایں رمز کم فہمیدہ است | فکر او بر آب و گل پیچیدہ است
۱۸۔ دیدہ از قندیل دل روشن نکرد | پس ندید الا کبود و سرخ و زرد
۱۹۔ اے خوش آں مردے کہ دل با کس نداد | بند غیر اللہ را از پا کشاد
۲۰۔ سرِ شیری را نہ فہمد گاو و میش | جز بہ شیراں کم بگو اسرارِ خویش
۲۱۔ با حریف سفلہ نتواں خورد مے | گرچہ باشد پادشاہِ روم و رے
۲۲۔ یوسف ما را اگر گرگے برد | بہ کہ مردِ ناکسے او را خرد
۲۳۔ اہل دنیا بے تخیل بے قیاس | بوریا بافانِ اطلس ناشناس
۲۴۔ اعجمی مردے چہ خوش شعرے سرود | سوزد از تاثیر او جاں در وجود
۲۵۔ "نالۂ عاشق بگوشِ مردم دنیا | بانگ مسلمانی و دیارِ فرنگ است

۱۷۔ فلسفی اس حقیقت روح کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا' اس لیے کہ اس کی ساری توجہ تو مادیات پر مرکوز ہے۔ اس کا سارا غور وفکر اور استدلال تو دنیاوی معاملات سے متعلق ہے' پھر وہ بھلا عشق و مستی کے جذبوں کو کیا سمجھے گا۔

۱۸۔ اس فلسفی نے خود یا اپنے دل کو نورِ بصیرت سے منور نہ کیا۔ اس نے تو کائنات کے اندر جھانکنے کی بجائے اس کے ظاہر یعنی نیلے' پیلے اور سرخ ہی کو پیش نظر رکھا۔ اگر وہ کائنات کی تخلیق پر غور کرتا تو اس کی تمام تر توجہ اس محبوب حقیقی یعنی خالق کائنات کی طرف ہوتی اور یوں وہ عشق سے سرشار ہو جاتا' لیکن وہ تو مادیات ہی میں الجھا رہا۔

۱۹۔ وہ انسان بڑا ہی مبارک اور خوش بخت ہے جس نے کسی چیز سے دل نہ لگایا اور اپنے پاؤں سے غیر اللہ کی زنجیر کھول ڈالی۔ عاشق صادق کی تمام تر توجہ محبوبِ حقیقی کی طرف ہوتی ہے' وہ مادیات میں نہیں کھویا رہتا۔

۲۰۔ شیر کے بھید بھیڑ بکری کا جانے' اس لیے تو شیروں کے سوا اور کسی پر اپنے احوال ظاہر نہ کر۔ شیر یعنی عاشق صادق جو غیر اللہ کی محبت سے پاک/دور ہے۔ یعنی اپنے جذبہ ہائے عشق کی کیفیت صرف مردانِ مومن سے بیان کر' یہ فلسفی اور ماسوا اللہ کے غلام اس کیفیت کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

۲۱- کسی فرومایہ یا پست فطرت ہم محفل کے ساتھ بیٹھ کر شراب نہیں پی جا سکتی' اگر چہ وہ روم ورے کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ پچھلے شعر والی بات نئے استعارے میں کہی ہے۔

۲۲- اگر ہمارے یوسفؑ کو کوئی بھیڑیا اٹھا لے جائے تو وہ کہیں بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کوئی گھٹیا آدمی اسے/ انہیں خرید لے۔ (فرہنگ دیکھیے) چونکہ ہم عاشقان صادق کے جذبات وافکار کو سمجھنا کسی فلسفی وغیرہ کے بس کی بات نہیں' اس لیے ان کا تلف ہو جانا بہتر ہے' بجائے اس کے کہ ہم انہیں کم فہم یا مادیات کے غلاموں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

۲۳- دنیا کے غلام تو فکر سے عاری اور قیاس سے خالی ہیں۔ وہ تو ٹاٹ بُننے والے ہیں' انہیں اطلس کی پہچان کہاں (پہچان نہیں ہے)۔ شعر ۲۲ والی بات۔

۲۴- ایک ایرانی شاعر نے کیا عمدہ شعر کہا ہے کہ اس کی تاثیر سے جسم میں روح تڑپ اٹھی ہے۔ (وہ شعر نمبر ۲۷ ہے۔)

۲۵- دنیا والوں یعنی مادیات میں کھوئے ہوئے لوگوں کے کانوں میں ایک عاشق کی نالہ و زاری ایسی ہی ہے جیسے دیارِ فرنگ میں کوئی مسلمان اذان دے دے۔ یعنی یہ لوگ کہاں اس نالہ وزاری کی حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں' ان کے سامنے اس کا اظہار بے فائدہ ہے۔ یہ بات دوسرے مصرعے میں استعارے میں کہی۔ بھلا فرنگیوں کو اذان کی کیا خبر کہ یہ کیا اور اس کی اہمیت کیا ہے۔

۲۶- معنیِ دین و سیاست بازگوی ... اہلِ حق را زیں دو حکمت باز گوی
۲۷- "غم خور و نانِ غم افزایاں مخور ... زاں کہ عاقل غم خورد کودک شکر"
۲۸- خرقہ خود بار است بر دوشِ فقیر ... چوں صبا جز بوے گل ساماں مگیر
۲۹- قلزمی؟ با دشت و در پیہم ستیز ... شبنمی؟ خود را بہ گلبرگے بریز
۳۰- سرِ حق بر مردِ حق پوشیدہ نیست ... روحِ مومن ہیچ می دانی کہ چیست؟
۳۱- قطرۂ شبنم کہ از ذوقِ نمود ... عقدۂ خود را بدست خود کشود
۳۲- از خودی اندر ضمیر خود نشست ... رخت خویش از خلوت افلاک بست
۳۳- رخ سوے دریاے بے پایاں نکرد ... خویشتن را در صدف پنہاں نکرد
۳۴- اندر آغوشِ سحریک دم تپید ... تا بکامِ غنچۂ نورس چکید

۲۶- تو (اقبال) دین اور سیاست کی ذرا پھر سے وضاحت کردے۔ ان دو حکمتوں سے

متعلق ان کی حقیقت اہل حق کو دوبارہ بتا دے۔ یعنی ان دونوں (دین و سیاست) کو لوگ اپنے اپنے مفاد کے مطابق معنی دے رہے ہیں، تو اہل حق کو ان کی صحیح وضاحت سے آگاہ کر۔

۲۷۔ تو غم کھا لینا لیکن کسی ایسے شخص کی روٹی نہ کھانا جو غم میں اضافہ کرتا ہو' اس لیے کہ صاحب عقل و دانش تو غم کھاتا ہے' جبکہ شکر بچے کی خوراک ہے۔ یہ شعر مثنوی رومی کا ہے۔ مطلب یہ کہ راست گو انسان کو کئی قسم سے تکلیفوں سے گزرنا پڑتا ہے' لہٰذا تو اس ضمن میں کسی راحت و سکون کی خواہش نہ رکھ۔

۲۸۔ فقیر یا اللہ مست انسان کے لیے تو اس کی گدڑی بھی بوجھ ہے تو بادِ صبا کی طرح پھولوں کی خوشبو کے سوا اور کوئی سامان نہ لے۔ یعنی اللہ والے تو گدڑی کو بھی دنیاوی سامان سمجھتے ہوئے اسے ایک طرح سے بوجھ قرار دیتے ہیں۔ تیری زندگی صبا کی طرح ہو کہ وہ چمن سے جدا بھی نہیں ہوتی اور اس میں ملوث بھی نہیں ہوتی، یعنی اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی خود کو اس کی مادی آلودگیوں سے پاک رکھ۔

۲۹۔ کیا تو سمندر ہے؟ اگر ایسا ہے تو دشت و در سے مسلسل الجھتا رہ۔ سمندر ہر طرح کی رکاوٹوں سے ٹکراتا ہوا گزرتا چلا جاتا ہے۔ تو بھی ہر طرح کی مادی رکاوٹوں اور باطل قوتوں سے ٹکراتے ہوئے جہد و عمل سے کام لے اور یوں اپنی بقا کا سامان کر لے۔ کیا تو شبنم ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر خود کو کسی پھول کی پتی پر گرا۔ یعنی اگر تجھ میں قوت نہیں ہے تو پھر خدا کے بندوں کی خدمت میں مصروف ہو جا کہ خدا کو یہ عمل بھی پسند ہے۔

۳۰'۳۱۔ حق کا راز مردِ حق سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ مومن کی روح کیا چیز ہے؟ یعنی مومن کی حقیقت کیا ہے؟ (وہ کچھ یوں ہے کہ) شبنم کے قطرے نے اپنی ذات کے اظہار کی خاطر اپنی گتھی اپنے ہی ہاتھوں سے سلجھائی۔ گویا اس نے کسی کا احسان اٹھانے کی بجائے خود ہی آسمان سے نیچے گرنے یا اترنے کا سامان کیا۔ مومن بھی کسی کا احسان اٹھائے بغیر اپنی گتھیاں آپ' جہد و عمل سے' سلجھاتا ہے۔

۳۲۔ وہ (قطرۂ شبنم) خودی کی بنا پر اپنے ضمیر میں بیٹھ یعنی ڈوب گیا اور اس نے آسمانوں کی خلوت سے اپنا بستر سمیٹا اور نیچے اتر آیا۔

۳۳۔ اس قطرے نے وسیع اور بیکراں سمندر کا رخ نہ کیا اور نہ خود کو سیپی ہی میں چھپایا۔

۳۴۔ وہ (قطرہ) ایک لمحے کے لیے صبح کی آغوش میں تڑپا' پھر تازہ کھلے پھول میں ٹپکا۔ یہ ساری علامتیں اپنی خودی کو برقرار رکھنے کی ہیں۔ علامہ نے شبنم کے قطرے کی ان مثالوں سے مردِ مومن کی حقیقت واضح کی ہے۔ وہ بھی اپنی خودی سے آگاہ ہے اور یوں اپنی مخفی قوتوں اور صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے وہ اپنی بقا کا سامان کرتا اور دوسروں کے احسان سے بچا رہتا ہے۔

خطاب بہ مہر عالمتاب

(دنیا کو روشن کرنے والے سورج سے خطاب)

۱۔ اے امیر خاور اے مہر منیر — می کنی ہر ذرّہ را روشن ضمیر
۲۔ از تو ایں سوز و سرور اندر وجود — از تو ہر پوشیدہ را ذوقِ نمود
۳۔ می رود روشن تر از دست کلیم — زورقِ زرّین تو در جوے سیم
۴۔ پرتو تو ماہ را مہتاب داد — لعل را اندر دلِ سنگ آب داد
۵۔ لالہ را سوزِ دروں از فیض تست — در رگِ او موج خوں از فیض تست
۶۔ نرگساں صد پردہ را بر می درد — تا نصیبے از شعاعِ تو برد
۷۔ خوش بیا' صبح مراد آوردہ ای — ہر شجر را نخل سینا کردہ ای
۸۔ تو فروغِ صبح و من پایانِ روز — در ضمیر من چراغے بر فروز
۹۔ تیرہ خاکم را سراپا نور کن — در تجلّی ہائے خود مستور کن

۱۔ (اس حصے میں علامہ نے' اس حوالے سے کہ سورج مشرق سے طلوع اور مغرب میں غروب ہوتا ہے' یہ کہنا چاہا ہے کہ حقیقی حکمت و دانش سے اہل مشرق بہرہ ور ہیں۔ مشرق ایسے علوم وفنون کا سرچشمہ ہے جس سے عالم انسانیت روشن ہے جبکہ مغربی علوم وفنون تاریکی لیے ہوئے ہیں)۔ اے مشرق کے سالار یا بادشاہ' اے روشن سورج تو ہر ذرّے کے باطن تک کو روشن کرنے والا ہے۔

۲۔ اس کائنات میں جو سوز و سرور ہے' وہ تیرے ہی دم سے ہے اور تجھی سے ہر پوشیدہ شے میں اپنے اظہار کا ذوق ہے۔ سورج طلوع ہونے پر روشنی پھیلنے سے ہر چیز نظر آنے لگتی ہے اور زندگی گویا بر سر عمل ہو جاتی ہے یعنی صحیح زندگی دن ہی کے وقت حرکت

پذیر ہوتی ہے۔

۳۔ تیری سنہری کشتی حضرت موسیٰؑ کے ید بیضا سے بھی کہیں زیادہ چمک کے ساتھ چاندی ایسی شفاف ندی میں رواں ہے۔ ندی یا دریا میں سورج کا عکس پڑتا ہے، جسے حضرت موسیٰؑ کے ید بیضا سے بھی زیادہ روشن کہہ کر اسے کشتی سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب اپنی آستین سے ہاتھ باہر نکالتے تو وہ روشن ہو جاتا۔ اگرچہ یہ بہت بڑا معجزہ ہے لیکن سورج کی روشنی کے مقابلے میں وہ روشنی کم تھی۔

۴۔ تیرے ہی پرتو/عکس نے چاند کو چاندنی سے نوازا اور تیری شعاعوں ہی نے پتھر کے اندر موجود لعل کو چمک اور شفافی دی ہے۔ چاند، سائنسی نقطۂ نگاہ کے مطابق، سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے، اسی طرح سورج کی شعاعوں ہی سے لعل صحیح صورت اختیار کرتا ہے۔

۵۔ تیرے ہی فیض سے لالہ کا پھول سوزِ دروں یعنی داغ سے مالا مال ہے اور تیرے ہی فیضان سے اس کی رگوں میں خون کی لہر اٹھتی ہے۔ لالہ کے اندر ایک داغ ہوتا ہے جسے سوزِ دروں کہا گیا ہے اور چونکہ اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اس لیے خون کی لہر کا استعارہ استعمال کیا۔ پھول صبح طلوع ہونے پر کھلتے ہیں، یہ گویا سورج کا فیضان ہے۔

۶۔ گل نرگس سیکڑوں پردے پھاڑ ڈالتا ہے تاکہ تیری شعاع سے کسی حد تک بہرہ ور ہو سکے۔ شعر ۵ والی بات نئے استعارے میں۔ نرگس کا پھول کھلتا ہے تو پتیاں ظاہر ہوتی ہیں، یہ گویا پردے پھاڑنا ہیں۔

۷۔ (اے سورج میں تیرا) خیر مقدم کرتا ہوں، یا تیرا طلوع ہونا باعث مسرت ہے کہ تو صبح مراد لے کر آیا ہے۔ تو نے ہر درخت کو کوہ سینا کا نخل بنا دیا ہے۔ صبح خوش بختیوں اور مسرتوں کی علامت ہے، اسی لیے ''صبح مراد'' کہا، چونکہ درختوں پر سورج کی روشنی پڑنے سے وہ چمکنے لگتے ہیں، اس لیے یہاں قرآنی تلمیح سے استفادہ کیا ہے۔

۸۔ تو صبح کی روشنی ہے جبکہ میں دن کا اختتام یعنی شام (تاریکی) ہوں۔ تو میرے دل میں کوئی چراغ روشن کر دے۔ یہی مراد ہو سکتی ہے کہ مغربی علوم وفنون یا افکار نے مجھ میں روحانی قوت پیدا کرنے کی بجائے مادیات کی تاریکی میں ڈال دیا ہے۔ میں مشرقی علوم کی طرف آؤں تاکہ اپنی روح کو جذبۂ عشق سے سرشار کرلوں۔

۹۔ میری سیاہ خاک کو پورے طور پر منور کر دے اور اپنے جلووں میں مجھے چھپا لے۔ شعر

۸ والی بات ہے۔

۱۰- تا بروز آرم شب افکارِ شرق | بر فروزم سینۂ احرارِ شرق
۱۱- از نوائے پختہ سازم خام را | گردشِ دیگر دہم ایام را
۱۲- فکر شرق آزاد گردد از فرنگ | از سرودِ من بگیرد آب و رنگ
۱۳- زندگی از گرمی ذکر است و بس | حریت از عفت فکر است و بس
۱۴- چوں شود اندیشہ قومے خراب | ناسرہ گردد بدستش سیم ناب
۱۵- میرد اندر سینہ اش قلب سلیم | در نگاہِ او کج آید مستقیم
۱۶- برکراں از حرب و ضربِ کائنات | چشم او اندر سکوں بیند حیات
۱۷- موج از دریاش کم گردد بلند | گوہر او چوں خزف نا ارجمند
۱۸- پس نخستیں بایدش تطہیر فکر | بعدازاں آساں شود تعمیر فکر

۱۰- تا کہ میں مشرق کے افکار کی رات کو دن میں بدل سکوں اور مشرق کے حریت پسندوں/آزادی پسندوں کے سینے روشن کر دوں۔ گویا یہ کہنا چاہا ہے کہ جس طرح سورج سے ہر طرف روشنی چھا جاتی ہے' اسی طرح میرے جسم میں روح اور دل دونوں روشن ہو جائیں تا کہ میں ان اقوام مشرق کو زندہ و بیدار کر سکوں۔

۱۱- میں اپنی نوا یعنی شاعری سے خام کو پختہ بنا دوں اور ایام/زمانے کو ایک نئی گردش سے آشنا کر دوں۔ یعنی خام یا سوئے ہوئے افراد میں ایک نئی روح پھونک کر ان میں جوش و جذبہ پیدا کر دوں اور ایک نیا انقلاب برپا کر دوں۔

۱۲- (اور یہ سب اس خاطر ہے کہ) مشرق یورپ کی فکر سے آزاد ہو جائے اور میرے نغمے یعنی شاعری سے اس میں آب و تاب آ جائے۔ مطلب یہ کہ میری شاعری میں جو پیغام ہے وہ مغرب سے دوری کا اور مشرق کی بیداری کا ہے۔

۱۳- زندگی صرف گرمی ذکر یا سوزِ دروں ہی سے عبارت ہے اور آزادی محض عفت فکر ہی سے ممکن ہے' یعنی حقیقی زندگی عشق سے اور صحیح/اصل آزادی' فکر کی پاکیزگی سے ہے' بصورت دیگر سب بیکار ہے۔

۱۴- جب کسی قوم کی فکر فساد اور بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے تو اس کی خالص چاندی بھی کھوٹی قرار پاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس قسم کی قوم نیک کو بد اور بد کو نیک/اچھائی سمجھنے لگتی ہے۔

۱۵۔ ایسی قوم کا قلب سلیم اس کے سینے ہی میں مر جاتا ہے اور اس کی نگاہ میں سیدھی چیز بھی ٹیڑھی ہی دکھائی دیتی ہے۔ وہی بات دوسرے استعارے میں۔

۱۶۔ ایسی قوم کائنات کے ہنگاموں اور ولولوں سے دور رہتی ہے اس کی نظروں میں سکون و راحت ہی سراسر زندگی ہے۔ یعنی عمل سے بیگانگی کے باعث وہ مخالف یا باطل قوتوں سے ٹکرا کر اپنی بقا کا سامان نہیں کرتی۔

۱۷۔ اس کے (فکر و احساس کے) دریا سے کم ہی کوئی لہر اٹھتی ہے۔ اس کا گوہر کوڑی/ ٹھیکری کی مانند بے وقعت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یعنی چونکہ وہ جہد و عمل سے دور رہتی ہے اس لیے اس کی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔

۱۸۔ لہٰذا سب سے پہلے ایسی قوم کی فکر کی تطہیر ضروری ہے۔ اس کے بعد اس کی آزادیٔ فکر کی تعمیر آسان ہو جاتی ہے۔ ایسی قوم جو اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لائق نہ رہے سب سے پہلے اس کی فکر/ سوچ بدلنا اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔

حکمت کلیمی

(حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کی حکمت)

۱۔ تا نبوت حکم حق جاری کند   پشتِ پا بر حکم سلطاں می زند
۲۔ در نگاہش قصر سلطان کہنہ دیر   غیرتِ او بر نتابد حکم غیر
۳۔ پختہ سازد صحبتش ہر خام را   تازہ غوغائے دہد ایام را
۴۔ درس او اللہ بس باقی ہوس   تا نیفتد مردِ حق در بند کس
۵۔ از نم او آتش اندر شاخ تاک   در کف خاک از دم او جان پاک
۶۔ معنی جبریل و قرآن است او   "فطرۃ اللہ" را نگہبان است او
۷۔ حکمتش برتر ز عقل ذوفنون   از ضمیرش امتے آید بروں
۸۔ حکمرانے بے نیاز از تخت و تاج   بے کلاہ و بے سپاہ و بے خراج

۱۔ نبوت جب احکام الٰہی کا اجرا کرنے لگتی ہے تو وہ شاہی احکام کو ٹھکرا دیتی ہے۔ یعنی نبوت دنیاوی حکمرانوں کی فرمان پذیری اور اطاعت کی بجائے حاکم و معبودِ مطلق کی اطاعت کی طرف لاتی ہے۔ خدائے واحد کے سوا باقی سب قوتیں باطل قوتیں ہیں

جن سے نبوت ٹکرا کر ان کا خاتمہ کرتی ہے۔

۲۔ اس (نبوت) کی نظروں میں شاہی محل ایک پرانا مندر ہے' یعنی دنیاوی جاہ وحشمت کی کوئی قدر و وقعت نہیں ہے اور اس کی غیرت کسی مخلوق کے حکم کو برداشت نہیں کرتی۔ نبیؐ صرف اللہ کے احکام کا پابند ہے۔ اس کے سواوہ ہر حکم کے بت کو پاش پاش کرنے کے لیے آتا ہے۔ غیر اللہ کی حکومت کو اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی۔

۳۔ اس کا قرب ہر خام کو پختہ بنا دیتا ہے۔ وہ زمانے کو نئے جوش اور ولولے عطا کرتی ہے۔ اس (نبوت) کی بدولت زمانے میں انقلاب برپا ہوتے ہیں۔

۴۔ اس (نبوت یا نبیؐ) کا پیغام صرف اللہ ہی کی ذات سے متعلق ہوتا ہے۔ باقی اس کے نزدیک محض ہوس ہے اور یہ درس و پیغام اس لیے ہے کہ مردحق کسی غیر اللہ کا محکوم نہ ہو جائے۔ یعنی مردحق صرف اللہ ہی کو اپنا مقصود و محبوب بنائے اور اس مقصد سے ہٹانے والے ہر بندھن کو توڑ ڈالے۔

۵۔ اس (نبوت/ نبیؐ) کی نمی سے تاک کی شاخ میں آگ بھر جاتی ہے اور اس کے دم سے خاک کی مُٹھی (انسانی جسم) میں پاکیزہ جان پیدا ہو جاتی ہے۔ آگ سے مراد شراب ہے۔ مطلب یہ کہ نبیؐ کی تعلیمات سے انسان ان خصوصیات کے حامل ہو جاتے ہیں جو خالق حقیقی کا منشا ہو۔

۶۔ وہ (نبوت) جبرئیل اور قرآن کی تفسیر ہے اور ''فطرۃ اللہ'' کی محافظ ہے۔ جبریل اور قرآن کے حوالے سے یہاں حضور اکرمؐ کی طرف اشارہ ہے۔ گویا نبیؐ اللہ کے وجود اور فرشتوں کے اس کے کارکن ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ ''فطرۃ اللہ'' سے مراد اللہ کی عطا کردہ اہلیت و قابلیت ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ روم' آیہ۲۹: ''سوتم یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو' اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو' جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے......''

۷۔ اس کی حکمت عقل ذوفنون سے کہیں افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کے ضمیر سے ایک نئی ملت جنم لیتی ہے۔ یعنی انسانی عقل میں کتنے ہی ہنر کیوں نہ ہوں' پھر بھی اس سے غلطی کا امکان ہے' وہ ٹھوکر کھا سکتی ہے لیکن اللہ کی وحی سے کوئی غلطی ممکن نہیں ہے' اس لیے اسے عقل پر ترجیح دینی چاہیے۔ علامہ نے عقل کے بارے میں اردو میں بھی بہت کچھ کہا ہے۔ مثلاً

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے — عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ واعظ نہ حکیم
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق — عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

۸- نبوت ایک ایسی حکمران ہے جو تخت اور تاج سے بے نیاز ہے' وہ شاہی کلاہ' لشکر و سپاہ اور خراج کے بغیر ہی حکمرانی کرتی ہے۔ گویا نبیؑ فقر کے بوریے پر بیٹھا انسانوں کے دل و دماغ پر حکمرانی کرتا ہے۔

۹- از نگاہش فرودیں خیزد ز دے — دردِ ہر خم تلخ تر گردد ز مے
۱۰- اندر آہِ صبح گاہِ او حیات — تازہ از صبح نمودش کائنات
۱۱- بحر و بر از زورِ طوفانش خراب — درنگاہِ او پیام انقلاب
۱۲- درسِ "لاخوف علیہم" می دہد — تا دلے در سینۂ آدم نہد
۱۳- عزم و تسلیم و رضا آموزدش — درجہاں مثل چراغ افروزدش
۱۴- می نمی دانم چہ افسوں می کند — روح را در تن دگر گوں می کند
۱۵- صحبت او ہر خزف را دُر کند — حکمت او ہر تہی را پُر کند
۱۶- بندۂ درماندہ را گوید کہ خیز — ہر کہن معبود را کن ریز ریز

۹- اس (نبوت/ نبیؑ) کی نگاہ خزاں کو موسم بہار میں بدل دیتی ہے اور ہر صراحی کی تلچھٹ' شراب سے بھی زیادہ تلخ ہو جاتی ہے۔ نبیؑ کی نگاہوں میں بے حد تاثیر ہوتی ہے جس کے باعث انسانی زندگی مایوسیوں سے محفوظ ہو کر خوشگوار بن جاتی ہے۔ بد اس تاثیر سے نیک اور غلام آقا بن جاتے ہیں۔ نبی ہر کمی پورا کر دیتے ہیں اور ناقص کو مکمل' خام کو پختہ بنا دیتے ہیں۔

۱۰- اس کی صبح کے وقت کی آہوں میں زندگی ہے (وہ حقیقی زندگی کی غماز ہیں)۔ اس کے ظہور کی صبح سے کائنات کو نئی زندگی میسر آتی ہے۔ گویا نبی کی زندگی اور پیغام و تعلیمات سے ایک نئی دنیا وجود میں آتی ہے۔

۱۱- اس کے طوفان کے زور سے بحر و بر زیر و زبر ہو کے رہ جاتے ہیں۔ اس کی نگاہ انقلاب آفریں ہے۔ یعنی دنیا میں پہلے سے موجود باطل نظریات اور باطل قوتوں کو وہ اپنے پیغام اور تعلیمات سے ختم کر کے رکھ دیتا ہے اور نئے انقلاب کی طرف انسانوں کو لاتا ہے۔

۱۲- نبوت "لاخوف علیہم" کا درس دیتی ہے' پھر وہ انسان کے سینے میں دل رکھتی ہے۔

سورۂ یونس، آیہ ۶۲-۶۳ میں ارشاد ہوتا ہے: "یادرکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشناک (واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اللہ (کے دوست) ہیں جو ایمان لائے اور گناہوں سے بچتے ہیں۔" یعنی اللہ سے وابستگی کی بنا پر انسان ہر طرح کے خوف اور حزن وملال سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۱۳- وہ انسان کو عزم وارادہ اور تسلیم ورضا کا درس دیتی ہے اور ان اوصاف کی بدولت اسے دنیا میں چراغ کی طرح روشن کرتی ہے۔ نبی کی تعلیمات سے انسان میں قوی ارادے پیدا ہوتے ہیں اور احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے سے وہ خود بھی روشن ہو جاتا یا اس کا اپنا دل بھی منور ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔

۱۴- میں نہیں جانتا کہ وہ (نبوت) کیا سحر پھونکتی ہے کہ جسم میں روح کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ انسان میں یہ عظیم روحانی انقلاب نبیؐ کی نگاہ، محبت اور تعلیمات پر عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔

۱۵- نبی کی رفاقت وقربت ہر ٹھیکری/کوڑی کو موتی بنا دیتی ہے۔ اس کی حکمت ہر خالی کو بھر دیتی ہے۔ یہ قربت معمولی یا عام انسان کو بھی فضیلت وعظمت کے درجے پر لے جاتی ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل کی بدولت انسان حقیقی زندگی کی دولت سے سرشار ہو جاتا ہے۔

۱۶- وہ (حکمت کلیمی) عاجزوں اور بے نواؤں کو بیدار زندگی کا پیغام دیتے ہوئے کہتی ہے کہ اٹھو اور ہر پرانے معبود کا نام ونشان تک مٹا دو۔ پرانے معبود یا بتوں سے مراد غلامی کا بت، مادیت پرستی کا بت، نسل ونسب وغیرہ کا بت، غیر خدا یا ماسوا اللہ کا بت۔ یعنی انہیں ختم کر کے اللہ پر ایمان کامل لا کر اور اس سے وابستگی پیدا کر کے پورے طور پر موحد بن جاؤ اور یوں دنیا وآخرت میں اپنی سرخ روئی کا سامان کرو۔

۱۷- مردِ حق! افسونِ این دیرِ کہن — از دو حرفِ "ربی الاعلیٰ" شکن
۱۸- فقر خواہی؟ از تہی دستی منال — عافیت در حال و نے در جاہ و مال
۱۹- صدق و اخلاق و نیاز و سوز و درد — نے زر و سیم و قماشِ سرخ و زرد
۲۰- بگذر از کاؤس و کے اے زندہ مرد — طوفِ خود کن گردِ ایوانے مگرد
۲۱- از مقامِ خویش دور افتادہ ای — کرگسی کم کن کہ شاہیں زادہ ای
۲۲- مرغک اندر شاخسار بوستاں — بر مرادِ خویش بندد آشیاں

۲۳۔ تو کہ داری فکرتِ گردوں مسیر　　خویش را از مرغکے کمتر مگیر
۲۴۔ دیگر ایں نُہ آسماں تعمیر کن　　بر مرادِ خود جہاں تعمیر کن

۱۷۔ اے مردِ حق / مردِ مومن! تو اس پرانے اور فرسودہ بت کدے کے سحر کا توڑ ''ربی الاعلیٰ'' کے دولفظوں سے کر۔ پرانا بت کدہ سے مراد یہ دنیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تو سچے دل سے یہ اقرار کرلے گا کہ ''میرا رب سب سے بلند و افضل ہے'' تو اس کی بدولت تو اس کائنات کو تسخیر کرلے گا' دنیا کی ہر شے تیری تابع ہوجائے گی۔

۱۸۔ اگر تجھے فقر کی آرزو ہے تو تہی دستی (خالی ہاتھ ہونا' مفلسی) کا غم نہ کر۔ سکون و عافیت حال میں ہے۔ مال و دولت میں نہیں۔ یعنی جب انسان عملی طور پر خود کو خدا کا بندہ سمجھتا اور کلمہ طیبہ پر کامل ایمان رکھتا ہے تو اس کی جان دوسرے معبودوں یا باطل قوتوں سے چھوٹ جاتی ہے اور یوں سکون و طمانیت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

۱۹۔ اصل دولت تو صدق اور اخلاص اور نیاز اور سوز و درد ہے' مال و زر اور سرخ و زرد قماش نہیں ہے۔ زندگی کی عافیت و آسائش تو مذکورہ صفات سے میسر آتی ہے' دنیاوی نعمتوں اور آسائشوں سے نہیں۔

۲۰۔ اے زندہ مرد! (مردِ حق / مردِ مومن) تو کاؤس و کے سے گزر جا' اپنا طواف کر اور کسی شاہی محل کے گرد چکر نہ لگا' یعنی دنیاوی جاہ و جلال اور دولت سے بے نیاز ہوجا اور غیر اللہ قوتوں کے آگے جھکنے اور ان کے در کے چکر لگانے کی بجائے اپنی معرفت یا معرفت خودی سے آشنا ہو۔

۲۱۔ تو اپنے صحیح مقام سے دور گرا پڑا ہے۔ مردار خوری / گدھ پن چھوڑ کہ تو تو شاہین کی نسل سے ہے۔ گدھ زمین پر سے مردار جانوروں کا گوشت کھاتا ہے' جبکہ شاہین بلندیوں پر اڑتا اور اپنا شکار تلاش کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ شاہین کی سی زندگی بسر کر عظمت و بلندی والی' گدھ نہ بن۔

۲۲۔ ایک چھوٹا پرندہ باغ میں درخت کی شاخ پر حسب خواہش اپنا گھونسلا بناتا ہے۔ تو نے یہ منظر تو دیکھا ہوگا' پھر تو افضل مخلوقات ہوتے ہوئے کیوں دوسروں کے در پر جاتا اور ان کے تابع رہتا ہے۔ اس طرز زندگی سے بچ۔

۲۳۔ تو کہ تیری فکر آسمانوں پر پرواز کرتی ہے' خود کو اس چھوٹے پرندے سے تو کمتر نہ جان۔ یعنی اپنی زندگی اپنی مرضی و خواہش کے تابع کر۔

۲۴- تو پھر سے ان نو آسمانوں کی تعمیر کر اور اپنے حسب خواہش دنیا تعمیر کر۔ مطلب یہ کہ اپنے قوی ارادوں اور عظیم و بلند خواہشوں کے مطابق اس دنیا کو ڈھال' یہ گویا اس دنیا کی تعمیر نہ ہوگی۔

۲۵- چوں فنا اندر رضائے حق شود بندۂ مومن قضائے حق شود
۲۶- چار سوئے با فضائے نیلگوں از ضمیر پاک او آید بروں
۲۷- در رضائے حق فنا شو چوں سلف گوہر خود را بروں آر از صدف
۲۸- در ظلام این جہانِ سنگ و خشت چشم خود روشن کن از نور سرشت
۲۹- تا نہ گیری از جلال حق نصیب ہم نیابی از جمالِ حق نصیب
۳۰- ابتدائے عشق و مستی قاہری است انتہائے عشق و مستی دلبری است
۳۱- مردِ مومن از کمالاتِ وجود او وجود و غیر او ہر شے نمود
۳۲- گر بگیرد سوز و تاب از لاالٰہ جز بکام او نہ گردد مہر و مہ

۲۵- جب فنا حق کی رضا کے مطابق ہو تو بندۂ مومن حق کی مشیت بن جاتا ہے۔ یعنی جب بندۂ مومن حق کی رضا میں فنا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق اس کے کام سنوارتا ہے۔

۲۶- چاروں طرفیں نیلگوں فضا کے ساتھ اس (بندۂ مومن) کے پاک ضمیر کے اندر سے وجود پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی بندۂ مومن کی خواہش و مرضی کے مطابق اس کائنات کا انتظام و انصرام چلتا ہے اور یہ اس کی تسخیر کائنات کے باعث ہے' جو (تسخیر) خود توحید ایزدی پر ایمان کامل کا نتیجہ ہے۔

۲۷- تو بھی اپنے بزرگوں (قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں) کی طرح رضائے حق میں فنا ہو جا۔ اپنے موتی کو سیپی سے باہر لا۔ یعنی جس طرح شروع کے مسلمانوں نے اپنی رضا/مرضی کو حق کی رضا میں گم کر کے اپنی مخفی اہلیتوں اور صلاحیتوں کو پورے طور پر اجاگر کیا تو بھی اس پر عمل کر کے اپنی صلاحیتوں کو عمل میں لا۔

۲۸- اس پتھر اور اینٹوں کی دنیا یعنی مادیت کی حامل دنیا کی تاریکی میں نور سرشت سے اپنی آنکھیں روشن کر۔ یعنی تو اگر چہ خاک کا پتلا ہے لیکن تیری فطرت نوری ہے۔ تو اپنی اس فطرت کو بروئے کار لا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کو عمل میں لا۔

۲۹- جب تک تو جلالِ حق سے بہرہ ور نہ ہوگا اس وقت تک جمال حق سے بھی تجھے کچھ میسر

نہ آئے گا۔ جلال و جمال دونوں خدائی صفات ہیں اور انسان میں بھی یہ صفات ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ خدا کی ان صفات کا مظہر ہے۔ گویا پہلے تو جلالِ حق کی صفت پیدا کر جو رزم میں کام آتا ہے۔ یہ جلال پیدا ہونے کے بعد جمالِ حق بھی میسر آ جائے گا جو بزم سے متعلق ہے۔ علامہ ہی کے بقول:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(دراصل یہ شعر سورۃ المائدہ، آیہ ۵۴ کا ایک طرح سے ترجمہ ہے)

۳۰۔ عشق و مستی کا آغاز قاہری سے ہے اور جب عشق و مستی اپنی انتہا کو پہنچ جائے تو پھر دلبری کا مقام آتا ہے۔ وہی شعر ۲۹ والی بات۔ یعنی پہلے صفت قاہری (جلال) سے غیر خدا/ ماسوا اللہ کی نفی کی جاتی ہے، جب اس عمل سے غیر کا نقش مٹ جاتا ہے تو باقی دلبری (جمال) رہ جاتی ہے۔ بندۂ مومن پہلے "لا الٰہ" کہہ کر ہر باطل معبود کو ختم کر دیتا ہے، پھر "الاّ اللہ" کہہ کر توحید ایزدی کا اثبات کرتا ہے اور اسی طرح وہ اپنے جلال سے دنیا میں جمال پیدا کرتا ہے۔

۳۱۔ مردِ مومن وجود کے کمالات میں سے ہے۔ صرف وہی وجود ہے، اُس سے ہٹ کر جو کچھ بھی ہے وہ محض نمود یا وہم و گمان ہے۔ تصوف کی اصطلاح وحدت الوجود کے مطابق وجود صرف محبوب حقیقی کا ہے، باقی سب کچھ بظاہر تو ہے لیکن اس کا وجود نہیں ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ایک بندۂ مومن کی ہستی ایسی ضرور ہے جس پر وجودِ مطلق کی طرح وجود کا اطلاق کر سکتے ہیں اور وہ اس بنا پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا مظہر ہوتا ہے۔

۳۲۔ اگر وہ "لا الٰہ" سے سوز و تپش حاصل کرتا ہے تو سورج اور چاند اس کی خواہش و مرضی کے بغیر گردش نہیں کریں گے۔ مردِ مومن چونکہ صرف خدا کو اپنا محبوب و مقصود بناتا ہے، اس لیے خدا بھی اس پر نظر کرم رکھتا اور اسے اپنا محبوب و مقصود بنا لیتا اور اس کی مرضی کا خیال رکھتا ہے۔ یوں وہ (بندۂ مومن) تسخیر کائنات کر لیتا ہے۔

حکمتِ فرعونی

۱۔ حکمتِ اربابِ دیں کردم عیاں   حکمتِ اربابِ کیں را ہم بداں

۲- حکمت ارباب کیں مکر است و فن ۔ مکر و فن؟ تخریب جاں تعمیر تن
۳- حکمتے از بند دیں آزادہ اے ۔ از مقام شوق دور افتادہ ے
۴- مکتب از تعمیر او گیرد نظام ۔ تا بکام خواجہ اندیشد غلام
۵- شیخ ملت با حدیث دل نشیں ۔ بر مراد او کند تجدید دیں
۶- از دم او وحدت قومے دو نیم ۔ کس حریفش نیست جز چوب کلیمؑ
۷- وائے قومے کشتۂ تدبیر غیر ۔ کار او تخریب خود تعمیر غیر
۸- می شود در علم و فن صاحب نظر ۔ از وجود خود نگردد با خبر

۱- میں نے اہل دین کی حکمت ظاہر کر دی ہے (تجھ پر واضح کر دی ہے)۔ اب ارباب کیں کی بھی حکمت سن لے۔ یعنی فرعونی یا باطل قوتوں یا شر کے حامل برسراقتدار حکمرانوں کی حکمت کیا ہے' اس کی بھی میں وضاحت کرتا ہوں۔

۲- ان ارباب کیں کی حکمت سراپا مکر اور حیلہ ہے۔ مکروفن کیا ہے؟ یہ درحقیقت روح کی تباہی اور جسم کی تعمیر ہے۔ وہ جسمانی آسایشوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس کی خاطر ہر طرح کے مکروفریب سے کام لیتے ہیں' جبکہ روح / روحانی جذبوں سے بالکل عاری رہتے ہیں۔

۳- یہ حکمت ایک ایسی حکمت ہے جو دین کے بندھنوں سے آزاد ہے اور جو عشق کے مقام سے دور پڑی ہے۔ گویا وہ مادہ پرست' تن پرست اور شکم پرست تو ہے لیکن روحانی جذبوں اور دل کی تربیت کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں۔

۴- اس حکمت کے طفیل مکتب تشکیل پاتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ غلام اپنے آقا کی مرضی کے مطابق سوچے اور چلے۔ مکتب سے مراد مغربی طرز تعلیم ہے جو ذہنی غلام پیدا کرتا ہے۔ اکبرالٰہ آبادی کے بقول:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

۵- شیخ ملت اپنی دل نشیں باتوں سے اس آقا کے حسب خواہش دین میں جدتیں اور بدعتیں پیدا کرتا ہے یعنی مذہبی رہنما' حاکم وقت کو خوش کرنے کی خاطر دین کے مسلمہ اصولوں اور مسائل کو مختلف تاویلوں سے بدل دیتے ہیں۔

۶- شیخ ملت کے اس روّیے کی بنا پر قوم کی وحدت دو ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ سوائے حضرتِ

موسیٰ کلیم اللہ کے عصا کے کوئی بھی اس کا مد مقابل نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ کے پاس فرعونی قوت و فریب کا توڑ کرنے والا ایک معجزاتی عصا تھا۔ گویا اس دور کے فرعونوں کا زور توڑنے کے لیے اس قسم کی ضرب کلیمی ضروری ہے۔

۷۔ افسوس ہے اس قوم پر یعنی وہ قوم بڑی بدنصیب ہے جو دوسروں کی تدبیر کا شکار ہو۔ ایسی قوم (بے خبری میں) اپنے ہاتھوں اپنی تباہی اور دوسروں کی تعمیر کا سامان کرتی ہے۔

۸۔ ایسی قوم علم وفن میں تو صاحب نظر بن جاتی ہے لیکن اپنی ذات سے باخبر نہیں ہوتی۔

۹۔ نقش حق را از نگین خود سترد — در ضمیرش آرزوہا زاد و مرد
۱۰۔ بے نصیب آمد ز اولادِ غیور — جاں بہ تن چو مردہ ے در خاکِ گور
۱۱۔ از حیا بیگانہ پیرانِ کہن — نوجواناں چوں زناں مشغولِ تن
۱۲۔ در دل شاں آرزوہا بے ثبات — مردہ زایند از بطونِ امہات
۱۳۔ دخترانِ او بزلف خود اسیر — شوخ چشم و خود نما و خردہ گیر
۱۴۔ ساختۂ پرداختۂ دل باختہ — ابرواں مثل دو تیغِ آختہ
۱۵۔ ساعد سیمین شاں عیش نظر — سینۂ ماہی بموج اندر نگر

۹۔ (ایسی قوم کی حالت و کیفیت کچھ اس طرح ہے کہ) وہ اپنے دل سے نقش حق مٹا دیتی ہے۔ اس کے ضمیر میں آرزوئیں جنم تو لیتی ہیں لیکن گھٹ کے مر جاتی ہیں۔ دوسروں کی تقلید سے اس کے دل میں محبوب حقیقی سے وابستگی کا احساس ہی مٹ جاتا ہے اور اس کے دل میں اول تو آرزوئیں پیدا نہیں ہوتیں اگر ہوں بھی تو پروان نہیں چڑھتیں۔

۱۰۔ ایسی یا محکوم قوم غیرت منداولاد سے محروم رہتی ہے۔ اس کے جسم میں روح کی حالت قبر میں دفن مردے کی سی ہوتی ہے۔ وہ زندہ اور روحانی جذبوں سے بے خبر یا محروم رہتی ہے، جو حقیقی اور بقا والی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔

۱۱۔ ایسی قوم کے بڑے بوڑھے/ بڈھے کھوسٹ حیا سے عاری اور نوجوان لڑکے عورتوں کی طرح اپنے جسم کی تزئین و آرائش میں مصروف رہتے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں ایک ایرانی بادشاہ عنصر المعالی کیکاؤس نے "قابوس نامہ" کے عنوان سے ایک کتاب اپنے بیٹے گیلان شاہ کے لیے لکھی۔ اس میں ایک جگہ وہ یہ دلچسپ بات لکھتا ہے کہ کیسا زمانہ آ گیا ہے کہ لڑکے عورتوں کی طرح بنتے سنورتے اور لمبے لمبے بال رکھتے ہیں۔

۱۲- ان (محکوم قوم کے افراد) کے دلوں میں آرزوئیں متزلزل اور غیر مستقل رہتی ہیں۔ وہ بظاہر اپنی ماؤں کے پیٹوں سے تو پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کی حالت مُردوں کی سی ہوتی ہے۔ وہ گویا چلتی پھرتی لاشیں ہوتے ہیں جو روحانی و اخلاقی جذبوں' انسانیت اور قومی غیرت سے عاری ہوتی ہیں۔

۱۳- ایسی قوم کی بیٹیاں اپنی ہی زلفوں کی اسیر ہوتی ہیں' گویا آپ ہی خود پر عاشق و فریفتہ ہوتی ہیں۔ وہ حیا سے بیگانہ' خودنما اور دوسروں پر نکتہ چینیاں کرنے والی ہوتی ہیں' یعنی دوسروں کے عیب نکالنے والی عورتیں ہیں۔ (خواجوی کرمانی کا زلف و چشم محبوبہ سے متعلق یہ دلچسپ شعر ملاحظہ ہو:

زلف سیہ کارش نگر و آں چشم خونخوارش نگر
کیں قصد جانم می کند و آن خونِ جانم می خورد

ذرا اس کی سیاہ زلفیں اور خونخوار آنکھیں دیکھ۔ یہ یعنی آنکھیں تو میری جان لینے کے درپے ہیں جبکہ وہ یعنی زلفیں میری جان کا خون پیتی ہیں) خود علامہ نے ان زلفوں کے بارے میں یہ کہا ہے:

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

۱۴- یہ لڑکیاں بڑی بنی ٹھنی' سنوری سنورائیں' دل پھینک ہیں اور ان کی بھنویں دو تنی/کھنچی ہوئی تلواروں کی مانند ہیں۔ بالواسطہ ان کے حسین ابرووں کی عکاسی کی ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنے حسن و ابرو وغیرہ پر خود بھی عاشق ہوتی ہیں۔ بقول غالب:

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

غالب کا یہ شعر ایک طرح سے نظامی گنجوی کے اس شعر کا ترجمہ ہے:

سر زنشم مکن کہ تو شیفتہ تر زمن شوی
گر بنگری در آینہ روئے چو ماہِ خویش را

۱۵- ان (لڑکیوں) کی چاندی ایسی شفاف کلائیاں' نظروں کو لبھانے والی ہیں۔ ذرا لہروں کے اندر مچھلی کا سینہ دیکھو۔ یعنی ان کا لباس کچھ اس ڈھب کا ہوتا ہے کہ اس میں سے ان کا سینہ بالکل اسی طرح صاف نظر آتا ہے جس طرح پانی میں مچھلی کا سینہ

دکھائی دیتا ہے۔

۱۶۔ ملتے خاکستر او بے شرر — صبح او از شام او تاریک تر

۱۷۔ ہر زماں اندر تلاشِ ساز و برگ — کارِ او فکرِ معاش و ترسِ مرگ

۱۸۔ منعمانِ او بخیل و عیش دوست — غافل از مغز اند و اندر بندِ پوست

۱۹۔ قوتِ فرماں روا معبودِ او — در زیانِ دین و ایماں سودِ او

۲۰۔ از حدِ امروزِ خود بیروں نجست — روزگارش نقشِ یک فردا نہ بست

۲۱۔ از نیاگاں دفترے اندر بغل — الاماں از گفتہ ہائے بے عمل

۲۲۔ دین او عہد وفا بستن بغیر — یعنی از خشت حرم تعمیر دیر

۲۳۔ آہ قومے دل ز حق پرداختہ — مرد و مرگِ خویش را نشناختہ

۱۶۔ مذکورہ ملت ایک ایسی راکھ ہے جس میں کوئی چنگاری نہیں۔ اس کی صبح اس کی رات سے بھی زیادہ تاریک ہے۔ گویا اس کی زندگی جذبوں اور ولولوں سے عاری ہونے کے باعث بیکار سی زندگی ہوتی ہے۔ علامہ نے اس کا علاج یہ بتایا ہے:

دل مردہ دل نہیں اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

۱۷۔ ایسی قوم ہر لمحہ بس اپنے آرام و آسایش کے ساز و سامان کے چکر میں رہتی ہے (تلاش کرتی ہے)۔ اس کا معمول/کام بس یہی ہے کہ وہ روزی کی فکر میں غم زدہ رہتی اور موت سے خوف زدہ رہتی ہے۔

۱۸۔ اس کے اربابِ مال و دولت کنجوس لیکن عیاش ہوتے ہیں۔ وہ باطن کو پاکیزہ رکھنے سے غافل اور اپنی ساری توجہ ظاہر پر مرکوز رکھتے ہیں۔ یعنی وہ روحانی جذبوں سے سرشار ہونے کی بجائے صرف جسم کی فکر میں لگتے رہتے ہیں۔

۱۹۔ ایسی قوم حاکم وقت کو اپنا معبود سمجھتی ہے (اس کے حضور سر بسجود رہتی ہے)۔ اپنا دین و ایمان کھو کر وہ دنیوی فوائد حاصل کرتی ہے۔ حالانکہ غیرت ایمان کا تقاضا ہے کہ باطل قوتوں سے ٹکر لے کر انہیں ملیا میٹ کر دیا جائے اور یوں اپنی بقا کا سامان بھی کیا جائے۔ بقول علامہ:

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

غلام قوم کی زندگی کچھ اس ڈھب کی ہوتی ہے:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

۲۰- وہ اپنے آج کی حد سے باہر نہیں نکلی۔ اس کی زندگی نے آنے والے کل کا ایک بھی نقش ثبت نہیں کیا۔ یعنی ایسی قوم آگے بڑھنے کی بجائے جمود کا شکار رہتی ہے۔ اسے بس یہی فکر ہوتی ہے کہ اس کا آج کس طرح سکون و آرام اور عیش و نشاط سے گزرتا ہے۔ وہ اپنی بقا کا کوئی سامان نہیں کرتی۔

۲۱- اپنے اسلاف کی کتابیں اس کی بغل میں رہتی ہیں۔ کردار سے عاری ایسی گفتار سے پناہ اور دوری ہی بہتر ہے۔ یعنی اس قوم کے افراد اپنے بزرگوں کی کتابوں کے حوالے سے باتیں تو بہت کرتے ہیں' لیکن ان پر عمل سے دور رہتے ہیں۔ ایسی گفتار بیکار ہے' اس سے بچنا ضروری ہے۔ علامہ کے بقول: ع

گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

۲۲- اس کا دین غیروں سے پیمان وفا باندھنا ہے۔ اس کا یہ عمل گویا حرم کی اینٹ سے بت کدے کی تعمیر کرنا ہے۔ یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ دینی کتابوں سے غیروں کے ساتھ سیاسی' تہذیبی اور معاشرتی وغیرہ وابستگی کے درست ہونے کو نہ صرف ثابت کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

۲۳- افسوس ہے ایسی قوم پر (قابل افسوس ہے ایسی قوم) جس نے حق سے دل اچٹ لیا۔ (دیکھنے میں تو وہ زندہ ہے' لیکن درحقیقت) وہ مرگئی لیکن اپنی اس موت کو پہچاننے سے قاصر رہی۔

لا اِلٰہ اِلا اللہ

(۱)

۱- نکتہ ے می گویم از مردانِ حال — امتاں را لا جلال الا جمال

۲- لا و اِلا احتسابِ کائنات — لا و اِلا فتحِ بابِ کائنات

۳- ہر دو تقدیرِ جہانِ کاف و نون — حرکت از لا زاید از اِلا سکوں

۴- تا نہ رمزِ لا الہ آید بدست — بندِ غیراللہ را نتواں شکست

۵۔ در جہاں آغازِ کار از حرفِ لاست — ایں نخستیں منزلِ مردِ خداست
۶۔ ملتے کز سوزِ او یک دم تپید — از گلِ خود خویش را باز آفرید
۷۔ پیشِ غیراللہ لا گفتن حیات — تازہ از ہنگامۂ او کائنات
۸۔ از جنونش ہر گریباں چاک نیست — در خورِ ایں شعلہ ہر خاشاک نیست
۹۔ جذبۂ او در دلِ یک زندہ مرد — می کند صدرہ نشیں را رہ نورد
۱۰۔ بندہ را با خواجہ خواہی در ستیز؟ — تخمِ لا در مشتِ خاکِ او بریز
۱۱۔ ہر کرا ایں سوز باشد در جگر — ہولش از ہولِ قیامت بیشتر
۱۲۔ لا مقامِ ضرب ہائے پے بہ پے — ایں غو رعد است نے آواز نے
۱۳۔ ضربِ او ہر بود را سازد نبود — تابروں آئی ز گردابِ وجود

۱۔ میں مردانِ حق کے بارے میں ایک گہری رمز کی بات تجھے بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قوموں کے لیے ''لا'' جلال کی حیثیت اور ''اِلا'' جمال کی حیثیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی قوم کلمہ طیبہ پر باعمل کامل ایمان رکھتی ہے تو اس میں جلال و جمال کی دونوں صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ ہر ماسوااللہ کی نفی کرتی ہے جو اس کے جلال یعنی قہاری کی مظہر ہوتی ہے اور صرف خدائے واحد کو معبود قرار دے کر وہ جمال یعنی دلبری کی حامل ہو جاتی ہے۔ علامہ ہی کے بقول:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۲۔ لا اور اِلا (لا اِلٰہ اِلا اللہ) سے اس کائنات کا احتساب ہے۔ لا اور اِلا ہی سے کائنات کے دروازے کا کھلنا ہے۔ اس (کلمہ طیبہ) پر عمل کرنے والی قوم میں بے حد قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ بآسانی تسخیر کائنات کر لیتی ہے۔

۳۔ یہ دونوں الفاظ ''کن'' سے معرضِ وجود میں آنے والی دنیا کی تقدیر ہیں۔ ''لا'' حرکت کا اور اِلا سکون کا باعث بنتا ہے۔ یعنی ان (لا اِلٰہ) کے کہنے سے انسان میں باطل قوتوں کے خلاف حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے جبکہ اِلا اللہ کہنے سے اس میں حق کے ساتھ وابستگی اور مجلس آرا ہونے کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ جب تک لا اِلٰہ کی رمز سے آگاہی نہ ہو ماسوااللہ کی زنجیر کو توڑا نہیں جا سکتا۔ لا اِلٰہ کی

رمز یہی ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس رمز کو سمجھے بغیر کوئی بھی مردِ مومن یا انسان باطل قوتوں سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

۵- دنیا میں کام کا آغاز "لا" سے ہے اور یہ مردِ خدا کی پہلی منزل یا سیڑھی ہے۔ گویا مردِ حق سب سے پہلے ماسوا اللہ قوتوں کی نفی کرتا اور پھر قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اس نفی کے بغیر آگے قدم بڑھانا بے معنی ہے۔

۶- جو ملت اس (لا إلٰہ ......) کے سوز سے ایک لمحے کے لیے بھی تڑپی یا جوش پذیر ہوئی' اس نے اپنی مٹی سے خود کو ایک نیا جنم دیا۔ یعنی اس پر عمل سے اس میں بڑا جوش و ولولہ پیدا ہوتا ہے اور یوں وہ اپنی بقا کا سامان کر کے ایک عظیم ملت بن جاتی ہے۔

۷- ماسوا اللہ کے سامنے "لا" کہنا ہی اصل اور حقیقی زندگی ہے۔ اسی کے ہنگامہ سے کائنات کو حیات ملتی ہے۔ مطلب یہ کہ ماسوا اللہ کی نفی کرنے سے اور اس کی دنیاوی قوت وشان وشوکت سے بے خوف ہو کر زندگی بسر کرنا ہی حقیقی زندگی ہے اور یہ ایک طرح سے ایسا ہنگامہ ہے جو کائنات کی رونق کا باعث بنتا ہے۔

۸- اس (لا إلٰہ) کے جنون سے ہر گریبان چاک نہیں ہے اور ہر تنکا اس شعلہ کے لائق نہیں ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا عظیم جذبہ اور جوش و ولولہ ہے جس سے صرف اسی کو (قدرت کی طرف سے) نوازا جاتا ہے جو اس کا اہل اور اس کا لائق ہو۔

۹- ایک زندہ مرد/ مردِ حق کے دل میں موجود اس کا جذبہ سیکڑوں راہ نشینوں کو راہرو بنا دیتا ہے۔ حرکت وعمل سے بیگانہ لوگوں میں عمل کا جذبہ پیدا کر کے انہیں منزل کی طرف بڑھا دیتا ہے۔

۱۰- اگر تو (یا کیا تو) چاہتا ہے کہ غلام کو آقا کے ساتھ بھڑا دے۔ اگر ایسا ہے تو تو اس (غلام) کی مشت خاک یعنی جسم میں "لا" کا بیج ڈال دے۔ یعنی لا إلٰہ پر جب وہ عمل کرے گا تو وہ باطل قوتوں اور آقا وغیرہ سے بے خوف ہو جائے گا بلکہ ان سے ٹکر لے کر ان کا خاتمہ کر دے گا۔

۱۱- جس کسی کے دل میں اس (لا إلٰہ) کا سوز ہوگا' اس کی ہیبت قیامت کی ہیبت سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ اس کی وجہ وہی باطل قوتوں سے بے خوفی اور ان سے ٹکرا کر انہیں ختم کرنے کا جذبہ وولولہ ہے۔

۱۲- "لا" تابڑ توڑ حملوں کا مقام ہے۔ یہ بجلی کی کڑک ہے کوئی بانسری کی تان نہیں ہے۔

وہی باطل قوتوں سے ٹکرا کر انہیں ختم کرنے کا عمل۔

۱۳۔ اس کا وار ہر موجود کو نابود و نیست کر دیتا ہے تا کہ تو فنا ہو جانے والے وجود کے بھنور سے باہر نکل آئے۔ مطلب یہ کہ لا اِلٰہ پر ایمان و عمل سے بندۂ حق باطل اور فانی قوتوں سے ٹکرا کر اپنی بقا کا سامان کر لیتا ہے اور یہ گویا اس کا فنا ہو جانے والے وجود کے بھنور سے باہر نکلتا ہے۔

(۲)

۱۔ باتو می گویم ز ایامِ عرب تا بدانی پختہ و خام عرب

۲۔ ریز ریز از ضربِ او لات و منات در جہات آزاد از بند جہات

۳۔ ہر قبائے کہنہ چاک از دست او قیصر و کسریٰ ہلاک از دست او

۴۔ گاہ دشت از برق و بارانش بدرد گاہ بحر از زورِ طوفانش بدرد

۵۔ عالمے در آتش او مثل خس ایں ہمہ ہنگامۂ لا بود و بس

۶۔ اندریں دیرِ کہن پیہم تپید تا جہانے تازہ ے آمد پدید

۷۔ بانگ حق از صبح خیز یہائے اوست ہر چہ ہست از تخم ریزی ہائے اوست

۸۔ ایں کہ شمع لالہ روشن کردہ اند از کنارِ جوئے او آوردہ اند

۹۔ لوحِ دل از نقش غیر اللہ شست از کف خاکش دو صد ہنگامہ رست

۱۔ میں تجھے ایام عرب کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں تا کہ تو عرب کے صحیح صحیح حالات سے آگاہ ہو جائے۔ مراد اسلام کے دورِ اول کے مسلمانوں کے بارے میں بتاتا ہوں۔

۲۔ ایک وقت تھا جب ان مسلمانوں کی ضرب سے کعبہ میں رکھے ہوئے بڑے بڑے بت لات و منات پاش پاش ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ وہ جہات مراد جہان یا جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے بھی ان کی حدود سے آزاد تھے۔ یعنی انہوں نے دنیا کو خود پر سوار نہیں کر رکھا تھا بلکہ خود اس پر سوار اور اس سے آزاد تھے۔

۳۔ ان کے ہاتھوں ہر پرانی قبا چاک ہو گئی تھی۔ قیصر و کسریٰ جیسی عظیم دنیوی شخصیات ان کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی تھیں۔ یعنی انہوں نے ہر طرح کا اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی نظام وغیرہ بدل کر یا ختم کر کے ایک نئی عظیم دنیا کی بنیاد رکھی اور بڑی بڑی جابر حکومتوں کو تہس نہس کر دیا تھا۔ -

۴- کبھی بیابان اس کے (جاہ وجلال اور ترک وتازکی) بارش اور بجلیوں سے بلبلا اٹھے اور کبھی سمندر ان کے طوفان کی تندی یعنی لشکروں کی یورش سے لرز اٹھتے تھے۔ یعنی وہ دشت و در اور بحر و بر کو روندتے ہوئے اپنا مذہبی اور تہذیبی علم بلند کرتے دندناتے' چنانچہ ان کے جلال و ہیبت سے سب بحر و بر وغیرہ پر گویا کپکپی طاری رہتی۔

۵- ایک دنیا اس کی آگ میں تنکے کی مانند جل اٹھی۔ یہ سب ''لا'' ہی کا ہنگامہ تھا اور بس۔ گویا حضور اکرمؐ نے ان بت پرست صحرانشین عربوں کو ''لا اِلٰہ'' کا درس دے کر ان میں یہ قوت پیدا کر دی کہ انہوں نے ہر غیر اللہ کو شکست و ریخت سے دوچار کر کے ہر جگہ اس معبود واحد اللہ کا نقش قائم کر دیا۔

۶- وہ (دورِ اول کے عرب مسلمان) اس پرانی دنیا میں (لا اِلٰہ کا نقش قائم کرنے کے لیے) مسلسل تڑپتے رہے' یعنی سوز دروں کے حامل رہے' جب کہیں ایک نئی دنیا (ایک نیا معاشرہ) ظہور پذیر ہوئی' یعنی وہ اس سلسلے میں مسلسل سرگرم عمل رہے اور یوں نقش توحید کی حامل ایک نئی دنیا وجود میں آئی۔

۷- حق کا غلغلہ (آواز) اُن کی صبح خیزیوں کے نتیجے میں دنیا میں بلند ہوا۔ اب جو کچھ بھی ہے سب انہی کی جد و جہد کا ثمرہ ہے۔

۸- یہ جو گل لالہ کی شمع روشن کی گئی ہے تو یہ انہی کی ندی کے کنارے سے لائی گئی ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حق نظر آ رہا ہے' یہ سب انہی عرب صحرانشینوں کے طفیل ہے جن کی اس سلسلے میں تربیت حضور اکرمؐ نے کی تھی۔

۹- ان تربیت یافتہ عرب صحرانشینوں نے دل کی تختی سے غیر اللہ کا نقش دھو ڈالا اور ان آب و گل کے بنے ہوئے انسانوں کے عزم و عمل سے دنیا میں سیکڑوں ہنگامے وجود میں آئے۔ یعنی ہر قسم کے انقلاب آئے۔

(۳)

۱- ہم چناں بینی کہ در دَورِ فرنگ — بندگی با خواجگی آمد بجنگ
۲- روس را قلب و جگر گردیدہ خوں — از ضمیرش حرفِ لا آمد بروں
۳- آں نظامِ کہنہ را برہم زد است — تیز نیشے بر رگِ عالم زد است
۴- کردہ ام اندر مقاماتش نگہ — لا سلاطیں' لا کلیسا' لا اِلٰہ
۵- فکر او در تند بادِ لا بماند — مرکب خود را سوئے الا نراند

۶۔ آیدش روزے کہ از زورِ جنوں | خویش را زیں تند باد آرد بروں
۷۔ در مقامِ لا نیاساید حیات | سوئے اِلا می خرامد کائنات
۸۔ لا و اِلا سازِ و برگِ اُمتاں | نفی بے اثبات مرگِ امتاں
۹۔ در محبت پختہ کے گردد خلیلؑ | تا نگردد لا سوئے اِلا دلیل
۱۰۔ اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن | نعرۂ لا پیش نمرودے بزن
۱۱۔ ایں کہ می بینی نیرزد با دو جو | از جلالِ لا اِلٰہ آگاہ شو
۱۲۔ ہر کہ اندر دست او شمشیر لاست | جملہ موجودات را فرماں رواست

۱۔ اسی طرح تو دیکھے گا کہ فرنگیوں کے دور میں بھی غلامی' آقائی کے ساتھ بھڑ گئی' جنگ آزما ہو گئی۔ مطلب یہ کہ انگریزوں نے کئی علاقے فتح کر کے وہاں کے عوام کو اپنا غلام بنا لیا لیکن پھر ایک ایسا وقت آیا جب یہی غلام مذکورہ آقا سے برسرِ پیکار ہو گئے۔

۲۔ روس کے قلب و جگر خون ہو گئے۔ اس کی زبان سے حرف ''لا'' باہر نکلا۔ کمیونسٹ انقلاب کی طرف اشارہ ہے جس نے شاہی سلطنت کا تختہ الٹ دیا۔ یہ گویا ''لا'' پر عمل تھا۔ اس نے ہر چیز...... خدا' مذہب' مذہبی رہنما پادری اور بادشاہت...... کی نفی کر دی' لیکن ایسا نظام تخریب ہی کا باعث بنا۔

۳۔ (اسی حرف لا کی بدولت) اس نے پرانے نظام کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس نے دنیا کی رگ پر تیز نشتر چلایا ہے۔ گویا کمیونسٹوں/ اشتراکیوں نے زبردستی اور جبر و قہر سے کمیونزم نظام قائم کیا/ نافذ کر دیا)۔ اس نظام میں خدا اور اخلاق وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ گویا یہ ''مادر پدر آزاد'' قسم کا نظام ہے۔

۴۔ میں نے روس کے معاملات کا جائزہ لیا ہے۔ مذکورہ نظام کی وجہ سے وہاں کی صورت حال یہ ہے کہ کوئی بادشاہ نہیں' کوئی مذہب نہیں اور کوئی معبود نہیں۔ دوسرے شعر والی بات۔

۵۔ اس (روس' کمیونزم) کی فکر و تدبیر ''لا'' کے جھگڑ میں پھنس کے رہ گئی۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ''اِلا'' کی طرف نہ ہانکا۔ یعنی توحید ایزدی کو پیش نظر نہ رکھا۔

۶۔ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب وہ جنون کے زور سے خود کو اس جھگڑ سے باہر نکال لے گا۔ یعنی لا کے ساتھ ''اِلا اللہ'' پر بھی جب اس کا ایمان و عمل ہو گیا تو وہ مذکورہ نظام سے جان چھڑا لے گا۔

۷۔ زندگی ''لا'' کے مقام پر سکون و آسایش نہیں پاتی۔ کائنات ''اِلا'' کی طرف رواں

دواں رہتی ہے۔ یعنی لا اِلٰہ (کوئی معبود نہیں) کا اعلان کر کے قدرتی طور پر دھیان ''اِلا اللہ'' کی طرف چلا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ صرف اللہ ہی معبود حقیقی ہے اور یہ ساری کائنات اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ صرف خدا ہی ہے۔

۸- ''لا'' اور ''اِلا'' قوموں کے لیے سرمایہ حیات ہیں۔ اثبات یعنی اِلا کے بغیر نفی یعنی ''لا میں قوموں کی موت ہے'، جس طرح روس میں صرف ''لا'' پر عمل ہونے سے وہاں ایک طرح سے جنگل کا قانون نافذ ہے' یہ سب بے دینی (صرف لا پر عمل) کے باعث ہے۔ اگر اِلا کی طرف وہ آتا تو وہاں کا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن جاتا۔ گویا ایسے معاشرے کے لیے ''لا'' اور ''اِلا'' دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

۹- حضرت خلیلؑ محبت میں کیونکر پختہ ہو سکتے ہیں جب تک لا' اِلا کی طرف ان کا رہنما نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ سے متعلق گویا قرآنی تلمیح سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اللہ' معبودِ واحد' پر اپنا ایمان پختہ ہونے پر کعبہ کے بتوں کو توڑ دیا اور قوم کو اللہ کے اثبات کی طرف لائے۔

۱۰- اے وہ شخص جو حجرے میں بیٹھا باتیں بنا رہا ہے (ذرا باہر نکل اور) کسی نمرود کے سامنے ''لا'' کا نعرہ بلند کر۔ مطلب یہ کہ اس دور کی جو باطل قوت ہے' اس کے سامنے اس کی نفی کر (نمرود خدا بنا ہوا تھا' تو اسے بلند بانگ کہہ دے کہ تو خدا نہیں ہے)۔ اور یوں اِلا کا نقش ثبت کر کے فطرت کے مقاصد کو بروئے کار لا۔

۱۱- یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے' تیرے سامنے ہے۔ اس کی تو کوڑی کی بھی قیمت نہیں۔ تو لا اِلٰہ کے جلال سے آگاہ ہو جا۔ یعنی جب تک ''اِلا اللہ'' کا نعرہ لگا کر باطل قوتوں/خداؤں کو مٹا نہیں دیا جائے گا تب تک سب معاملہ بیکار رہے گا۔ لا اِلٰہ میں وہ جلال ہے کہ اس کے آگے ہر ماسوا اللہ جھک جاتا اور مٹ جاتا ہے۔

۱۲- جس کسی کے بھی ہاتھ میں لا یعنی لا اِلٰہ الا اللہ کی تلوار ہے' تمام کائنات اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کلمہ پر ایمان و عمل سے انسان میں خدا سے وابستگی پیدا ہو جاتی ہے' جس سے وہ اس کائنات کو تسخیر کر لیتا ہے' اس لیے کہ ہر شے کا مالک خدا ہے اور جو شخص خدا کے احکام پر چلے گا' قدرتی طور پر کائنات کی ہر شے اس کے تابع رہے گی اور اس کا حکم مانے گی۔

فقر

(۱)

۱- چیست فقر اے بندگانِ آب و گل ‏ یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دل

۲- فقر کارِ خویش را سنجیدن است ‏ بر دو حرف "لا الٰہ" پیچیدن است

۳- فقر خیبر گیر با نانِ شعیر ‏ بستۂ فتراکِ او سلطان و میر

۴- فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست ‏ ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰؐ است

۵- فقر بر کروبیاں شب خون زند ‏ بر نوامیس جہاں شبخون زند

۶- بر مقامِ دیگر اندازد ترا ‏ از زجاجِ الماس می سازد ترا

۷- برگ و سازِ او ز قرآنِ عظیم ‏ مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم

۸- گرچہ اندر بزم کم گوید سخن ‏ یک دمِ او گرمیِ صد انجمن

۹- بے پراں را ذوقِ پروازے دہد ‏ پشہ را تمکین شاہبازے دہد

۱۰- باسلاطین در فتد مردِ فقیر ‏ از شکوہِ بوریا لرزد سریر

۱۱- از جنوں می افگند ہوئے بہ شہر ‏ وا رہاند خلق را از جبر و قہر

۱۲- می نگیرد جز بآں صحرا مقام ‏ کاندر او شاہیں گریزد از حمام

۱۳- قلبِ او را قوت از جذب و سلوک ‏ پیشِ سلطان نعرۂ او "لاملوک"

۱۴- آتشِ ما سوز ناک از خاکِ او ‏ شعلہ ترسد از خس و خاشاکِ او

۱۵- بر نیفتد ملتے اندر نبرد ‏ تا درو باقیست یک درویش مرد

۱۶- آبروئے ما از استغنائے اوست ‏ سوزِ ما از شوقِ بے پروائے اوست

۱۷- خویشتن را اندریں آئینہ بیں ‏ تاترا بخشند سلطانِ مبیں

۱۸- حکمتِ دیں دل نوازی ہائے فقر ‏ قوتِ دیں بے نیازی ہائے فقر

۱- اے مادی دنیا کے غلامو! کیا تمہیں علم ہے کہ فقر کیا ہے؟ (آگے جواب ہے)، فقر نام ہے ایک راہ بیں نگاہ اور ایک زندہ دل کا۔ یعنی صاحب فقر اپنے علم و عرفان کی بنا پر خدا تک رسائی کی بصیرت رکھتا ہے اور وہ دل بیدار کا حامل ہوتا ہے۔ دل بیدار کے بارے میں علامہ کا کہنا ہے:

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

۲۔ فقر اپنے معاملے کو جانچنے پرکھنے اور ''لا اِلٰہ'' کے دو الفاظ کو خود پر طاری کرنے کا نام ہے۔ یعنی صاحب فقر اپنے ہر عمل سکون و حرکت اور فکر و عمل کو رضائے الٰہی اور شریعت کے مطابق جانچ کر اس کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ لگاتا ہے اور کلمہ طیبہ پر وہ صرف زبان سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی ایمان کامل رکھتا ہے۔

۳۔ فقر، جو کی روٹی کھا کر قلعہ خیبر فتح کرنے والا ہے۔ سلطان اور امیر سبھی اس کے فتراک میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں (اس کا شکار ہوتے ہیں)۔ حضرت علیؓ نے قلعہ خیبر کو فتح کر کے اپنی فاتحانہ قوت کا مظاہرہ کیا تھا، یہ سب فقر کی بدولت تھا۔ ورنہ وہ جو کی روٹی کھا کر گزارہ کیا کرتے تھے جس سے جسم کو طاقت نہیں پہنچتی تھی۔ اسی فقر کی بدولت مادی دنیا کے بڑے لوگ اس کے قدموں میں ہوتے ہیں۔

۴۔ فقر، ذوق و شوق اور تسلیم و رضا کی کیفیت کا نام ہے۔ یہ حضور اکرم محمد مصطفیٰؐ کی میراث ہے اور ہم اس کے امانت دار ہیں۔ گویا فقر چونکہ عشق الٰہی میں خود کو محو کرنے کا نام ہے اور یہ نعمت/امتاع ہمیں حضور اکرمؐ سے ملی ہے، اس لیے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے یعنی اس پر قائم رہنا ضروری ہے۔

۵۔ فقر نہ صرف فرشتوں پر شب خون مارتا ہے بلکہ قدرت کی پوشیدہ قوتوں کو بھی اپنے شب خوں کی زد پر لاتا ہے۔ یعنی فقر عالم ملکوت سے بھی آگے گزر جاتا ہے (حضور اکرمؐ کا واقعہ معراج) اور زماں و مکاں پر حکمرانی کرتا ہے۔

۶۔ وہ (فقر) تجھے ایک اور ہی مقام پر لے جائے گا۔ اگر تو شیشہ ہے تو وہ تجھے الماس بنا دے گا۔ فقر انسان کو الٰہی صفات کا مظہر بنا کر اسے نیابت الٰہی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ ہیرا/الماس شیشے کو کاٹ سکتا ہے۔ اس حوالے سے مطلب یہ ہوا کہ فقر زمان و مکاں کی تسخیر کر کے اسے اپنا تابع کر لیتا ہے۔

۷۔ فقر کا سرمایہ حیات قرآن مجید ہے۔ صاحب فقر ظاہری درویشانہ لباس گدڑی سے کہیں بلند ہے۔ وہ اس میں نہیں سما سکتا۔ وہ قرآنی احکام پر عمل سے خود کو اس مقام پر پہنچا لیتا ہے کہ بیٹھا تو وہ ٹاٹ یا بوریے پر اور پہنتا گدڑی ہے لیکن کائنات اس کے قدموں میں ہوتی یا اس کے تابع فرمان ہوتی ہے۔

۸۔ اگر چہ صاحب فقر، محفل میں بہت کم بات کرتا ہے لیکن اس کی ایک سانس بھی سیکڑوں محفلوں کو گرما دیتی ہے۔ یعنی اس کی ذرا سی صحبت سے بھی دوسروں میں وہ جذبے پیدا ہو جاتے ہیں جو کئی انجمنیں مل کر بھی پیدا نہیں کر سکتیں۔

۹۔ صاحب فقر بے پروں میں پرواز کا شوق و ذوق پیدا کرتا ہے اور مچھر جیسی حقیر ترین و کمزور ترین مخلوق کو بھی شاہباز کا وقار اور زور عطا کرتا ہے۔ یعنی وہ بے عمل لوگوں میں عمل کا جذبہ پیدا کرتا، کمزوروں کو قوی اور غلاموں کو آقا، گداؤں کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

۱۰۔ وہ سلطانوں سے خوف زدہ ہونے کے بجائے ان سے بھڑ جاتا ہے۔ اس کے بوریے کی شان و عظمت اور دبدبہ سے شاہی تخت بھی لرز اٹھتے یا ہل ہل جاتے ہیں۔

۱۱۔ صاحب فقر اپنے عشق و جنوں سے دنیا میں ایک غلغلہ برپا کر دیتا ہے اور مخلوق خدا کو ظلم و ستم سے نجات دلا دیتا ہے۔ یعنی وہ لوگوں میں حقیقی زندگی گزارنے کا جذبہ پیدا کرتا اور باطل قوتوں (وزیروں، امیروں، جابروں وغیرہ) کے جبر سے ان کو بچا لیتا ہے۔

۱۲۔ وہ صرف ایسے دشت و صحرا میں ٹھکانا بناتا ہے، جس میں شاہین، کبوتر سے دور بھاگتا ہے۔ یعنی وہ کمزوروں میں قوت و طاقت اور کبوتروں میں شاہین کا سا ولولہ / بلند پروازی پیدا کرنے کی خاطر کسی جگہ مقام کرتا ہے۔

۱۳۔ اس کا دل جذب و سلوک سے قوت پاتا ہے۔ وہ سلطان کے سامنے ''لاملوک'' کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ عشق الٰہی کی بنا پر اس میں وہ جرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بلند بانگ یہ کہتا ہے کہ کوئی حاکم و بادشاہ نہیں سوائے خدائے واحد کے کہ وہی حاکم مطلق ہے۔

۱۴۔ ہماری آگ کی گرمی اس کی خاک سے ہے۔ اس کے خس و خاشاک سے شعلہ بھی لرزاں ہے۔ مطلب یہ کہ صاحب فقر ہی کی بدولت ہم میں دین کی حرارت و گرمی پیدا ہوتی ہے اور اس سے بڑے بڑے ارباب قوت و اختیار بھی خوف زدہ رہتے ہیں۔

۱۵۔ کوئی بھی ایسی قوم جنگ میں کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی جس میں ایک بھی صاحب فقر موجود ہو۔ یعنی وہ اس قوم میں ایمان کی حرارت سے پر ایسے جوش اور ولولے پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی باطل قوت سے بھی شکست نہیں کھاتی۔ اگر یہ معنی لیے جائیں کہ اس کی موجودگی سے کوئی قوم باہمی نفاق اور لڑائی جھگڑے میں نہیں پڑتی تو

یہ سب اس کی تعلیم و تربیت کے باعث ہوگا۔ اگر وہ کسی قوم میں نہ ہو تو باہمی فساد اس قوم کا وطیرہ بن جاتا ہے۔

۱۶۔ ہماری آبرو اس کے استغنا کی بنا پر ہے۔ ہمارا سوز اس کے بے نیازانہ شوق کی بدولت ہے، یعنی دوسری قوموں میں ہمارا وقار اس کی بے نیازی کی بدولت ہے اور ہم میں جو سوز باطن ہے، وہ اس کے حرص و ہوس سے پاک عشق کے نتیجے میں ہے۔

۱۷۔ تو خود کو اس آئینے میں دیکھ تاکہ تجھے بھی واضح غلبہ عطا ہو۔ ''سلطانِ مبین'' کی ترکیب قرآن کریم میں کئی جگہ آئی ہے، جس کا ترجمہ کھلی اور واضح دلیل یا معجزہ کیا گیا ہے اور سلطان بمعنی غلبہ اور دلیل استعمال ہوا ہے۔ علامہ نے اسے واضح غلبہ اور فتح مبین کے معنوں میں لیا ہے۔ یعنی تو بھی ایسا فقر اختیار کر تاکہ قدرت تجھے بھی سلطان مبیں سے نوازے۔

۱۸۔ حکمت دیں، درحقیقت، فقر کی دل نوازیوں کا نام ہے اور فقر کی بے نیازیوں کا نام قوتِ دین ہے۔ یعنی فقر ہی کی بدولت ملت میں دین کی حکمت و دانش پیدا ہوتی ہے اور ہر قسم کی قوت اور ہر طرح کا غلبہ صرف فقر کی بدولت ہے۔

(۲)

۱۔ مومناں را گفت آں سلطانؐ دیں — ''مسجد من ایں ہمہ روئے زمیں''
۲۔ الاماں از گردشِ نُہ آسماں — مسجد مومن بدست دیگراں
۳۔ سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش — تا بگیرد مسجد مولائے خویش
۴۔ اے کہ از ترکِ جہاں گوئی، مگو — ترک ایں دیرِ کہن تسخیر او
۵۔ راکبش بودن ازو وارستن است — از مقامِ آب و گل برجستن است
۶۔ صید مومن ایں جہانِ آب و گل — باز را گوئی کہ صید خود بہل؟
۷۔ حل نشد ایں معنیٔ مشکل مرا — شاہیں از افلاک بگریزد چرا
۸۔ وائے آں شاہیں کہ شاہینی نکرد — مرغکے از چنگ او نامد بدرد
۹۔ در کنا مے ماند زار و سرنگوں — پر نہ زد اندر فضائے نیلگوں

۱۔ اس سلطانؐ دین یعنی حضور اکرمؐ نے مومنوں سے فرمایا کہ ''یہ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد یا میری مسجد ہے۔'' مطلب یہ کہ ساری زمین اللہ کی ہے اور مومن کہیں بھی بیٹھ کر اپنے اس خالق کو یاد کر سکتا ہے۔

۲۔ تو آسمانوں کی گردش سے، خدا پناہ میں رکھے۔ مومنوں کی مسجد آج غیروں یعنی کافروں کے قبضے میں ہے۔ گویا اگر مسلمان صحیح معنوں میں مومن ہوتے تو زمین پر ان کا غلبہ ہوتا۔ آج جو صورتحال ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم مسلمانوں میں وہ دین کا صحیح جوش وجذبہ نہیں رہا، ہم محض نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔

۳۔ پاک فطرت بندہ/ مسلمان زبردست جدوجہد کرتا ہے تاکہ وہ اپنے آقا (حضور اکرمؐ) کی مسجد غیروں کے قبضے سے چھڑا لے (یا: یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کی مسجد غیروں کے قبضے سے چھڑا لیتا ہے)

۴۔ اے وہ شخص کہ تو ترکِ دنیا کی بات کرتا ہے، تو ایسی بات نہ کر۔ اس لیے کہ اس پرانے بت کدے (دنیا) سے بے نیاز ہو جانا ہی اس پر غلبہ پالیتا ہے۔ ترک دنیا یعنی گوشہ نشینی اختیار کر کے بے عملی کی اور جدوجہد کے بغیر زندگی بسر کرنا مسلمان کی شان نہیں۔ اس کے لیے ترکِ دنیا یہ ہے کہ وہ اپنے اغراض ومفادات وغیرہ کو اللہ کی رضا سے وابستہ اور انسانوں کی خدمت کے تابع کر دیتا ہے۔ اس کا تسخیر کائنات کرنا اسی مقصد کی خاطر ہے۔

۵۔ (مومن کا ترکِ دنیا علامہ کے مطابق یہ ہے کہ) وہ اس دنیا کے گھوڑے پر سوار ہو جاتا یعنی اس پر غلبہ پالیتا ہے اور اس (مومن) کے لیے یہی اس (دنیا) سے چھٹکارا پانا ہے، نہ یہ کہ پادریوں/ راہبوں کی طرح گوشہ نشینی اختیار کر کے دنیا سے بے تعلق ہو جانا اور آب وگل کے مقام سے باہر کودنا یا بلند تر جانا ہے۔ اس کائنات کی تسخیر کر کے اللہ کی رضا پر چلنا اور اس کے بندوں کے فائدے کے لیے اسے چھوڑ دینا ہی مومن کا گویا ترک دنیا کا عمل ہے۔

۶۔ آب وگل کی یہ دنیا تو مردِ مومن کا شکار ہے اور تو (ترک دنیا کا سبق دینے والا) باز یعنی مردِ مومن سے کہہ رہا ہے کہ اپنا شکار چھوڑ دے۔ یعنی تسخیر کائنات تو مومن کا فریضہ یا اس کی بنیادی خواہش ہے، جسے تو چھوڑنے کے لیے کہہ رہا ہے۔

۷۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی (یا میری یہ مشکل حل نہیں ہوئی) کہ آخر شاہین افلاک سے گریزاں کیوں ہے؟ جس طرح شاہین کی فطرت میں آسمان کی بلندیوں پر اڑنا اور اپنا رزق تلاش کرنا ہے، اسی طرح مردِ مومن کی فطرت تسخیر کائنات ہے، لیکن آج کا مسلمان شاہیں کی بجائے گویا گدھ بن کر زمین پر رزق تلاش کر رہا ہے۔

بلندی کی طرف جانے کی بجائے پستی ہی میں رہ کر خوش ہے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ سکی۔

۸۔ اس شاہین پر افسوس ہے جو شاہین کی سی قوت و طاقت کے اظہار سے محروم رہا اور کوئی چھوٹا سا پرندہ بھی اس کے پنجوں میں نہیں تڑپا۔ استعارے میں یہ کہنا چاہا ہے کہ آج کے مسلمانوں میں وہ پہلے مسلمانوں کا سا معمولی جذبہ بھی نہیں رہا اور یہ بات قابل افسوس ہے۔ (اس نے باطل قوتوں سے ٹکر نہیں لی۔ انہیں تباہ نہیں کیا)۔

۹۔ وہ (شاہین) اپنے آشیانے میں افسردہ اور الٹا سیدھا پڑا رہا لیکن اس نے آسمانی فضا میں ذرا بھی پرواز نہ کی۔ یعنی آج کے مومن نے نہ تو باطل قوتوں سے ٹکر لی اور نہ تسخیر کائنات کی طرف توجہ کی اور دنیاوی اغراض میں کھویا رہا' جو نتیجہ ہے مومنانہ صفات سے عاری ہونے کا۔

(۳)

۱۔ فقر قرآں احتساب ہست و بود — نے رباب و مستی و رقص و سرود
۲۔ فقر مومن چیست؟ تسخیر جہات — بندہ از تاثیر او مولا صفات
۳۔ فقر کافر خلوتِ دشت و در است — فقر مومن لرزۂ بحر و بر است
۴۔ زندگی آں را سکونِ غار و کوہ — زندگی این را ز مرگِ باشکوہ
۵۔ آں خدا را جستن از ترکِ بدن — ایں خودی را بر فسانِ حق زدن
۶۔ آں خودی را کشتن و واسوختن — ایں خودی را چوں چراغ افروختن
۷۔ فقر چوں عریاں شود زیرِ سپہر — از نہیب او بلرزد ماہ و مہر
۸۔ فقر عریاں گرمی بدر و حنین — فقر عریاں بانگ تکبیر حسینؓ
۹۔ فقر را تا ذوقِ عریانی نماند — آں جلال اندر مسلمانی نماند

۱۔ قرآن (کے حوالے سے) فقر کیا ہے۔ یہ کائنات کا احتساب ہے۔ یہ کوئی بینڈ باجا یا راگ رنگ' مستی اور رقص و سرود نہیں ہے۔ دوسرے مصرعے میں' آج کل کی خانقاہوں میں نام نہاد صوفی جس طرح موسیقی کے ساتھ وجد و حال کا مظاہرہ کرتے ہیں' اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ مومن کا فقر کیا ہے؟ مومن کا فقر کائنات کو تسخیر کرنا ہے۔ اسی تسخیر کی بدولت ایک غلام میں آقا کی سی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس فقر کی تاثیر سے بندے میں اللہ کی صفات

پیدا ہو جاتی ہیں اور اس صورت میں اس (بندے) کے لیے کائنات کو اپنا مطیع / تابع کر لینا آسان ہو جاتا ہے۔

۳۔ کافر کا فقر (کیا ہے؟) وہ دہشت میں اس کا تنہائی اختیار کرنا ہے۔ یعنی دنیاوی ضروریات اور دنیاوی ذمہ داریوں سے خود کو دور رکھنا اور گوشہ تنہائی اختیار کر لینا ہے' تاکہ آرام طلب زندگی بسر کی جا سکے۔ اس کے برعکس مومن کا فقر ایسا عظیم فقر ہے' جس سے بحر و بر پر لرزہ طاری رہتا ہے۔

۴۔ اس (فقر کافر) کے لیے غاروں اور پہاڑوں میں خلوت اختیار کرنا یعنی سکون و آرام ہی زندگی ہے' جبکہ اس کے برعکس مومن یا فقر مومن کے لیے ایک باشکوہ موت ہی زندگی ہے۔ یعنی مومن جہد و عمل میں مصروف رہتا اور باطل قوتوں کو مٹانے میں لگا رہتا ہے۔ اس صورت میں اگر اسے موت آ بھی جائے تو وہ چونکہ اپنی بقا کا سامان کر چکا ہوتا ہے' اس لیے اس کی موت عام موت نہیں ہوتی بلکہ عظیم مقصد کی بنا پر ایک باعظمت موت ہوتی ہے۔

۵۔ وہ (فقر کافر) تو ترک بدن کر کے خدا کو تلاش کرنے کا نام ہے' جبکہ یہ (فقر مومن) خودی کو حق کی سان پر لگانے کا نام ہے یعنی کافر جسمانی ضروریات ترک کر کے خدا کو تلاش کرتا ہے لیکن مومن ان ضروریات کا پورا خیال بھی رکھتا ہے اور پھر اس میں خودی پیدا کر کے رضائے الٰہی کے مطابق اس سے کام لیتا ہے۔ یہی اس کے فقر کا انداز ہے۔

۶۔ وہ (فقر کافر) خودی کو مٹانے اور جلانے سے عبارت ہے اور یہ (فقر مومن) خودی کو چراغ کی مانند روشن کرنے کا نام ہے۔

۷۔ فقر جب آسمان کے نیچے عریاں ہو جاتا ہے تو اس کے رعب و ہیبت سے چاند اور سورج پر بھی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ کھل کر اپنی پوشیدہ اہلیتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے تو اس کے اس عمل سے پوری فضا پر خوف طاری ہو جاتا ہے' کیونکہ وہ چاند اور سورج کو بھی اپنا نشانہ بنا سکتا ہے۔

۸۔ عریاں فقر بدر اور حنین کے معرکوں کا نام ہے۔ عریاں فقر (کربلا میں) حضرت امام حسینؓ کا نعرۂ تکبیر ہے۔ (فرہنگ دیکھیے)

۹۔ جب سے فقر میں عریانی (کھل کر اظہار) کا ذوق نہیں رہا' مسلمانی پہلے سے دبدبہ و

ہیبت سے محروم ہو گئی ہے۔ یعنی مسلمانوں میں وہ جذبہ نہ رہے، خانقاہی نظام، یعنی صاحب فقر کے خانقاہ میں خلوت اختیار کرنے سے مسلمان میں وہ جلال نہ رہا جو پہلے مسلمانوں میں تھا۔

(۴)

۱۔ وائے ما، اے وائے ایں دیرِ کہن تیغ "لا" در کف نہ تو داری نہ من

۲۔ دل ز غیر اللہ بہ پرداز اے جواں ایں جہانِ کہنہ در باز اے جواں

۳۔ تا کجا بے غیرتِ دیں زیستن اے مسلماں مردن است ایں زیستن

۴۔ مردِ حق باز آفریند خویش را جز بہ نورِ حق نہ بیند خویش را

۵۔ بر عیارِ مصطفیؐ خود را زند تا جہانے دیگرے پیدا کند

۱۔ افسوس ہے ہم پر اور افسوس ہے اس پرانے مندر (یعنی دنیا) پر، جس میں نہ تو "لا" (اس کے سوا کوئی معبود نہیں) کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے اور نہ میرے ہاتھ میں۔ ہمارا اس پر ایمان اور عمل نہیں رہا جس کے نتیجے میں ماسوا اللہ کو خوب پننے کا موقع مل گیا ہے اور ہم مسلمان ذلت کا شکار ہو رہے ہیں۔

۲۔ اے مسلمان نوجوان (نوجوان نسل)! تو ماسوا اللہ سے دل ہٹا لے اور اس قدیم دنیا سے قطع تعلق کر لے۔ مادی دنیا سے محبت ختم کر کے صحیح مومنانہ زندگی اختیار کر تا کہ دنیا و آخرت دونوں میں تجھے سرخ روئی حاصل ہو۔

۳۔ آخر کب تک دین کی غیرت و حمیت کے بغیر تو زندگی بسر کرے گا؟ اے مسلمان! اس غیرت کے بغیر زندگی کوئی زندگی نہیں، یہ تو موت ہے۔ بظاہر زندہ لیکن بباطن مردہ۔

۴۔ مردِ حق خود کو پھر وجود میں لاتا ہے۔ وہ جب خود کو دیکھتا ہے تو صرف نورِ حق سے دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے عزم و عمل سے اپنی حقیقی اور بقا کی حامل زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے تمام اعمال و امور کو نورِ ایمان کی کسوٹی پر پرکھتا ہے اور یوں غیر ایمانی باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۵۔ پہلے وہ (مردِ حق) خود کو حضور اکرم محمد مصطفیؐ کی زندگی اور حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کی کسوٹی پر لگاتا ہے، پھر ایک نئی دنیا وجود میں لاتا ہے۔ یعنی اس کا جو عمل اس کسوٹی پر پورا نہ اترتا ہؤا اسے وہ چھوڑ دیتا اور جو پورا اترتا ہوا اسے برقرار رکھتا ہے اور یوں وہ ایسی دنیا وجود میں لاتا ہے جو سراسر حضور اکرمؐ کی دنیا بن جاتی ہے۔

(۵)

۱۔ آہ زاں قومے کہ از پا برفتاد ‏ میر و سلطان زاد و درویشے نزاد
۲۔ داستانِ اومپرس از من کہ من ‏ چوں بگویم آنچہ ناید در سخن
۳۔ در گلویم گریہ ہا گردد گرہ ‏ ایں قیامت اندرونِ سینہ بہ
۴۔ مسلم ایں کشور از خود نا امید ‏ عمرہا شد با خدا مردے ندید
۵۔ لاجرم از قوتِ دیں بدظن است ‏ کاروانِ خویش را خود رہزن است
۶۔ از سہ قرن ایں امت خوار و زبوں ‏ زندہ بے سوز و سرورِ اندروں
۷۔ پست فکر و دوں نہاد و کور ذوق ‏ مکتب و ملائے او محرومِ شوق
۸۔ زشتی اندیشہ اورا خوار کرد ‏ افتراق او را ز خود بیزار کرد
۹۔ تا نداند از مقام و منزلش ‏ مُرد ذوقِ انقلاب اندر دلش
۱۰۔ طبع او بے صحبت مردِ خبیر ‏ خستہ و افسردہ و حق ناپذیر
۱۱۔ بندۂ رد کردۂ مولاست او ‏ مفلس و قلاش و بے پرواست او
۱۲۔ نے بکف مالے کہ سلطانے برد ‏ نے بدل نورے کہ شیطانے برد
۱۳۔ شیخ او لرد فرنگی را مرید ‏ گرچہ گوید از مقامِ بایزید
۱۴۔ گفت دیں را رونق از محکومی است ‏ زندگانی از خودی محرومی است
۱۵۔ دولت اغیار را رحمت شمرد ‏ رقص ہا گردِ کلیسا کرد و مرد

۱۔ افسوس ہے اس قوم (ملت مسلمہ) پر جو عروج سے گرگئی اور پستی کا شکار ہوگئی۔ اس نے امیر اور سلطان تو پیدا کیے لیکن کسی مردِ درویش کے معاملے میں بانجھ رہی۔ کوئی درویش یعنی مردِ حق پیدا نہ کیا جو ان میں ذوق یقیں اور عشق الٰہی کا جذبہ پیدا کرتا اور یوں وہ میدان عمل میں آ کر پھر وہ پہلے والا عروج و مقامِ بلند حاصل کر لیتی۔

۲، ۳۔ اس کے زوال و پستی کی کہانی مجھ سے نہ پوچھ' اس لیے کہ میں کیونکر وہ بات بیان کروں جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ دوسرے یہ کہ یہ کہانی بیان کرتے ہوئے میرے آنسو اس حد تک نکلتے ہیں کہ میری گریہ وزاری میرے حلق میں گرہ بن جاتی ہے' لہٰذا اس قیامت کا سینے میں رہنا ہی بہتر/مناسب ہے۔ یعنی نہ میں بیان کر سکوں اور نہ کوئی سن سکے۔ ظاہر ہے سننے کی صورت میں اس پر ایک قیامت طاری ہو سکتی ہے۔

۴۔ اس ملک (برصغیر پاک و ہند) کا مسلمان اپنے آپ سے مایوس ہو چکا ہے۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ مدتیں ہو چلی ہیں، اس نے کوئی مردِ حق نہیں دیکھا جو اسے پہلے عروج کی طرف لاتا (پہلے شعر کی تشریح)

۵۔ ظاہر ہے اسی بنا پر وہ اب دین کی قوت سے بدگمان ہو چکا ہے۔ وہ گویا اب خود ہی اپنے قافلے کا لٹیرا ہے۔

۶۔ تین صدیاں ہونے کو آئی ہیں کہ قعرِ مذلت میں گری ہوئی یہ قوم (ہند کے مسلم) دلی جذبے اور سوزِ دروں سے عاری زندگی بسر کر رہی ہے۔

۷۔ اس قوم کی فکر میں پستی آ چکی ہے۔ وہ ذوق سے محروم اور گھٹیا فطرت ہو چکی ہے۔ اس کے مکتب اور ملا میں وہ پہلا سا جذبہ و ولولہ مفقود ہو چکا ہے۔ یورپی اندازِ تعلیم تن پروری پر زور دیتا ہے اور باطن کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

۸۔ فکر کی برائی نے اسے گھٹیا بنا کے رکھ دیا ہے۔ تفرقہ اور فرقہ بندی نے اسے اپنی ہی ذات سے متنفر کر دیا ہے۔

۹۔ چونکہ وہ اپنے مقام اور مقصد سے بے خبر ہے، اس لیے اس کے دل میں انقلاب کا ذوق و شوق ہی مر گیا ہے۔

۱۰۔ ایک باخبر انسان یعنی مردِ حق کی صحبت سے محرومی کے باعث اس کی طبیعت مضمحل، نڈھال اور بجھی بجھی سی ہو چکی اور حق کو قبول نہ کرنے والی بن چکی ہے۔ اگر اس میں اللہ اور اس کی راہ کی پوری خبر رکھنے والا مرد درویش/حق پیدا ہو جاتا تو وہ اس کی رہنمائی میں، صحیح معنوں میں، ملت اسلامیہ بن جاتی۔

۱۱۔ وہ (ملت) ایک ایسے غلام کی مانند ہے جسے اس کے آقا نے رد کر دیا/ٹھکرا دیا ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایک کنگال، حمیت سے عاری اور بردباری سے محروم قوم کا روپ دھار چکی ہے۔ یعنی دین سے اس کی بے توجہی اور مادہ پرستی کے باعث خدا اور اس کے رسولؐ اکرم نے اس سے منہ پھیر لیا ہے۔

۱۲۔ اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں کہ کوئی بادشاہ ہی ہتھیا لے اور نہ اس کے دل میں کوئی نور ہی ہے کہ شیطان اسے اچک لے جائے۔ گویا دین اور دنیا دونوں لحاظ سے اس کی حالت ایک مفلس و کنگال اور قلاش کی سی ہے۔

۱۳۔ اس امت کا مذہبی پیشوا فرنگی لارڈوں/امرا کا مرید ہے، اگرچہ باتیں وہ حضرت بایزید ایسی عظیم ہستی کے مقام کی کرتا ہے۔ بظاہر وہ مذہبی رہنما ہے لیکن درحقیقت

انگریز حاکموں کی چوکھٹ پر سربسجود رہتا ہے اور لوگوں کو خدا رسائی کی بجائے دنیاوی ترقی کے گر بتاتا ہے۔

۱۴۔ وہ یعنی شیخ غلامی کو دین کی رونق کا سبب قرار دیتا ہے اور یہ کہ زندگی ترکِ خودی ہی سے زندگی بنتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگوں یا مریدوں کو دین شناس اور حریت پسند بنانے کی بجائے ان کے ایسے جذبے اور ولولے ختم کر رہا اور یوں دین سے ان کی بیزاری اور دنیاوی ذلت کا باعث بن رہا ہے۔

۱۵۔ اس (شیخ / پیر) نے غیروں کی دولت کو رحمت سمجھ لیا۔ وہ گرجے کے گرد رقص کرتا رہا اور مر گیا۔ گویا دولت خواہ انگریز حاکموں سے ملے یا مریدوں کا خون چوسنے سے میسر آئے' اسے رحمت قرار دے دیا اور انگریز حاکموں کے گرد طواف کرتے کرتے یا ان کی خوشامد اور چاپلوسی کرتے کرتے اس دنیا سے سدھار گیا۔

(۲)

۱۔ اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد	می شناسی عصر ما با ما چہ کرد
۲۔ عصر ما' مارا ز ما بیگانہ کرد	از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد
۳۔ سوزِ او تا ازمیانِ سینہ رفت	جوہر آئینہ از آئینہ رفت
۴۔ باطن ایں عصر را نشناختی	داوِ اول خویش را درباختی
۵۔ تا دماغ تو بہ بیچاکش فتاد	آرزوئے زندہ ے در دل نزاد
۶۔ احتسابِ خویش کن از خود مرو	یک دو دم از غیر خود بیگانہ شو
۷۔ تاکجا ایں خوف و وسواس و ہراس	اندریں کشور مقامِ خود شناس
۸۔ ایں چمن دارد بسے شاخِ بلند	بر نگوں شاخ آشیانِ خود مبند
۹۔ نغمہ داری در گلو اے بے خبر	جنسِ خود بشناس و با زاغاں مپر
۱۰۔ خویشتن را تیزی شمشیر دہ	باز خود را در کف تقدیر دہ
۱۱۔ اندرونِ تست سیلِ بے پناہ	پیشِ او کوہ گراں مانند کاہ
۱۲۔ سیل را تمکیں ز ناآسودن است	یک نفس آسودنش نابودن است
۱۳۔ من نہ ملاً نے فقیہ نکتہ ور	نے مرا از فقر و درویشی خبر
۱۴۔ در رہِ دیں تیز بین و سست گام	پختۂ من خام و کارم ناتمام
۱۵۔ تا دلِ پر اضطرابم دادہ اند	یک گرہ از صد گرہ بکشادہ اند

۱۶۔ از تب و تابم نصیب خود بگیر بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر

۱۔ تو (دورِ حاضر کے مسلمان) جو ذوق و شوق اور سوز و درد سے عاری ہے، تجھے کچھ خبر ہے کہ ہمارے عصر/ دور نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟

۲۔ ہمارے عصر نے ہمیں خود سے دور کر دیا۔ اسی عصر کے ہاتھوں ہم حضور مصطفیؐ کے جمال سے محروم ہو گئے۔ یعنی آج کا مسلمان پہلے مسلمانوں کی طرح نہیں رہا، جو حضور اکرمؐ کی محبت سے سرشار تھے، حضورؐ ہی ان کا مقصود تھے، جبکہ آج وہ (مسلمان) دین اور حبِ رسولؐ سے بیگانہ ہو کر دوسروں کو اپنا محبوب بنائے ہوئے اور ان کے افکار کو اپنائے ہوئے ہے۔

۳۔ جب سے ان کا سوز اس کے سینے سے رخصت ہو چکا ہے، یعنی حضور اکرمؐ سے وابستگی کا رشتہ اس کے دل سے ٹوٹ گیا ہے، اس کے آئینے سے اس کا جوہر ہی جاتا رہا ہے۔ اس کا دل حضور اکرمؐ کے عکس جمال سے محروم ہو گیا ہے۔

۴۔ تو اس عصر کی روح کو نہ سمجھا/ پہچان سکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجھے پہلی ہی بازی میں مات ہو گئی یا تو نے اپنے آپ کو پہلے ہی داؤ میں ہار دیا۔ یعنی اگر دورِ حاضر کے خفیہ امور پر تیری نظر ہوتی تو آج تیری یہ حالت نہ ہوتی۔ (یاد رہے یہاں اور دیگر کلامِ اقبال میں عصرِ حاضر اور آج سے مراد غلامی کا دور ہے، جس میں مسلمان انگریزوں کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا تھا اور اقتصادی طور پر ہندو اس پر چھائے ہوئے تھے۔)

۵۔ جب سے تیرا دماغ اس کی لپیٹ میں الجھ کے رہ گیا ہے، تیرے دل میں کسی زندہ آرزو نے جنم ہی نہیں لیا۔ گویا دورِ حاضر کی ظاہری اور تہذیبی و ثقافتی چمک دمک سے کچھ اس حد تک چندھیا گیا ہے کہ تو نے اپنے دل پر توجہ دینا ہی چھوڑ دی ہے۔ اگر تیرے دل میں عظیم آرزو پیدا ہوتی اور اس کے حصول کے لیے تو میدانِ عمل میں کود پڑتا تو آج تیری یہ حالت نہ ہوتی۔

۶۔ (اے آج کے غافل مسلمان) تو اپنا احتساب کر اور خود سے دور نہ ہو۔ ایک دو لمحے اپنے غیر سے بیگانہ ہو جا۔ گویا تو اپنی اہمیت (ایک عظیم ملت کا فرد ہونے کے حوالے سے) پہچان۔ اپنی ذات میں گم ہو، ممکن ہے اس طرح اپنا بھولا ہوا مقام تجھے یاد آ جائے اور تو پھر جہد و عمل سے وہ حاصل کر لے۔

۷۔ یہ خوف، یہ ڈر اور ہراس آخر کب تک تجھ میں رہے گا۔ تو اس ملک (برصغیر) میں اپنا

مقام پہچان۔ تو تو زمانے کے آئینے کی چمک دمک اور تیرے پاس خدا کا آخری پیغام ہے۔ جب تو پہچان لے گا تو پھر سے اسے حاصل کر سکے گا۔

۸۔ اس چمن میں بڑے اونچے اونچے درخت ہیں۔ تو کسی جھکی ہوئی شاخ پر اپنا آشیانہ نہ بنا۔ مطلب یہ کہ گھٹیا اور پست قسم کے مقاصد سے دور رہ' عظیم مقاصد اپنا' غیروں سے پہلو تہی کر اور اپنی خودی میں کھو جا۔

۹۔ اے (خود سے) بے خبر مسلم تیرے گلے میں نغمہ وسوز ہے' اپنی ذات کو پہچان' کوؤں کے ساتھ محو پرواز نہ ہو۔ یعنی تیری اپنی الگ دینی وقومی شناخت ہے۔ تو تو ایک طرح سے حضور اکرمؐ کا شاہین ہے' کووں کے ساتھ اڑنے یعنی غیروں کے ساتھ رہ کر اپنی اس عظیم شناخت کو نہ بھلا۔

۱۰۔ تو پہلے خود میں تلوار کی سی کاٹ پیدا کر' پھر خود کو تقدیر کے حوالے کر۔ مطلب یہ کہ پہلے تو جو کچھ کر سکتا ہے' وہ کر اس کے بعد اس کا نتیجہ خدا پر چھوڑ۔ کسی عمل کے بغیر تقدیر پر بھروسا کرنا سراسر غیر اسلامی انداز ہے۔ ایک پنجابی صوفی کے مطابق:

مالی دا کم پانی پاناں بھر بھر مشکاں پاوے
مولا دا کم پھل پھُل لانا لاوے یا نہ لاوے

ایک مرتبہ ایک بدو حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اونٹ کو باندھ آئے ہو؟'' وہ بولا: ''تقدیر کے بھروسے پر کھلا چھوڑ آیا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''پہلے اسے باندھو پھر تقدیر/توکل پر چھوڑو۔'' بقول رومی ع

بر توکل زانوئے اشتر بہند

۱۱۔ تیرے اندر تو ایک ایسا زبردست طوفان/سیلاب ہے جس کے آگے کوہِ گراں تنکے کی مانند ہے۔ یعنی اگر تو اپنی مخفی صلاحیتوں اور قوتوں سے کام لے تو تو بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

۱۲۔ طوفان/سیلاب میں زور اور وقار آرام نہ کرنے یعنی مسلسل چلتے رہنے میں ہے۔ اگر وہ ذرا بھی رک جائے تو ختم ہو جائے۔ گویا حقیقی زندگی مسلسل جہد وعمل کا نام ہے۔ بےعمل زندگی والا انسان چلتی پھرتی لاش کے سوا کچھ نہیں۔

۱۳۔ میں (اقبال) نہ تو کوئی ملا ہوں اور نہ کوئی نکتہ داں فقیہ اور نہ مجھے فقر و درویشی ہی کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔

۱۴- میں دین کے راستے / معاملے میں تیز ہیں ضرور ہوں لیکن سست قدم ہوں۔ میری پختگی میں بھی خامی ہے اور میرا معاملہ بھی ادھورا ہی ہے۔ یعنی دین کی تعلیمات پر میری گہری نظر تو ہے لیکن ان پر عمل کے معاملے میں سست ہوں' جس کی وجہ سے دین سے متعلق میرا کام صحیح معنوں میں انجام نہیں پاتا۔

۱۵- لیکن چونکہ مجھے قدرت کی طرف سے سوز و درد کا حامل ایک پُراضطراب دل عطا ہوا ہے' اس طرح میری سوگرہوں میں سے ایک گرہ اس (قدرت) نے کھول دی ہے۔ میرا یہ سوز و درد اور جذبۂ عشقِ رسولؐ میری ہر مشکل کا حل اور ہر گرہ کی کشاد ہے۔

۱۶- (اے دورِ حاضر کے مسلمان) تو میری اس تب و تاب (شعر ۱۵ والی) سے اپنا حصہ حاصل کر لے۔ اس کے بعد مجھ جیسا مردِ فقیر کوئی نہیں آئے گا۔ (ایک جگہ علامہ نے یوں کہا ہے: ع

دگر دانائے راز آید کہ ناید)

مردِ حر

(آزاد مرد)

۱- مردِ حر محکم ز وردِ "لاتخف"	ما بمیدان سر بجیب' او سربکف
۲- مردِ حر از "لاالٰہ" روشن ضمیر	می نہ گردد بندۂ سلطان و میر
۳- مردِ حر چوں اشتران بارے برد	مردِ حر بارے برد خارے خورد
۴- پائے خود را آں چناں محکم نہد	نبض رہ از سوزِ او برمی جہد
۵- جانِ او پایندہ تر گردد زموت	بانگ تکبیرش بروں از حرف و صوت
۶- ہر کہ سنگ راہ را داند زجاج	گیرد آں درویش از سلطاں خراج
۷- گرمی طبع تو از صہبائے اوست	جوئے تو پروردۂ دریائے اوست
۸- پادشاہان در قباہائے حریر	زرد رو از سہم آں عریاں فقیر
۹- سرِ دیں مارا خبر اورا نظر	او درونِ خانہ ما بیرونِ در
۱۰- ما کلیسا دوست' ما مسجد فروش	او ز دست مصطفیٰؐ پیمانہ نوش
۱۱- نے مغاں را بندہ نے ساغر بدست	ما تہی پیمانہ او مست الست

۱۔ مردِ حر "لاتخف" کے ورد کی بدولت (چٹان کی سی) قوت و مضبوطی پالیتا ہے۔ ہم تو دنیا کے غلام ہونے کے باعث میدان میں سر نیوڑائے کھڑے رہتے ہیں جبکہ وہ موت سے بے خوف، سر ہتھیلی پر رکھے رہتا ہے۔ اس کے لیے محبوبِ حقیقی کی خاطر جان قربان کرنے میں کوئی خوف نہیں ہوتا۔

۲۔ مردِ حر "لا الٰہ......" پر کامل ایمان و عمل کے باعث روشن ضمیر ہوتا ہے۔ وہ کسی سلطان اور امیر کا غلام/ بندہ نہیں بنتا۔ وہ صرف خدائے واحد اور اس کے رسولؐ اکرم کا غلام رہتا ہے۔

۳۔ مردِ حر اونٹوں کی طرح بوجھ اٹھاتا ہے۔ مردِ حر بوجھ اٹھاتا اور کانٹے کھاتا ہے۔ یعنی وہ جفاکش اور سخت کوش ہوتا ہے۔ معمولی غذا پر گزارہ کرتا ہے۔ شکم کا غلام نہیں ہوتا۔ گویا جو کی روٹی کھا کر وہ خیبر شکن ہوتا ہے۔

۴۔ وہ اپنے پاؤں (اونٹوں کی طرح) زمین پر اس مضبوطی سے رکھتا ہے کہ اس کی گرمی/ سوز سے راستے کی نبض پھڑکنے لگتی ہے۔ وہ جب خدا کی راہ میں چلتا ہے تو قوی ارادے کے ساتھ چلتا ہے۔ اس کی اس کیفیت سے راستے یعنی راستے میں آنے والے لوگ بھی بے حد متاثر اور حریت آشنا ہو جاتے ہیں۔

۵۔ موت سے اس کی زندگی کو پائندگی (ہمیشگی) ملتی ہے۔ اس کا نعرۂ تکبیر الفاظ اور آواز کا مرہونِ منت نہیں۔ چونکہ وہ خدا کی راہ میں مرتا ہے اس لیے وہ مردہ نہیں زندہ یعنی شہید ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی عظمت کا محض نعرہ نہیں لگاتا بلکہ وہ اس کی عظمت و بزرگی کا عملی اعتراف کرتے ہوئے شہید ہوتا ہے۔

۶۔ جو کوئی بھی راستے کی رکاوٹوں اور تکلیفوں سے نہیں گھبراتا، وہی درویش، سلطان/ بادشاہوں سے خراج وصول کرتا ہے۔ یعنی اس کی بلند ہمتی اور عظیم مقصد کے آگے بڑی طاقتیں بھی سرِ تسلیم خم کر لیتی ہیں۔

۷۔ تیری طبیعت کی گرمی اس کی شراب سے ہے۔ تیری ندی اس کے دریا کی پروردہ ہے۔ یعنی تجھے جو مقام حاصل ہے وہ اسی کے جذبوں اور ولولوں کی بدولت ہے۔

۸۔ ریشمی قباؤں میں ملبوس بادشاہ اس عریاں فقیر یعنی سادہ لباس فقیر کے سامنے ڈر کے مارے زرد رو ہو جاتے ہیں، چونکہ وہ دنیاوی طاقتوں سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور ان سے

فکر لیتا ہے' اس لیے یہ طاقتیں اس سے خوف زدہ رہتی ہیں۔

۹۔ دین کے راز ہمارے لیے خبر اور اس کے لیے نظر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ گھر کے اندر ہے اور ہم دروازے سے باہر ہیں۔ گویا ہم کتابوں کی وساطت سے دین کے متعلق کچھ جانتے ہیں جبکہ اس کی اس (دین) پر گہری نظر ہوتی ہے اور عمل ہوتا ہے۔ وہ مشاہدۂ حق میں محو ہوتا ہے جبکہ ہم اس سے دور اور محروم ہیں۔

۱۰۔ ہم کلیسا دوست ہیں اور مسجد فروش ہیں۔ مردِ حر حضور اکرم محمد مصطفیؐ کے دست مبارک سے پیالہ پینے والا ہے۔ یعنی ہم تو مغربی تہذیب و تمدن کے عاشق اور فرنگیوں کے طور طریقے اپنانے والے اور دین فروش ہیں جبکہ وہ حضورؐ کے عشق کی شراب پینے والا اور حضورؐ سے براہ راست فیض یاب ہونے والا ہے۔

۱۱۔ وہ نہ تو پیر مغاں کا بندہ ہے اور نہ اس کے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ ہمارا پیالہ/ جام تو خالی ہے اور وہ مست ''الست'' ہے۔ یعنی ہم عشق خدا و رسولؐ سے بیگانہ ہیں اور وہ اس عشق کی شراب پی کر مستقل طور پر مست رہتا ہے اور یہ ایسی شراب ہے جس کے لیے کسی جام کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔ چہرۂ گل از نم او احمر است ‏ ‏ ز آتش ما دودِ او روشن تراست
۱۳۔ دارد اندر سینہ تکبیر امم ‏ ‏ در جبین اوست تقدیر امم
۱۴۔ قبلہ ما گہ کلیسا' گاہ دیر ‏ ‏ او نخواہد رزقِ خویش از دست غیر
۱۵۔ ماہمہ عبد فرنگ او عبدہٗ ‏ ‏ او نگنجد در جہانِ رنگ و بو
۱۶۔ صبح و شامِ ما بہ فکر ساز و برگ ‏ ‏ آخر ما چیست؟ تلخی ہائے مرگ
۱۷۔ در جہانِ بے ثبات او را ثبات ‏ ‏ مرگ او را از مقاماتِ حیات
۱۸۔ اہل دل از صحبت ما مضمحل ‏ ‏ گل ز فیض صحبتش دارائے دل
۱۹۔ کارِ ما وابستہ تخمین و ظن ‏ ‏ او ہمہ کردار و کم گوید سخن
۲۰۔ ما گدایاں کوچہ گرد و فاقہ مست ‏ ‏ فقر او از لا الٰہ تیغے بدست
۲۱۔ ما پر کا ہے اسیر گرد باد ‏ ‏ ضربش از کوہ گراں جوئے کشاد

۱۲۔ گلاب کا چہرہ اس کی نمی سے سرخ ہے۔ اس کا دھواں ہماری آگ سے بھی زیادہ تابناک/ روشن ہے۔ مطلب یہ کہ اس دنیا کی ساری رونق اس کے دم سے ہے۔

لوگوں میں نورِ حق کی چمک اسی کے دم سے ہے اور اس کی معمولی سی بات بھی ہماری اعلیٰ و افضل بات سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۳- اس کے سینے میں قوموں کی تکبیر/عظمت ہے۔ اس کی پیشانی پر قوموں کی تقدیر لکھی ہے۔ اس کے نعرۂ تکبیر سے سوئی ہوئی یا غلام قومیں بیدار ہو جاتی ہیں اور اس کی صحبت و نگاہ کے فیض سے قوموں کی تقدیر سنور جاتی ہے۔

۱۴- ہمارا قبلہ کبھی گرجا اور کبھی مندر ہے۔ مردِ حر کبھی کسی غیر کے ہاتھوں سے اپنا رزق حاصل نہیں کرتا۔ گویا ہم تو اپنے دنیاوی مفادات اور پیٹ کی خاطر ہر غیر اللہ/ ماسوا اللہ کے آگے جھک جاتے ہیں لیکن مردِ حر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رازق سمجھتا ہے اور اسی کے آگے جھکتا ہے۔

۱۵- ہم سب فرنگ کے غلام (عبد) ہیں جبکہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ وہ جہانِ رنگ و بو (اس مادی دنیا) میں نہیں سماتا۔ وہ دنیوی آلائشوں وغیرہ سے دور رہتا ہے اس کی تمام تر توجہ اپنے خالقِ حقیقی کی طرف ہوتی ہے اور ہم انگریزوں ہی کو اپنا آقا تسلیم کیے ہوئے ہیں۔

۱۶- ہماری صبح و شام روٹی پانی کے چکر میں گزر جاتی ہے۔ ہم ایسے لوگوں کا انجام کیا ہے؟ موت کی تلخیاں۔ مطلب یہ کہ ہماری ساری عمر آخرت سے بے خبری میں اور دنیاوی ساز و سامان اکٹھا کرنے میں گزر جاتی ہے یہاں تک کہ ہم موت کا شکار ہو جاتے ہیں اور ہمارا سب کچھ یہیں رہ جاتا ہے۔

۱۷- (ہمارے برعکس مردِ حر کا معاملہ یوں ہے کہ) فانی دنیا میں اسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ موت اس کے لیے زندگی کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ یعنی وہ اپنے عظیم اعمال کی بدولت زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ جسمانی موت سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا گویا موت اس کے لیے آگے بڑھنے کے راستے میں ایک پڑاؤ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۸- اہلِ دل ہماری یعنی ہم دنیاداروں کی مصاحبت/صحبت سے تو افسردہ و بیزار ہوتے ہیں جبکہ اس کے فیضِ صحبت سے مٹی بھی صاحبِ دل بن جاتی ہے۔ گویا صفاتِ خداوندی کی تجلیوں کے حامل دل سے ناآشنا یا عام لوگوں کا دل بھی اس کے فیضانِ صحبت سے مذکورہ دل بن جاتا ہے۔ (اگر گل ہو تو بمعنی گلاب ہوگا)۔

۱۹- ہمارا کام صرف اندازوں اور تخمینوں ہی پر مبنی ہے جبکہ مردِ حر سراپا کردار و عمل ہوتا اور

باتوں سے دور رہتا/ پرہیز کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم باتوں کے تو دھنی ہیں لیکن کردار وعمل سے دور بھاگتے ہیں' اس دولت سے محروم ہیں۔

۲۰۔ ہم تو گلی گلی گھومنے والے بھک منگے اور فاقوں میں مگن رہنے والے لوگ ہیں' لیکن مردحر کا فقر ہاتھوں میں ''لا الٰہ'' کی تلوار تھامے رکھتا ہے۔ غربت اور دوسروں کی محتاجی کے سوا ہمارے پلے کچھ نہیں' جبکہ مردحُر صرف اس خالق ورازق کی طرف توجہ رکھتا اور دنیاداروں سے بے نیاز رہتا ہے۔ وہی رازق اس کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

۲۱۔ ہماری حالت اس تنکے کی سی ہے جو بگولے کے اندر ہو' جبکہ مردِ حر کی ضرب کوہِ گراں سے ندی رواں کر دیتی ہے۔ گویا ہم تو دنیا کے مختلف طوفانوں میں گھرے رہتے اور بے بس ہوتے ہیں جبکہ وہ خدا کی راہ میں آنے والی ہر بڑی سے بڑی رکاوٹ اور مشکل دور کر دیتا ہے۔

۲۲۔ محرم او شو ز ما بیگانہ شو — خانہ ویراں باش و صاحب خانہ شو
۲۳۔ شکوہ کم کن از سپہر گرد گرد — زندہ شو از صحبت آں زندہ مرد
۲۴۔ صحبت از علم کتابی خوشتر است — صحبت مردانِ حر آدم گر است
۲۵۔ مردِ حر دریائے ژرف و بیکراں — آب گیر از بحر و نے از ناوداں
۲۶۔ سینۂ ایں مرد می جوشد چو دیگ — پیش او کوہ گراں یک تودہ ریگ
۲۷۔ روزِ صلح آں برگ و سازِ انجمن — ہم چو بادِ فرودیں اندر، چمن
۲۸۔ روز کیں آں محرم تقدیرِ خویش — گورِ خود می کندد از شمشیر خویش.
۲۹۔ اے سرت گردم گریز از ما چو تیر — دامن او گیر و بے تابانہ گیر
۳۰۔ می نہ روید تخم دل از آب و گل — بے نگاہے از خداوندانِ دل
۳۱۔ اندریں عالم نیرزی با خسے — تا نیاویزی بداماںِ کسے

۲۲۔ (اے مسلمان) تو اس مردِ حرُ کا محرم بن جا اور ہم سے دوری اختیار کر لے۔ خانہ ویران ہو کر گھر کا مالک بن جا۔ یعنی اس کا سا کردار اپنا اور اصل گھر یعنی آخرت کے گھر کی طرف توجہ کر۔ دنیا کا گھر تو یہیں رہ جائے گا۔ اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا کر مذکورہ گھر کا حق دار بن جا۔

۲۳۔ اس گردش کرنے والے آسمان کا شکوہ نہ کر۔ اس زندہ مرد/ مردِ حر کی صحبت سے زندہ

ہو جا۔ یعنی حقیقی زندگی حاصل کر جو انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہے۔

۲۴۔ کتابی علم کی نسبت ایسی صحبت (مردحر کی صحبت) کہیں بہتر ہے۔ مردانِ حر کی صحبت تو آدمی کو اس کے صحیح مقام پر پہنچاتی ہے۔

۲۵۔ مردِ حر ایک گہرا اور بے کنار سمندر ہے۔ تو اس سمندر سے پانی لے/ پی' پرنالے سے پانی کیا لینا۔ اس کی عظمت و بلند مرتبگی کو اس استعارے میں بیان کیا ہے جبکہ پرنالے سے مراد عام یا معمولی دنیادار آدمی۔ یعنی مردِ حر کی صحبت اختیار کر۔

۲۶۔ اس مرد (مردِ حر) کا سینہ (عشق الٰہی کی بنا پر) دیگ کی طرح جوش مارتا رہتا ہے۔ اس کے سامنے کوہ گراں کی حیثیت محض ریت کے ڈھیر کی سی ہے۔ دنیاوی طاقتیں/ قوتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

۲۷۔ صلح کے دن (زمانہ امن میں) وہ جانِ محفل/ رونق محفل ہوتا ہے' بالکل اسی طرح جس طرح موسم بہار کی ہوا چمن میں ہوتی ہے (وہ گل کھلاتی ہے اور مردِ حر دل کھلاتا ہے' دوسروں کے دل زندہ کرتا ہے۔)

۲۸۔ جنگ کے موقع پر وہ اپنی تقدیر سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے' چنانچہ وہ اپنی تلوار سے خود ہی اپنی قبر کھودتا ہے' یعنی شہادت کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ باطل قوتوں سے ٹکراتے وقت وہ یہ جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہا تو غازی اور مارا گیا تو شہید ہوگا۔

۲۹۔ اے (میرے مخاطب!) میں تیرے قربان جاؤں/ واری جاؤں۔ تو ہم' سے تیر کی طرح دور نکل جا اور اس کا دامن تھام لے اور بے تابانہ تھام لے۔ یعنی اس سلسلے میں کسی سوچ بچار کے چکر میں نہ پڑ' اور وقت ضائع کیے بغیر اس مردِ حر/ درویش سے وابستہ ہو جا۔

۳۰۔ آب و گل سے دل کا بیج نہیں پھلتا پھولتا' ہاں اگر ارباب دل/ اہل دل کی اس پر نظر پڑ جائے تو ایسا ہوگا۔ ان دل والوں کے فیض نگاہ سے تو بھی اپنے اندر ایک دل زندہ و بیدار پیدا کر لے۔

۳۱۔ اس دنیا میں تیری قیمت اس وقت تک ایک تنکے کے برابر بھی نہیں ہے۔ جب تک تو کسی صاحب دل کا دامن نہیں تھام لیتا۔ اس مردِ حر کو ڈھونڈ کر اس سے وابستہ ہو جا اور اپنی قدر و قیمت میں اضافہ کر لے۔

دراسرارِ شریعت

(شریعت کے رازوں کے بارے میں)

۱۔ نکتہ ہا از پیر روم آموختم　　خویش را در حرفِ او واسوختم
۲۔ "مال را گر بہر دیں باشی حمول　　نعم مال صالح گوید رسولؐ
۳۔ گر نداری اندریں حکمت نظر　　تو غلام و خواجۂ تو سیم و زر
۴۔ از تہی دستاں کشاد امتاں　　از چنیں منعم فسادِ امتاں
۵۔ جدت اندر چشم او خوار است و بس　　کہنگی را او خریدار است و بس
۶۔ در نگاہش ناصواب آمد صواب　　ترسد از ہنگامہ ہائے انقلاب
۷۔ خواجہ نانِ بندۂ مزدور خورد　　آبروئے دختر مزدور برد
۸۔ در حضورش بندہ می نالد چونے　　برلب او نالہ ہائے پے بہ پے
۹۔ نے بجامش بادہ و نے در سبوست　　کاخ ہا تعمیر کرد و خود بکوست
۱۰۔ اے خوش آں منعم کہ چوں درویش زیست　　در چنیں عصرے خدا اندیش زیست

۱۔ میں نے پیر رومؒ (مولانا رومیؒ) سے بہت سی گہری باتیں سیکھی ہیں اور ان کی ان باتوں سے خود میں سوز پیدا کیا (استفادہ کیا)۔

۲۔ رومیؒ، حضورؐ کی ایک حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اگر تو مال کو دین کی خاطر جمع کرے گا تو حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ایسا مال صالح ہے۔ (فرہنگ دیکھیے) یہ مال جائز طریقے اور حلال کی کمائی سے ہو۔ مولانا کا یہ شعر ان کی مثنوی کے دفتر اول میں اس عنوان کے تحت آیا ہے: "باز ترجیح شیر جہد رابر توکل وفوائد جہد بیان کردن"۔ دوسرے مصرعے میں "گوید رسولؐ" کی بجائے "گفت آں رسولؐ" ہے۔

۳۔ اگر تو اس حکمت سے پر حدیث پر توجہ اور غور نہیں کرتا تو پھر تیری حیثیت ایک غلام کی سی ہے اور مال و دولت تیرا آقا ہے۔

۴۔ تہی دست افراد ہی سے قوموں کو فراغ و وقار میسر آیا ہے جبکہ مال و زر کے غلام یعنی اہل دولت قوموں کے بگاڑ ہی کا سبب بنے ہیں۔ جن کے پاس مال و زر نہیں ہوتا' وہ عموماً دین کی دولت سے سرشار ہوتے ہیں جبکہ مال و زر والے اپنے حرص و ہوس کے باعث ہر طرح کے ہتھکنڈوں سے دولت اکٹھی کرتے اور یوں قوم میں بگاڑ پیدا

کرتے ہیں۔

۵۔ (دولت کے غلام منعم) کی نظر میں جدت محض ایک ذلت ہے اور بس۔ وہ تو صرف قدامت ہی کا خریدار ہے یعنی وہ صرف سرمایہ دارانہ انداز کی قدیم روایات (دولت اکٹھی کرو اس کے لیے جو کچھ بھی کرنا پڑے کرو) پر قائم رہتا ہے' جس میں وہ کوئی تبدیلی نہیں چاہتا۔

۶۔ اس اہل مال و زر/ سرمایہ دار کی نظر میں نا درستی ہی درستی/ صحیح ہے۔ وہ انقلاب کے ہنگاموں سے دہشت زدہ رہتا ہے۔ اس خوف سے کہ کسی انقلابی صورت حال سے اس کی سرمایہ داری تباہ نہ ہو' وہ ہر ناجائز بات کو جائز قرار دے کر اس پر ڈٹا رہتا ہے۔

۷۔ وہ مزدور کی نہ صرف روٹی کھا گیا بلکہ اس کی بیٹی کی عصمت و آبرو سے بھی کھیل گیا۔ یعنی اسے اپنا غلام بنا کر رکھا' اسے پورا معاوضہ نہ دیا اور ستم بالائے ستم یہ کیا کہ مزدور کی بیٹی کی عصمت دری بھی کر دی۔

۸۔ سرمایہ دار کے حضور میں مزدور غلام بانسری کی طرح نالاں ہے (گریہ وزاری کرتا ہے) اور اس کے لبوں پر مسلسل فریاد ہی فریاد ہوتی ہے۔ لیکن سرمایہ دار اس کا کوئی اثر نہیں لیتا۔

۹۔ مزدور کے نہ تو پیالے میں اور نہ اس کی صراحی میں شراب ہے۔ اس نے محلات تعمیر کیے لیکن خود گلی کوچے میں ذلت سے دوچار ہے۔ یعنی وہ بے سروسامان بھی ہے اور اتنی جانفشانی کے باوجود اسے رہنے کے لیے چھت تک بھی میسر نہیں۔

۱۰۔ وہ سرمایہ دار بڑی ہی مبارک انسان/ خوش بخت انسان ہے جس نے درویشوں کی سی زندگی بسر کی اور وہ اس قسم کے یعنی ناہنجار دور میں بھی خدا ترس رہا۔ دولت بجائے خود بری نہیں' اس کا غلط حصول اور غلط استعمال بری بات ہے۔ سرمایہ دار اگر مزدور کی فلاح و بہبود پر اپنی دولت خرچ کرے تو اس کا درویشانہ رویہ لوگوں کی نظروں میں بھی اور خدا کے نزدیک بھی بے حد پسندیدہ ہوگا اور آج کے مادہ پرست اور نفانفسی کے دور میں تو یہ انتہائی عظمت کی اور درویشانہ بات ہے۔

(۲)

۱۔ تا ندانی نکتہ اکل حلال بر جماعت زیستن گردد وبال

۲- آہ! یورپ زیں مقام آگاہ نیست　　چشم او "ینظر بنور اللّٰہ" نیست
۳- او نداند از حلال و از حرام　　حکمتش خام است و کارش ناتمام
۴- امتے بر امتے دیگر چرد　　دانہ ایں می کارد آں حاصل برد
۵- از ضعیفاں ناں ربودن حکمت است　　از تن شاں جاں ربودن حکمت است
۶- شیوۂ تہذیبِ نو آدم دری است　　پردۂ آدم دری سوداگری است
۷- ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود　　نورِ حق از سینۂ آدم ربود
۸- تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام　　دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

۱- جب تک تو رزق حلال کی حکمت سے آگاہ نہ ہوگا، معاشرے کے لیے زندگی بسر کرنا ایک اذیت سے کم نہ ہوگا۔ ظاہر ہے ناجائز ذرائع سے دولت اکٹھی کرنے کے رویے سے معاشرے کو نقصان پہنچے گا۔ آج ہم جس تکلیف دہ صورت حال سے دوچار ہیں وہ اسی کرپشن کے باعث ہے۔

۲- افسوس کہ اہل یورپ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان کی آنکھ "اللہ کے نور سے دیکھنے والی" نہیں۔ یورپ والے ہر جائز و ناجائز طریقے سے افراد اور قوموں کو لوٹ رہے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند پر انہوں نے تجارت کے بہانے قبضہ کیا اور یہاں کی دولت خوب لوٹی۔ وہ مادہ پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک دولت کے معاملے میں اخلاقی و روحانی نظریہ بے کار شے ہے۔

۳- اسے (یورپ کو) حلال اور حرام میں فرق/تمیز ہی معلوم نہیں۔ اس کی حکمت بھی ناتمام ہے۔ وہی بات کہ وہ سراسر مادہ پرستی میں غرق ہے اور یوں فساد اور بگاڑ کا باعث بنا ہوا ہے۔

۴- (یورپ کے "عطا کردہ" نظام کے باعث دنیا میں اب صورتحال یہ ہے کہ) ایک قوم دوسری قوم کو کھا رہی ہے، یعنی طاقتور قوم کمزور قوم کو لوٹ رہی ہے اور اس کے سر پر سوار رہتی ہے۔ فصل/بیج تو یہ (کمزور قوم) بو رہی ہے اور حاصل اس کا وہ اٹھا رہی ہے۔ یورپ کی جو ترقی اور خوشحالی ہے وہ اس کی اسی لوٹ کھسوٹ کا نتیجہ ہے۔ دوسری قوموں اور ملکوں کے وسائل پر قبضہ کر کے انہیں اپنے استعمال میں لا رہا ہے۔

۵- یورپ نے کمزوروں کی روزی چھین لینے کو حکمت و دانائی سمجھ رکھا ہے اور اسی طرح ان کے جسم سے جان نکالنے کو بھی حکمت و دانائی کا نام دے رکھا ہے۔

۶- جدید تہذیب کی روش (درحقیقت) آدم کو پھاڑ کھانے کی روش ہے اور یہ آدم خوری سوداگری کے پردے میں کی جا رہی ہے۔ یورپی اقوام جن میں ان کا قوی بازو امریکہ بھی شامل ہے' ایسی اقتصادی اور تجارتی حکمت عملی سے کام لے رہی ہیں' جن سے وہ امیر سے امیر تر بنتی جا رہی ہیں جبکہ دوسری دنیا کی قومیں غریب سے غریب تر ہوتی جا رہی ہیں۔

۷- ان بینکوں نے' جو مکار یہودیوں کی عیارانہ تدبیر کی عملی صورت ہیں' انسان کے سینے کو نورِ حق سے محروم کر دیا ہے۔ یعنی ان کے ذریعے اجتماعی سودخوری کے نظام نے لوگوں میں دولت کی محبت پیدا کر دی ہے جس سے انسانیت اور روحانیت کا جنازہ نکل گیا ہے۔

۸- جب تک یہ نظام تہ و بالا نہیں ہو جاتا' مٹ نہیں جاتا' دانش' تہذیب اور دین کے بارے میں سوچنا محض خام خیالی ہے۔ اس سے انسان کو مادی فائدے تو پہنچ سکتے ہیں لیکن روحانیت اور انسانیت باقی نہیں رہتی۔

(۳)

۱- آدمی اندر جہانِ خیر و شر ۔۔۔ کم شناسد نفعِ خود را از ضرر
۲- کس نداند زشت و خوب کار چیست ۔۔۔ جادۂ ہموار و ناہموار چیست
۳- شرع برخیزد ز اعماقِ حیات ۔۔۔ روشن از نورش ظلام کائنات
۴- گر جہاں داند حرامش را حرام ۔۔۔ تا قیامت پختہ ماند ایں نظام
۵- نیست ایں کارِ فقیہان اے پسر ۔۔۔ با نگاہے دیگرے او را نگر
۶- حکمش از عدل است و تسلیم و رضاست ۔۔۔ بیخ او اندر ضمیر مصطفیؐ است
۷- از فراق است آرزو ہا سینہ تاب ۔۔۔ تو نہ مانی چوں شود "او" بے حجاب
۸- از جدائی گرچہ جاں آید بلب ۔۔۔ وصل "او" کم جو رضائے "او" طلب
۹- مصطفیؐ داد از رضائے او خبر ۔۔۔ نیست در احکامِ دیں چیزے دگر
۱۰- تختِ جم پوشیدہ زیرِ بوریا است ۔۔۔ فقر و شاہی از مقاماتِ رضاست
۱۱- حکمِ سلطاں گیرو از حکمش منال ۔۔۔ روزِ میداں نیست روزِ قیل و قال
۱۲- ناتوانی گردن از حکمش مپیچ ۔۔۔ تا نہ پیچد گردن از حکمِ تو ہیچ
۱۳- از شریعت "احسن التقویم" شو ۔۔۔ وارثِ ایمانِ ابراہیمؑ شو

۱- انسان اس خیر و شر کی دنیا میں اپنے فائدے اور نقصان میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اس دنیا میں اچھائی اور برائی دونوں ہیں' ہر آدمی انہیں پہچاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پیغمبر اور اولیا وغیرہ اسی لیے آئے کہ وہ انسانوں میں اس کی صحیح صلاحیت پیدا کریں ورنہ عام انسان ان کا جو معیار قائم کرتے ہیں وہ بگاڑ ہی پیدا کرتا ہے۔

۲- کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں کہ معاملے کی برائی کیا ہے اور اچھائی کیا اور یہ کہ ہموار اور ناہموار راستے میں کیا فرق ہے۔ یعنی کون سا کام برا اور کون سا اچھا ہے اور صحیح زندگی گزارنے کے لیے کون سا راستہ مفید ہے۔

۳- شرع تو زندگی کی گہرائیوں سے پھوٹتی ہے۔ اسی کے نور سے دنیا کی تاریکیاں چھٹتی ہیں۔ یعنی اس کا تعلق زندگی کی حقیقت سے ہے اور اسی کی بدولت انسان میں خیر و شر کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔

۴- اگر دنیا والے شریعت کے مقرر کردہ حرام کو حرام سمجھ لیں تو قیامت تک یہ نظام مضبوط و محکم رہے گا۔

۵- اے بیٹے (عزیزم!) یہ کام (حرام کو حرام قرار دینا) فقیہوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسے تو تو کسی دوسری نظر سے دیکھ۔ اس فرق و تمیز کو سمجھنے کے لیے نگاہِ عشق کا ہونا لازمی ہے۔ علم کی نگاہیں اس سلسلے میں بے بس ہیں۔

۶- (شریعت کا) حکم/فرمان عدل و انصاف اور تسلیم و رضا اختیار کرنے کے بارے میں ہے۔ اس کی جڑ حضور اکرم مصطفیٰؐ کے ضمیر میں ہے۔ یعنی یہ عام آدمی کا بنایا ہوا قانون یعنی شریعت نہیں ہے' نبیوں کے نبی حضور اکرم کے دل میں پوشیدہ ہے اور اسے وحی کا درجہ حاصل ہے۔

۷- فراق/ہجر کے باعث آرزوئیں سینے میں تپش/تڑپ پیدا کر رہی ہیں۔ جب وہ کھل کر سامنے آ گیا تو پھر تو نہیں رہے گا۔ مطلب یہ کہ زندگی میں سارے جذبے اور ولولے اسی ہجر کی بنا پر ہیں۔ اگر محبوب حقیقی بے حجاب ہو جائے تو اس کی تجلی تجھے مٹا دے/فنا کر دے گی۔

۸- ہجر و فراق میں اگرچہ جان لبوں تک آ جاتی ہے' تاہم تو اس (محبوبِ حقیقی) کے وصل کی خواہش نہ رکھ بلکہ اس کی رضا کا طالب بن۔ حضور اکرمؐ نے بھی اسی بات کی تلقین کی ہے۔

۹۔ حضور مصطفیٰؐ نے اس کی رضا طلبی کی خبر دی یعنی طریقہ بتایا ہے۔ دین کے احکام میں اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔ گویا اللہ کی رضا کا طالب ہونا ہی شریعت کا بنیادی حکم ہے۔

۱۰۔ تخت جمشید تو فقیر/ درویش کے بوریے کے نیچے چھپا پڑا ہے۔ فقر اور شاہی دونوں رضا ہی کے مقامات ہیں۔ تخت اور بوریا اس کی رضا ہی سے میسر آتے ہیں، نصیب میں ہوتے ہیں۔ فقر ہو یا دنیاوی عظمت دونوں اس کی رضا کے محتاج ہیں۔

۱۱۔ تو سلطان کے حکم کی اطاعت کر اور اس کے حکم سے نالاں/ رنجیدہ نہ ہو۔ جنگ کے موقع پر قیل وقال سے کام نہیں چلا کرتا۔ سلطان سے مراد وہ حاکم ہے جو شریعت کا پابند ہو۔ زندگی بھی ایک طرح سے میدانِ جنگ ہے۔ اس میں محض باتوں سے کام نہیں چلتا بلکہ جدوجہد اور پیہم عمل کی ضرورت ہے۔

۱۲۔ جہاں تک تجھ سے ہو سکے اس کے حکم سے سرتابی نہ کرتا کہ کوئی بھی تیرے حکم سے سرتابی نہ کرے، تیری حکم عدولی نہ کرے۔

۱۳۔ شریعت پر عمل پیرا ہو کر احسان التقویم کا عملی نمونہ بن جا اور اس طرح صحیح معنوں میں حضرت ابراہیمؑ کے دین (دین اسلام) کا وارث بن جا۔ قرآنی تلمیح ہے: انسانی وجود کو ہم نے بہت اچھے انداز میں بنایا ہے۔ گویا وہ شریعت کی پابندی اور اپنے کردار و عمل سے ایسا بن سکتا ہے۔

(۴)

۱۔	پس طریقت چیست اے والا صفات	شرع را دیدن بہ اعماقِ حیات
۲۔	فاش می خواہی اگر اسرارِ دیں	جز بہ اعماقِ ضمیر خود مبیں
۳۔	گر نہ بینی، دین تو مجبوری است	ایں چنیں دیں از خدا مہجوری است
۴۔	بندہ تا حق را نہ بیند آشکار	برنمی آید ز جبر و اختیار
۵۔	تو یکے در فطرتِ خود غوطہ زن	مردِ حق شو بر ظن و تخمیں متن
۶۔	تا بہ بینی زشت و خوبِ کار چیست	اندریں نہ پردۂ اسرار چیست
۷۔	ہر کہ از سر نبی گیرد نصیب	ہم بہ جبریل امیں گردد قریب
۸۔	اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم	تا کجا در حجرہ می باشی مقیم
۹۔	درجہاں اسرارِ دیں را فاش کن	نکتہ شرع مبیں را فاش کن

۱۰- کس نہ گردد در جہاں محتاجِ کس — نکتہ شرعِ مبین این است و بس
۱۱- مکتب و ملا سخن ہا ساختند — مومناں ایں نکتہ را نشناختند
۱۲- زندہ قومے بود از تاویل مرد — آتش او در ضمیر او فسرد
۱۳- صوفیانِ با صفا را دیدہ ام — شیخ مکتب را نکو سنجیدہ ام
۱۴- عصر من پیغمبرے ہم آفرید — آں کہ در قرآن بغیر از خود ندید
۱۵- ہر یکے دانائے قرآن و خبر — در شریعت کم سواد و کم نظر
۱۶- عقل و نقل افتادہ در بند ہوس — منبر شاں منبر کاک است و بس
۱۷- زیں کلیماں نیست امید کشود — آستیں ہا بے ید بیضا چہ سود؟
۱۸- کارِ اقوام و ملل ناید درست — از عمل بنما کہ حق در دست تست

۱- تو اے اعلیٰ/اچھی صفتوں کے مالک (میرے قاری/مخاطب) تجھے معلوم ہے طریقت کی تعریف کیا ہے؟ اس سے مراد ہے شرع کو زندگی کی گہرائیوں سے دیکھنا۔ شریعت گویا ایک علمی امر ہے جسے طریقت عملی بنا دیتی ہے' شریعت جو کچھ کہتی ہے طریقت اسے وارد کر کے گویا اس کے جسم میں روح پھونک دیتی ہے۔

۲- اگر تو دین کے رازوں کو واضح اور روشن دیکھنے کا خواہاں ہے تو پھر صرف اور صرف اپنے ضمیر کی گہرائیوں سے دیکھ۔ اس لیے کہ اس کے بغیر ان کا مشاہدہ ممکن نہیں اور اس (مشاہدہ) کا طریقہ طریقت ہی بتاتی ہے۔

۳- اور اگر تو اس طرح نہیں دیکھتا یا نہیں دیکھ سکتا تو اس کا مطلب ہے تیرا دین مجبوری کا دین ہے اور ایسا دین تو الٹا خدا سے دوری کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا طریقت کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے تا کہ دین مجبوری کی بجائے اختیاری بن کر خدا سے وابستگی کا وسیلہ بن جائے۔

۴- جب تک آدمی حق کو ظاہر اور روشن نہیں دیکھ پاتا وہ جبر و اختیار کے چکر ہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔ (فرہنگ دیکھیے)

۵- تو ذرا اپنی فطرت میں غوطہ زن ہو جا۔ وہم و گمان اور انداز و قیاس پر مت اکڑ/فخر نہ کر' بلکہ مردِ حق بن جا۔ شریعت کی حقیقت اپنی ذات میں یا ضمیر میں ڈوب کر/محو ہو کر ہی واضح ہو گی اور اس کا طریقہ طریقت ہی بتاتی ہے۔ اس پر عمل سے انسان صحیح معنوں میں مردِ حق بن جاتا ہے۔

۶- (پانچواں اور یہ شعر باہم مربوط ہیں) تاکہ تجھے عمل کی برائی اور اچھائی کا پتا چل سکے اور اس طرح تو یہ جان سکے کہ اسرار کے ان نو پردوں یعنی نو آسمانوں میں کیا کچھ ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح تجھ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ کائنات کیا ہے' اس میں کیا کچھ ہے اور کیوں ہے۔

۷- جو کوئی بھی نبیؑ (حضور اکرمؐ) کی رمز سے بہرہ ور ہو جاتا ہے' اسے حضرت جبرئیلؑ امیں کی قربت میسر آ جاتی ہے۔ اس رمز سے بہرہ ور ہونے کے لیے عشق حضورؐ اختیار کرنا ضروری ہے' جس کی بنا پر آدمی حضورؐ کی پیروی کرتا ہے۔ شرع حضور اکرمؐ میں' طریقت کا مسلک اختیار کر کے' روح پھونکی جا سکتی ہے۔ چونکہ جبرئیلؑ وحی لاتے ہیں' اس لیے اس حوالے سے کہا کہ ان کا قرب میسر آتا ہے' یعنی ایسے انسان کو مولا کریم اپنی باتیں الہام کی صورت میں بتاتا ہے۔

۸'۹- اے وہ مسلمان! تو جو قرآن کریم پر نازاں ہے/ ناز کرتا ہے کب تک حجرے میں بیٹھا رہے گا' باہر نکل اور دنیا میں دین کے راز فاش کر دے اور شرع مبیں کی رمز کو فاش کرنے کا بھی سامان کر۔ یعنی تو کب تک گوشہ نشینی اختیار کر کے بے عملی کی زندگی بسر کرے گا۔ قرآن کریم اگر تجھے عزیز ہے تو عمل کی طرف آ۔ خود شریعت پر عمل کر اور پھر دوسروں کو بھی اس طرف لا۔ مذکورہ رمز فاش کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آنا پڑے گا۔

۱۰- روشن شرع کا نکتہ بس یہی ہے کہ دنیا میں کوئی بھی کسی کا محتاج نہ ہو۔ جہاں بھی اس شریعت پر عمل ہوتا ہے' وہاں کوئی کسی کا دست نگر/ محتاج نہیں ہوتا بلکہ سبھی اس بے نیاز خالق کائنات کے محتاج ہوتے ہیں۔

۱۱- مکتب اور ملا باتوں اور تاویلوں میں کھو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان اس نکتے کو نہ پا سکے۔ گویا نہ تو مکتب والوں نے اور نہ ملاؤں نے مسلمانوں کو شرع کی گہری رمز سے آگاہ کیا۔ یوں وہ ظاہری شرع کے پابند رہے اور طریقت کی بتائی ہوئی شرع کے نفاذ سے دور رہے۔

۱۲- مسلمان ایک زندہ قوم تھی جو تاویل کے ہاتھوں ختم ہو کے رہ گئی/ مردہ قوم بن گئی۔ اس کی آگ اس کے ضمیر میں ٹھنڈی ہو گئی۔ اِن ملاؤں' عالموں اور فقیہوں نے اپنے اپنے مفاد کی خاطر شرع کی مختلف تاویلیں کیں جو قوم میں افتراق اور انتشار کا باعث بنیں اور مسلمانوں کے دلوں سے دین کی جو روح و تپش تھی وہ ختم ہو گئی۔

۱۳- میں نے باصفا (پاکیزگی یا پاک سرشت والے) صوفیوں کو بھی دیکھا اور شیخ مکتب کو بھی اچھی طرح پرکھا ہے۔ کسی میں بھی وہ بات نہیں جس کا شرع تقاضا کرتی ہے۔

۱۴- میرے دور نے تو ایک پیغمبر کو بھی جنم دیا ہے اور وہ بھی ایسا پیغمبر جسے قرآن کریم میں اپنی ذات کے سوا اور کچھ نظر نہیں آیا۔ (فرہنگ دیکھیے)۔ اس جھوٹے نبی نے قرآن کی صرف اس آیت کو اپنا حوالہ بنالیا جس میں مسیح موعود کا ذکر ہے۔ خود کو مسیح موعود قرار دے کر اس نے حاکم انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا۔

۱۵- یوں تو ہر کوئی قرآن اور حدیث کا عالم بنا پھرتا ہے لیکن شریعت کے معاملے میں وہ کم علم اور کم نظر ہے۔ ہر کوئی یعنی صوفی' استاد مکتب اور نبوت کا دعوے دار تینوں شریعت کی حقیقت جاننے اور اس کے صحیح رخ کو دیکھنے کے معاملے میں نا اہل ہیں۔

۱۶- عقل اور نقل دونوں ہوس کا شکار ہیں۔ ان علوم کے علما کے منبر کی حیثیت محض روٹی کی تپائی کی ہے۔ یعنی عقلی علوم اور نقلی یعنی شرعی علوم کے علما کو شریعت حقیقی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ منبر کو اپنی حرص و ہوس پرستی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

۱۷- ان کلیموں سے سلجھاؤ اور فراغ کی کوئی توقع نہیں۔ جب ان کی آستینیں ید بیضا ہی سے محروم ہیں تو پھر کیا فائدہ؟ حضرت موسیٰؑ سے متعلق قرآنی تلمیح کے حوالے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ ان کی باتیں ان کے عمل کی آئینہ دار تھیں جبکہ آج کے صوفیا' علما اور فقہا وغیرہ باتوں کے تو بڑے دھنی اور تاویلوں میں ماہر ہیں لیکن عمل کے معاملے میں صفر ہیں۔

۱۸- قوموں اور ملتوں کا معاملہ ٹھیک نہیں ہے یا ٹھیک نہ ہوگا' تو عمل کر کے دکھا کہ حق تیرے ہاتھ میں ہے۔ یعنی تمام اقوام کو رہنمائی کی ضرورت ہے۔ تو خود کو درست کر کے یعنی اپنے عملؐ سے ان کو صحیح راہ پر لا کیونکہ اسلام کے حوالے سے تو دنیا میں خدا کا آخری پیغام ہے۔

اشکے چند بر افتراقِ ہندیاں

(اہل ہند کے نفاق پر چند آنسو)

(۱)

۱- اے ہمالہ! اے اٹک! اے رودِ گنگ زیستن تا کے چناں بے آب و رنگ

۲۔ پیر مرداں از فراست بے نصیب — نوجواناں از محبت بے نصیب
۳۔ شرق و غرب آزاد و ما نخچیر غیر — خشت ما سرمایۂ تعمیر غیر
۴۔ زندگانی بر مراد دیگراں — جاوداں مرگ است نے خواب گراں
۵۔ نیست ایں مرگے کہ آید ز آسماں — تخم او می بالد از اعماقِ جاں
۶۔ صید او نے مردہ شو خواہد نہ گور — نے ہجومِ دوستاں از نزد و دور
۷۔ جامۂ کس در غم او چاک نیست — دوزخ او آں سوئے افلاک نیست
۸۔ در ہجومِ روزحشر او را مجو — ہست در امروزِ او فردائے او
۹۔ ہر کہ ایں جا دانہ کشت ایں جا درود — پیش حق آں بندہ را بردن چہ سود
۱۰۔ امتے کز آرزو نیشے نہ خورد — نقش او را فطرت از گیتی سترد
۱۱۔ اعتبارِ تخت و تاج از ساحری است — سخت چوں سنگ ایں زجاج از ساحری است
۱۲۔ درگذشت از حکم ایں سحر مبیں — کافری از کفر و دیں داری ز دیں
۱۳۔ ہندیاں بایک دگر آویختند — فتنہ ہائے کہنہ باز انگیختند
۱۴۔ تا فرنگی قومے از مغرب زمیں — ثالث آمد در نزاعِ کفر و دیں
۱۵۔ کس نداند جلوۂ آب از سراب — انقلاب! اے انقلاب! اے انقلاب

۱۔ اے ہمالیہ پہاڑ! اے اٹک (دریائے اٹک) اور اے دریائے گنگا! (مراد ان علاقوں کے رہنے والے لوگو!) تمہارا اس قسم کا بے رونق جینا کب تک؟ یعنی کب تک تم انگریز کی غلامی میں رہو گے اور ایک دوسرے کے خلاف مذہبی منافرت پھیلاتے رہو گے۔ (علامہ نے ''پس چہ باید کرد'' ۱۹۳۶ء میں لکھی تھی۔ اس وقت انگریز ابھی ہندوستان پر قابض تھا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہم لڑا کر' ان میں فساد پھیلا کر اپنی حکومت کو طول دے رہا تھا۔ مثنوی کا یہ حصہ اسی پس منظر کا حامل ہے۔)

۲۔ یہاں کے بوڑھے آدمی فہم و زیرکی/شعور سے محروم/عاری ہیں' جبکہ نوجوان محبت و یگانگت سے بے بہرہ ہیں۔

۳۔ مشرقی اور مغربی ممالک تو آزاد ہیں لیکن ہماری گردنوں میں غیر (انگریز) کی غلامی کا جوا/حلقہ ہے۔ (جس کے نتیجے میں) ہماری اینٹ غیر کی تعمیر کا سامان بن رہی ہے۔ ہماری اسی نا اتفاقی کے باعث انگریز ہماری محنت و دولت سے اپنی تقویت کا سامان کر رہے ہیں۔

۴۔ دوسروں کے حسب خواہش زندگی بسر کرنا ہمیشہ کی موت ہے' اسے گہری نیند کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ غلامی کی زندگی ایک بیکار اور بے مقصد زندگی ہے' اسے زندگی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ غلام قوم ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند ہے۔

۵۔ یہ وہ موت نہیں ہے جو آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ اس کا بیج تو روح کی گہرائیوں میں پھلتا پھولتا ہے۔ یعنی یہ جسم کی نہیں روح کی موت ہے' تمہاری (اے اہل ہند) غیرت کی موت ہے۔

۶۔ اس موت کے شکار کو نہ تو غسال (مردے کو نہلانے والے) کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی قبر کی حاجت اور نہ ہی ماتم کرنے اور جنازہ اٹھانے والے احباب اور عزیز و اقارب کی ضرورت ہے۔ یعنی یہ چونکہ جسمانی موت نہیں ہے' اس لیے ان باتوں کی اس میں ضرورت نہیں ہوتی۔

۷۔ ایسے مردے کے غم و ماتم میں کسی کے کپڑے نہیں پھٹتے۔ اس کا دوزخ آسمانوں کے اس پار نہیں ہے۔ غلامی اور افتراق کی زندگی گویا دنیا ہی میں دوزخ میں زندگی بسر کرنا ہے۔

۸۔ تو اس/ایسے مردے کو حشر کے ہجوم میں تلاش نہ کر۔ اس کے تو آج ہی میں اس کا فردا پوشیدہ ہے۔ یعنی وہ آنے والی قیامت سے پہلے ہی یہاں اس قیامت میں مبتلا ہوتا ہے' جو غلامی کی زندگی کی صورت میں ہوتی ہے۔

۹۔ جس نے یہاں اس دنیا میں کوئی بیج بویا' اس نے یہیں اس کی فصل کاٹ لی۔ پھر ایسے بندے/انسان کو اللہ کے حضور لے جانے کا کیا فائدہ ہے۔ اسے یہیں اس کے کیے کی سزا مل گئی۔ یعنی وہ غلامی پر راضی ہو گیا اور ایک آزاد اور باوقار زندگی کے لیے اس نے کوئی کوشش اور جدوجہد نہیں کی' یوں وہ ایک طرح سے دوزخ میں زندگی بسر کر رہا ہے' اس کا تو حساب کتاب/محاسبہ یہیں ہو گیا۔

۱۰۔ جس قوم نے آرزو کا کوئی ڈنک نہیں کھایا' قدرت نے اس کے وجود کے نقش کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا' یعنی جس کے دل میں آزادی کی کوئی تڑپ نہیں اور ایسی آرزو ہی سے دور رہی' اس کا وجود ہی مٹ جاتا ہے یا اس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

۱۱۔ تخت اور تاج کی ساکھ جادوگری سے ہے۔ یہ شیشہ (تخت و تاج) پتھر کی مانند سخت ہے تو جادوگری ہی کے طفیل ہے یعنی آقا یا بادشاہ کچھ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس

کی وجہ سے غلاموں/ رعایا کو اپنی غلامی کا احساس تک نہیں ہوتا اور یوں یہ آقا/ بادشاہ تخت پر ڈٹے رہتے ہیں۔

۱۲- اس واضح جادوگری کے باعث کفر سے کافری جاتی رہی اور دین سے دین داری مفقود/ غائب ہوگئی۔ گویا انگریز حکمرانوں نے ایسی چالیں چلیں کہ برصغیر کے ہندو صحیح معنوں میں ہندو نہ رہے اور اسی طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے وابستگی ختم ہوگئی اور ان قوموں نے اس غاصب آقا کی پیروی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔

۱۳- (چنانچہ انگریزوں کی خبیثانہ چالوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ) ہند کی یہ قومیں آپس میں الجھتی رہیں/ برسرپیکار رہیں اور پرانے فتنوں کو ہوا دیتی رہیں (فتنے کھڑے کرتی رہیں)۔ انگریز کی اس پالیسی "Devide and Rule" (تقسیم کرو اور حکمرانی کرو) کے باعث صدیوں سے اکٹھے رہنے والے ہندو اور مسلمان آپس میں الجھنے لگے جس سے غاصب حکمرانوں کی حکومت پختہ ہوتی چلی گئی۔

۱۴، ۱۵- جب سے یورپ کی فرنگی/ انگریز قوم کفر اور دین کے تنازع میں ثالث بنی ہے یا ثالث کا کردار ادا کرنے لگی ہے، کسی بھی اہل ہند کو پانی کی شفافی اور سراب کی چمک میں تمیز نہیں رہی۔

۱۶- اب تو انقلاب، انقلاب کا نعرہ لگانے کی ضرورت ہے۔ دونوں قومیں، خبیث انگریز حاکم کی عیارانہ اور مکارانہ چالیں نہیں سمجھ رہیں۔ اب یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دونوں قومیں باہم اتفاق و اتحاد کر لیں اور اس ظالمانہ نظام کو بدلنے اور فرنگی حکمرانوں کو ملک سے نکالنے کا نعرہ بلند کریں۔

(۲)

۱- اے ترا ہر لحظہ فکر آب و گل	از حضور حق طلب یک زندہ دل
۲- آشیانش گرچہ در آب و گل است	نہ فلک سرگشتۂ ایں یک دل است
۳- تانہ پنداری کہ از خاک است او	از بلندی ہائے افلاک است او
۴- ایں جہاں او را حریم کوئے دوست	از قبائے لالہ گیرد بوئے دوست
۵- ہر نفس با روزگار اندر ستیز	سنگ رہ از ضربت او ریز ریز
۶- آشنائے منبر و دار است او	آتش خود را نگہ دار است او
۷- آبجوئے و بحر ہا دارد ببر	می دہد موجش ز طوفانے خبر

۸۔ زندہ و پایندہ از نانِ تنور میرد آں ساعت کہ گردد بے حضور
۹۔ چوں چراغ اندر شبستانِ بدن روشن از وے خلوت و ہم انجمن
۱۰۔ ایں چنیں دل خود نگرٗ اللہ مست جز بدرویشی نمی آید بدست
۱۱۔ اے جواں دامانِ او محکم بگیر در غلامی زادہ ایٔ آزاد میر

۱۔ (ان اشعار میں مختلف استعاروں میں دل زندہ کی خوبیاں اور کیفیات بیان ہوئی ہیں)۔اے (مخاطب) کہ تجھے ہر لمحہ بس روٹی پانی (جسم کی پرورش) کی فکر لگی رہتی ہے' مولا کریم کی بارگاہ سے ایک دل زندہ کی آرزو بھی تو کر (اس سے مانگ،) دل زندہ ہی غلامی سے تیری نجات کا باعث بن سکتا ہے۔

۲۔ اس (زندہ دل) کا آشیانہ اگر چہ جسم میں ہے لیکن نو آسمان اس ایک دل کے حیران ہیں۔گویا وسعت کے لحاظ سے وہ ان آسمانوں سے بھی بڑھ کر ہے۔

۳۔ کہیں تو یہ نہ سمجھ لینا کہ دل کا خمیر بھی مٹی ہی سے ہے' وہ تو افلاک کی بلندیوں میں سے ہے۔یہاں دل سے مراد گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں جو ہر انسان کے سینے میں ہے بلکہ اس سے مراد وہ خاص جذبہ ہے جس کا سر چشمہ دل ہے اور اس جذبے سے اہل طریقت و تصوف ہی آگاہ ہیں۔

۴۔ یہ دنیا اس کے لیے محبوب کی گلی کی چار دیواری ہے۔وہ لالہ کی قبا سے دوست کی خوشبو پالیتا ہے۔یعنی اسے مظاہر فطرت میں اس محبوب حقیقی ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔بقول سعدی:

برگِ درختانِ سبز پیش خداوند ہوش
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(سبز درختوں کا ہر ہر پتا ایک صاحب دانش و بصیرت کے لیے اس کردگار کی معرفت کی ایک ایک کتاب ہے)۔نیز ملاحظہ ہو۔سورۂ یونس' آیہ۶۔

۵۔ وہ (زندہ دل) ہر لمحہ زمانے سے برسر پیکار رہتا ہے۔اس کی ضرب سے راستے کا پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔یعنی اس کے لیے راستے کی ہر رکاوٹ کوئی اہمیت نہیں رکھتی' وہ مسلسل آگے بڑھتا اور اپنی بقا کا سامان کرتا رہتا ہے۔

۶۔ وہ منبر اور دار دونوں سے آشنا ہے۔وہ اپنی آگ کا خود ہی رکھوالا ہے۔مطلب یہ کہ کبھی وہ بزم میں ہوتا ہے (خطیب ہوتا ہے) اور کبھی رزم میں (موقع کے مطابق وہ

اپنا سر بھی کٹوا لیتا ہے)۔ یہ سب کچھ (منبر اور دار کے معاملے) ان جذبہ ہائے عشق کی بنا پر ہے جن سے یہ دل زندہ سرشار ہوتا ہے۔

۷۔ وہ گویا ایک ندی ہے لیکن اس کے اندر سمندروں کے سمندر سمائے ہوئے ہیں۔ اس کی لہر سے کسی طوفان کا پتا چلتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایسے دل کی گہرائی اور وسعت و جوش بے حد و بے اندازہ ہے۔

۸۔ وہ (دل زندہ) تنور کی روٹی کھائے بغیر ہی زندہ و پایندہ رہنے والا ہے۔ ہاں اس کی موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب وہ بے حضور ہو جاتا ہے۔ (فرہنگ دیکھیے) اسے مادی ساز و سامان یا شکم پروری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خدا کے نور سے فیضیاب ہوتا اور اس کے حضور میں رہتا ہے۔ یہی بات اس کی زندگی و پایندگی کا باعث بنتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو وہ محض گوشت کا لوتھڑا رہ جاتا ہے۔

۹۔ بدن کے تاریک محل کے اندر اس کی حیثیت چراغ کی سی ہے۔ اس کی روشنی سے انسان کی خلوت بھی منور ہے اور جلوت بھی۔ ایسے دل کی بدولت زندگی پرنور بن جاتی ہے' بصورت دیگر زندگی تاریکی میں ڈوبی رہتی ہے۔

۱۰۔ اس قسم کا خودنگر اور خدامست دل درویشی کے بغیر ہاتھ لگنا ممکن نہیں۔ یعنی ایک مردِ درویش ہی دل کی حقیقت کو جانتا اور پھر اسے پالیتا ہے۔ گویا اس امر کے لیے درویشی اور اللہ مستی بنیادی ضرورت ہے۔

۱۱۔ اے جوان (نوجوان نسل) ایسے دل کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔ تیری پیدائش غلامی میں ہوئی ہے' مرتو آزادی میں۔ گویا اگر سیاسی حالات ایسے ہیں کہ انگریز کی غلامی سے اس وقت نجات حاصل کرنا ممکن نہیں تو کم از کم تو اپنے دل کو تو آزاد/زندہ رکھ کہ دل کی آزادی شہنشاہی ہے۔ شکم پروری کے چکر میں نہ پڑ۔ دل زندہ کے لیے علامہ نے دل بیدار کی ترکیب بھی استعمال کی ہے:

دلِ بیدار فاروقی' دلِ بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

سیاسیاتِ حاضرہ
(موجودہ دور کی سیاسی سرگرمیاں)
(۱)

۱- می کند بند غلاماں سخت تر حریت می خواند او را بے بصر
۲- گرمی ہنگامہ جمہور دید پردہ بر روئے ملوکیت کشید
۳- سلطنت را "جامع اقوام" گفت کارِ خود را پختہ کرد و خام گفت
۴- در فضایش بال و پر نتواں کشود .باکلیدش ہیچ در نتواں کشود
۵- گفت با مرغِ قفس "اے دردمند آشیاں در خانۂ صیاد بند
۶- ہر کہ سازد آشیاں در دشت و مرغ او نبا شد ایمن از شاہین و چرغ"
۷- از فسونش مرغِ زیرک' دانہ مست نالہ ہا اندر گلوئے خود شکست
۸- حریت خواہی بہ پیچاکش میفت تشنہ میر و بر نم تاکش میفت
۹- الحذر از گرمی گفتارِ او الحذر از حرفِ پہلو دار او
۱۰- چشم ہا از سرمہ اش بے نور تر بندۂ مجبور ازو مجبور تر
۱۱- از شرابِ ساتکینش الحذر از قمارِ بدنشینش الحذر
۱۲- از خودی غافل نہ گردد مردِ حر حفظ خود کن حب افیونش مخور
۱۳- پیش فرعوناں بگو حرفِ کلیم تاکند ضربِ تو دریا را دونیم

۱- موجودہ دور کی سیاست غلاموں کی غلامی کے بندھن کو کچھ زیادہ ہی مضبوط کر دیتی ہے' لیکن بصیرت سے عاری شخص اسے حریت کا نام دیتا ہے۔ یہ سیاست مغرب/یورپ کی عطا کردہ ہے جو سراسر مکاری اور عیاری کی حامل ہے اور جس سے یورپ والے دوسروں کی غلامی کو پختہ تر کرتے چلے جاتے ہیں۔

۲- اس (سیاست) نے عوام کے جوش و خروش کی گرمی دیکھی اور ملوکیت (ایک فرد کی حکومت) کے چہرے پر پردہ ڈال دیا۔ اگر چہ اس کی وجہ سے بادشاہت ختم ہوئی اور جمہوریت وجود میں آئی لیکن درحقیقت یہ نام نہاد جمہوریت' ملوکیت ہی کی ایک شکل ہے۔

۳- ان یورپی سیاستدانوں نے دوسری قوموں کو اپنا غلام بنا کر رکھنے کی خاطر سلطنت کو

''جامع اقوام'' کا نام دیا۔ اپنے کام کو تو اس نے مضبوط و پختہ کر لیا لیکن دوسروں کو خام کہا۔ مطلب یہ کہ ان سیاستدانوں کے مطابق سلطنت بری چیز نہیں ہے' بشرطیکہ اسے جمعیت کی شکل دے دی جائے۔ دوسری قوموں کو انہوں نے اس طرح دھوکے میں رکھا تا کہ وہ انہیں تو اپنی غلامی میں رکھیں اور اپنی حکمرانی کو محکم اور آسان بنائے رکھیں۔ علامہ نے ''پیامِ مشرق'' میں ''جمعیت الاقوام'' کے عنوان سے ایک قطعہ کہا ہے' جس میں انہوں نے ان سیاستدانوں کو کفن چور کہا ہے جنہوں نے قبروں کی آپس میں تقسیم کے لیے ایک انجمن بنائی۔ یہ League of Nations پہلی عالمگیر جنگ کے بعد معرض وجود میں آئی تھی۔ اسی طرح دوسری عالمگیر جنگ کے بعد U.N.O کے نام سے اسی قسم کی ایک انجمن تشکیل دی گئی۔

۴۔ اس کی فضا میں بال و پر کھولے/ جھاڑے نہیں جا سکتے۔ اس کی چابی سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جا سکتا۔ مطلب یہ کہ مذکورہ سیاست میں صحیح معنوں میں آزادی کا سوچا بھی نہیں جا سکتا اور نہ یہ اس قابل ہے کہ دنیوی مسئلے حل کر سکے۔

۵۔ اس نے پنجرے میں قید پرندے سے کہا کہ اے مصیبت زدہ تو اپنا آشیانہ شکاری کے گھر میں بنا (تا کہ تو محفوظ رہے)۔ مذکورہ سیاستدانوں نے اپنی عیاری اور مکاری سے غلام قوموں کو غلامی پر مائل کیا کہ اس طرح یہ قومیں محفوظ رہیں گی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شکاری کو شکار کی محنت ہی نہ کرنا پڑی' شکار خود ہی اس کے گھر آ گیا۔

۶۔ اس نے اس مقید پرندے (غلام قومیں) سے کہا کہ جو کوئی بیابان اور سبزہ زار میں اپنا گھونسلا بناتا ہے' وہ شاہین اور لگڑ بھگڑ (مراد شکاری پرندوں) سے محفوظ نہیں رہتا۔ سو تم میرے یعنی شکاری کے گھر آ جاؤ۔ گویا میری غلامی اختیار کر کے محفوظ زندگی بسر کرو۔ عیاری اور مکاری کی یہ بہت بڑی مثال ہے۔

۷۔ اس کے جادو (عیاری و مکاری) سے چالاک ہوشیار پرندہ نے' جو دانہ مست ہوتا ہے' اپنے تمام نالے (چہچہے) اپنے گلے ہی میں دبا لیے۔ یعنی ان مغربی سیاستدانوں نے اپنے مختلف قسم کے دل خوش وعدوں سے غلام قوموں کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے اور یہ قومیں دنیاوی مفادات کی خاطر اور لالچ کے باعث سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں۔

۸۔ اگر تجھے آزادی کی خواہش ہے تو ان سیاستدانوں کے فریب میں نہ آ۔ ان سے دور رہ۔ تو پیاسا مرنا قبول کر لے لیکن ان کی تاک (انگور کی بیل) کی نمی یعنی شراب کی

طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ۔

۹۔ ان سیاستدانوں کی گرم گفتاری سے خدا کی پناہ۔اس کی پہلودار باتوں سے الاماں۔ یہ سیاستدان کہتے کچھ ہیں اور ان کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔اس طرح دھو کے فریب سے غلام قوموں کو اپنی زنجیر میں جکڑے رکھتے ہیں۔

۱۰۔ اس سیاست (ان سیاستدانوں) کے سرمے سے آنکھیں اپنی روشنی/ بینائی زیادہ ہی کھو دیتی ہیں اور مجبور انسان اور بھی زیادہ مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ اس کے پیالے کی شراب سے بچو' دور رہو یا ڈرو'اس کے بدنشیں قمار سے بچو۔ گویا جوأ کی بازی میں اگر ساتھی اچھا ہے تو پھر بھی کچھ مناسب ہے' لیکن ایک تو جوأ بری چیز اس پر ساتھی بھی برا۔ یہ برائی دگنی ہوگئی۔ مطلب یہ کہ اس سیاست اور ان مغربی سیاستدانوں کی عیاری و مکاری سے بچ کے رہو' ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا۔

۱۲۔ آزاد مرد اپنی خودی سے غافل نہیں رہتا۔اپنی ذات کا تحفظ کر اور اس کی افیم کی گولی مت کھا۔ان مغربی سیاستدانوں کی باتوں اور عملوں میں گویا افیم کے سے نشے کی کیفیت ہوتی ہے جس کی بنا پر غلام قومیں بیدار ہی نہیں ہو پاتیں۔

۱۳۔ ان وقت کے فرعونوں کے سامنے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے انداز میں بات کر' نعرۂ حق بلند کرتا کہ تیری ضرب سے دریا دو ٹکڑوں میں بٹ جائے (فرہنگ دیکھیے)۔ ہمت و جرأت سے کام لے اور ان عیاروں کا مقابلہ کرتا کہ تیری جان اس غلامی سے نجات پالے۔

(۲)

۱۔	داغم از رسوائی ایں کارواں	در امیر او ندیدم نور جاں
۲۔	تن پرست و جاہ مست و کم نگہ	اندرونش بے نصیب از لا الٰہ
۳۔	در حرم زاد و کلیسا را مرید	پردۂ ناموس مارا بر درید
۴۔	دامن او را گرفتن ابلہی است	سینۂ او از دل روشن تہی است
۵۔	اندریں رہ تکیہ بر خود کن کہ مرد	صید آہو با سگ کورے نکرد
۶۔	آہ از قومے کہ چشم از خویش بست	دل بہ غیر اللہ داذ از خود گسست
۷۔	تا خودی در سینۂ ملت بمرد	کوہ کاہی کرد باد اورا ببرد
۸۔	گرچہ دارد لا الٰہ اندر نہاد	از بطونِ او مسلمانے نزاد

۹- آں کہ بخشد بے یقیناں را یقیں ۔ آن کہ لرزد از سجودِ او زمیں
۱۰- آں کہ زیرِ تیغ گوید لا اِلٰہ آں کہ از خونش بروید لا اِلٰہ
۱۱- آں سرور آں سوزِ مشتاقی نماند در حرم صاحب دلے باقی نماند
۱۲- اے مسلماں اندریں دیرِ کہن تا کجا باشی بہ بند اہرمن
۱۳- جہد با توفیق و لذت در طلب کس نیابد بے نیاز نیم شب
۱۴- زیستن تا کے بہ بحر اندر چوخس سخت شو چوں کوہ از ضبط نفس

۱- میں تو اِس کارواں (غلام مسلم قوم) کی رسوائی سے دل سوختہ/ افسردہ ہوں۔ میں نے اس کے امیر کارواں میں کوئی نور جاں نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ ہمارے آج کے قومی رہنما بصیرت سے محروم/ عاری ہیں۔

۲- وہ (رہنما) جسم کا غلام' ظاہری شان وشوکت کا متوالا اور کوتاہ نظر ہے۔ اس کا سینہ ''لا اِلٰہ'' سے بے بہرہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مادی دنیا کے جاہ ومرتبہ پر بری طرح فریفتہ ہے اور اگر چہ کلمہ گو ہے لیکن اس کی تاثیر اور قوت سے محروم یا دور ہے۔

۳- پیدائش تو اس کی کعبہ میں ہوئی ہے لیکن ہے وہ کلیسا کا مرید۔ اس نے تو ہمارے ناموس وآبرو کا پردہ چاک کر ڈالا ہے۔ یعنی پیدائش تو اس کی مسلمان گھرانے میں ہوئی ہے لیکن اس کے افکار اور طور طریقے فرنگیوں کے سے ہیں جس کی وجہ سے ملت اسلامیہ کی آبرو مٹی میں مل گئی ہے۔

۴- ایسے امیر کارواں کا دامن تھامنا نادانی ہے۔ اس کا سینہ تو روشن دل سے خالی ہے۔ ایسے رہنما کی پیروی کرنا جس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہو' سراسر غلط بات ہے۔

۵- اس صورت حال میں ایسے رہنما کی پیروی کرنے کی بجائے تو اپنی ذات پر اعتماد/ بھروسا کر' اس لیے کہ آدمی ہرن کا شکار کبھی کسی اندھے کتے کی مدد سے نہیں کرتا۔ پہلے مصرعے کی بات اب تمثیل میں بیان ہوئی ہے۔

۶- افسوس ہے اس قوم پر (بدنصیب ہے وہ قوم) جس نے اپنی ذات سے آنکھیں بند کر لیں' ماسوا اللہ سے دل لگایا اور اپنی ذات سے تعلق توڑ لیا۔ یعنی اس نے اپنی خودی کو نہیں پہچانا' مادہ پرستی اختیار کی اور یوں اپنی حیثیت وعظمت ختم کر لی۔

۷- جب قوم/ ملت کے سینے میں خودی مر گئی (نہ رہی) تو اس کے نتیجے میں پہاڑ تنکے کی صورت اختیار کر گیا اور ہوا اسے اڑا کر لے گئی۔ خودی سے محروم قوم کی حالت تنکے کی

سی ہے جسے ہوا ادھر سے ادھر اڑائے لیے پھرتی ہے یعنی ایسی قوم انتہائی ذلت و پستی کا شکار ہو جاتی ہے۔

۸- اگرچہ اس (مسلمان) کی فطرت میں لا إلٰہ ہے، یعنی وہ کلمہ گو ہے لیکن اس (ملت) کے شکموں سے کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا۔ مطلب یہ کہ آج کا مسلمان نام کا مسلمان ہے۔ اللہ کی وحدت پر زبانی ایمان رکھتا ہے، عملاً نہیں اور یوں غیروں یا باطل قوتوں کے آگے جھک جھک جاتا ہے:

۹- (ایسا کوئی مسلمان پیدا نہ ہوا) جو یقین کی دولت سے محروم ملت کو یقین سے مالا مال کردے، جس کے سجدے سے زمین لرز اٹھے۔ یعنی جو توحید ایزدی پر عملی صورت میں ایمان کامل رکھتا ہو اور اس کے سجدے سچے جذبوں کے حامل ہونے کے باعث اپنے اندر ایک خاص قوت رکھتے ہوں۔

۱۰- (ایسا مسلمان) جو تلوار کے نیچے بھی یا تلواروں کے سائے میں بھی نعرۂ حق/نعرۂ توحید بلند کرے، اور جس کے خون سے لا إلٰہ کا پودا اگتا ہے۔ گویا وہ باطل قوتوں سے ٹکرا کر شہید ہو جاتا ہے لیکن لا إلٰہ پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ (کبھی وہ وقت تھا جب بقول علامہ):

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

۱۱- (لیکن افسوس کہ آج کے مسلمان میں) وہ سرور اور وہ عشق کی تڑپ نہ رہی اور حرم میں کوئی اہل دل باقی نہ رہا۔ یعنی مسلمانوں میں وہ پہلے سے جذبے اور پہلے سے جوش و ولولے نہیں رہے جو ان کی ایمانی قوت کے مظہر تھے۔

۱۲- اے مسلمان تو اس دنیا میں کب تک شیطان کی قید میں رہے گا۔ شیطان سے یہاں مراد انسانی نفس ہے جو انسان کو الٹی سیدھی پٹیاں پڑھا کر اسے برے اور بیہودہ اور مادہ پرستی کے کاموں پر مائل کرتا ہے۔

۱۳- با توفیق جہد اور طلب کی لذت دونوں آہِ نیم شبی کے بغیر میسر نہیں آتیں۔ لہٰذا تو رات کے پچھلے پہر خدا کی یاد میں محو ہو جا، یوں اس سے تعلق پیدا کر لے کہ اسی سے تجھے تیرا صحیح اور پہلا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۴- تو کب تک سمندر میں تنکے کی مانند زندگی بسر کرے گا۔ تو نفس پر قابو پا کر پہاڑ کی

طرح سخت ہو جا۔ گویا یہ دنیا ساحل سمندر کی طرح امن کی حامل نہیں ہے' یہ سمندری طوفانوں کی طرح ہے۔ اس (دنیا) میں رہنے کے لیے سخت جدوجہد اور سخت جانی کی ضرورت ہے۔

(۳)

۱۔ گرچہ دانا حال دل باکس نگفت　　از تو دردِ خویش نتوانم نہفت
۲۔ تا غلامم در غلامی زادہ ام　　ز آستانِ کعبہ دور افتادہ ام
۳۔ چوں بنامِ مصطفیؐ خوانم درود　　از خجالت آب می گردد وجود
۴۔ عشق می گوید کہ "اے محکومِ غیر　　سینۂ تو از بتاں مانند دیر
۵۔ تا نداری از محمدؐ رنگ و بو　　از درودِ خود میالا نامِ اوؐ"

۱۔ اگر چہ دانا آدمی نے کبھی کسی سے اپنا حال دل بیان نہیں کیا' تاہم میں تجھ (برصغیر کے غلام مسلمان) سے اپنا درد نہیں چھپا سکتا۔

۲۔ چونکہ میں غلام ہوں اور غلامی میں پیدا ہوا ہوں' اس لیے کعبہ کی چوکھٹ سے دور جا پڑا ہوں۔ اس غلامی کے باعث مجھ میں دین سے صحیح معنوں میں شغف نہیں رہا۔

۳۔ (اور یہی وجہ ہے کہ) جب میں حضرت محمد مصطفیؐ (کی ذات والاصفات) پر درود بھیجتا ہوں تو شرمندگی سے میرا وجود پانی پانی ہو جاتا ہے۔ یہ درود بس زبان سے ادا ہوتا ہے لیکن اس کے لیے جس جذبے اور خلوص کی ضرورت ہے' وہ اس غلامی کے باعث مجھ میں نہیں رہا۔ گویا میری یہ درود خوانی محض ایک کارروائی ہے۔

۴۔ عشق کہتا ہے کہ "اے غیروں کے محکوم! تیرا سینہ تو بت خانے کی مانند بتوں سے بھرا پڑا ہے۔ مطلب یہ کہ تو نے اپنے سینے/ دل میں ماسوا اللہ کو سمو رکھا ہے اور تیری یہی کیفیت حضور اکرمؐ کے بارے میں بھی ہے' یعنی تجھے حضور اکرمؐ سے صحیح معنوں میں اور عملی عشق نہیں ہے۔

۵۔ چونکہ تجھے حضرت محمدؐ سے حقیقی معنوں میں وابستگی نہیں ہے' اس لیے اپنے اس درود سے حضور اکرمؐ کے نام گرامی کو آلودہ نہ کر۔

(۴)

۱۔ از قیامِ بے حضورِ من مپرس　　از سجودِ بے سرورِ من مپرس
۲۔ جلوۂ حق گرچہ باشد یک نفس　　قسمت مردانِ آزاد است و بس

۳- مردے آزادے چو آید در سجود | در طوافش گرم رو چرخِ کبود
۴- ما غلاماں از جلالش بے خبر | از جمالِ لا زوالش بے خبر
۵- از غلامے لذتِ ایماں مجو | گرچہ باشد حافظ قرآں مجو
۶- مومن است و پیشۂ او آذری است | دین و عرفانش سراپا کافری است
۷- دربدن داری اگر سوزِ حیات | ہست معراجِ مسلماں در صلوات
۸- ور نداری خونِ گرم اندر بدن | سجدۂ تو نیست جز رسمِ کہن
۹- عید آزاداں شکوہِ ملک و دیں | عید محکوماں ہجوم مومنیں

۱- تو میرے بے حضور قیام کے بارے میں مت پوچھ اور نماز میں میرے سرور سے عاری سجدوں کے بارے میں بھی مت پوچھ۔ یعنی میرا قیام اور میری نماز دونوں خلوصِ جذبہ سے خالی ہیں۔ بظاہر میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں' لیکن ذہن الٹے سیدھے خیالوں میں کھویا ہوتا ہے۔

۲- جلوۂ حق اگرچہ ایک لحہ ہی کا ہو' تاہم وہ آزاد مردوں ہی کے مقدر میں ہے اور بس۔ دوسرے لفظوں میں غلام کی نماز بے حضور ہوتی ہے جبکہ آزاد مرد کی نماز باحضور ہوتی ہے۔

۳- جب کوئی آزاد مرد سجدے میں جاتا ہے تو یہ نیلا آسمان اس کے طواف میں تیزی سے گھومنے لگتا ہے۔ چونکہ مردِ آزاد دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو کر اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے' اس لیے یہ دنیا اس کی اس محویت سے بے حد متاثر ہوتی ہے۔

۴- ہم غلام اس (سجدے) کے جلال سے ناواقف ہیں اور اس کے لازوال جمال سے ناآشنا ہیں۔ غلاموں میں وہ جذبے پیدا ہی نہیں ہو پاتے جن کی بدولت ان کے سجدوں میں دونوں جلال اور جمال پیدا ہوں۔

۵- کسی غلام سے ایمان کی لذت تلاش نہ کر (ایسی لذت کی توقع نہ رکھ)' خواہ وہ حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو تو اس لذت کی توقع اس سے نہ رکھ۔

۶- (بات یہ ہے کہ آج کا غلام مسلمان) بظاہر صاحب ایمان ہے لیکن اس کا پیشہ بت گری ہے' اس کا دین و عرفان سب محض کافری ہے۔ (آذری بمعنی آگ ہے' یہاں آزری' ز کے ساتھ ہونا چاہیے)۔ غلامی کی وجہ سے وہ ماسوا اللہ میں کھویا رہتا ہے' اس صورت میں کیا اس کا دین و عرفان اور کیا اس کی نماز۔

۷۔ اگر تجھ میں/ تیرے بدن میں سوزِ حیات ہے تو سمجھ لے کہ نماز میں مسلمان کی معراج ہے (دیکھیے فرہنگ)۔

۸۔ اور اگر تیرے جسم میں خونِ گرم ہی نہیں تو پھر تیرا سجدہ محض ایک پرانی رسم اور مشق ہے۔ گویا یہ ایک طرح کی ورزش (Exercise) ہے، عبادت نہیں۔ خون گرم سے مراد حقیقی نور و جذبۂ عشق ہے۔

۹۔ آزاد مسلمانوں کی عید (حقیقت میں) ملک اور دین کی شان و عظمت (کی علامت) ہے، جبکہ غلاموں کی عید (نام نہاد مسلمانوں) کی بھیڑ ہوتی ہے (بھیڑ بھڑ کا ہوتی ہے)۔ ظاہر ہے جب دل حقیقی جذبوں سے خالی ہوں گے تو ایسی نماز کیا نماز ہوگی۔ ایسے جذبوں سے تو آزاد ملت ہی سرشار ہوتی ہے اور اسی کی نماز صحیح معنوں میں نماز ہوتی ہے۔

حرفے چند با امت عربیہ

(عرب قوم سے چند [سوالات اور] باتیں)

(۱)

۱۔ اے در و دشت تو باقی تا ابد — نعرۂ "لاقیصر و کسریٰ" کہ زد؟
۲۔ در جہانِ نزد و دور و دیر و زود — اولیں خوانندۂ قرآں کہ بود؟
۳۔ رمز "إلا الله" کرا آموختند؟ — ایں چراغ اول کجا افروختند؟
۴۔ علم و حکمت ریزۂ از خوانِ کیست؟ — آیۂ "فاصبحتم" اندر شانِ کیست؟
۵۔ از دمِ سیرابِ آں امی لقب — لالہ رست از ریگ صحرائے عرب
۶۔ حریت پروردۂ آغوشِ اوست — یعنی امروزِ امم از دوشِ اوست
۷۔ اوُ دلے در پیکرِ آدم نہاد — او نقاب از طلعت آدم کشاد
۸۔ ہر خداوند کہن را اوُ شکست — ہر کہن شاخ از نم او غنچہ بست
۹۔ گرمی ہنگامۂ بدر و حنین — حیدرؓ و صدیقؓ و فاروقؓ و حسینؓ
۱۰۔ سطوتِ بانگ صلوٰۃ اندر نبرد — قرأت "الصٰفّٰت" اندر نبرد
۱۱۔ تیغ ایوبیؒ نگاہِ بایزید — گنج ہائے ہر دو عالم را کلید

۱۲- عقل و دل را مستی از یک جام مے | اختلاط ذکر و فکر روم و رے
علم و حکمت، شرع و دیں، نظم امور | اندرونِ سینہ دل ہا ناصبور
حسن عالم سوز الحمرا و تاج | آں کہ از قدوسیاں گیرد خراج
ایں ہمہ یک لحظہ از اوقاتِ اوست | یک تجلی از تجلیات اوست
ظاہرش ایں جلوہ ہائے دل فروز | باطنش از عارفاں پنہاں ہنوز
"حمد بے حد مر رسولؐ پاک را | آں کہ ایماں داد مشت خاک را"

۱- اے (عرب قوم) کہ خدا کرے تیرے دشت وصحرا اور درّے ابد تک قائم رہیں۔ ''لا قیصر'' اور ''لا کسریٰ'' کا نعرہ کس ہستیؐ نے بلند کیا تھا۔ مطلب یہ کہ اے عرب قوم تو نے حضور اکرم کا دین (اسلام) قبول کرنے کے بعد باطل قوتوں کو مٹا کے رکھ دیا تھا۔ (نیز فرہنگ)۔

۲- زمان ومکاں کی حامل اس دنیا میں قرآن کریم کا اولین قاری کون تھا، یعنی عرب ہی تھا جو قرآن حضور عربی پر نازل ہوا تھا۔

۳- اِلا اللہ کی رمز کس مبارک ہستی کو قدرت کی طرف سے سکھائی گئی۔ یہ چراغ پہلے پہل کہاں جلایا گیا تھا۔ یعنی حضورؐ نے عرب میں پہلے پہل کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کہہ کر اس ملک کی عزت وعظمت میں اضافہ فرمایا تھا۔

۴- علم وحکمت کس کے دستر خوان کا ریزہ ہے۔ ''فاصبحتم'' کی آیت کس کی شان میں نازل ہوئی۔ پوری آیت یوں ہے: ''یاد کرو اللہ کا احسان جو اس نے تم پر کیا جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، مگر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی جس کی بنا پر تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔'' اے عربو! دنیا میں علم وحکمت کی روشنی تمہاری ہی پھیلائی ہوئی ہے، جس سے دنیا والوں نے بالخصوص یورپ نے اس سے خوب استفادہ کیا۔ بقول علامہؒ:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

۵- اس امی لقب (حضور اکرمؐ) کے سیراب کرنے والے دم سے عرب کے صحرا کی ریت میں لالہ کے پھول کھل اٹھے، یعنی بڑے بڑے علما، حکما اور فقرا پیدا ہوئے۔

۶- حریت نے اسی (عالی مقام) ہستی کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ اقوام کو جو مقام

آج حاصل ہے، وہ حضورؐ کے گذشتہ کل کے طفیل ہے۔ مطلب یہ کہ حضور اکرمؐ نے جو کچھ گذشتہ دور میں کیا وہ سب انسانیت کی بھلائی کے لیے کیا۔ آج انسان جس آزادی سے سرفراز ہیں وہ حضورؐ ہی کے فیض سے ہے کیونکہ آپؐ ہی نے یہ اصول دیا کہ یہ خلاف فطرت ہے کہ انسان، انسان کا غلام ہو۔

۷۔ حضورؐ نے آدمی کے پیکر/جسم کو دل کی دولت سے نوازا اور حضورؐ ہی نے انسان کے چہرے سے نقاب اٹھایا۔ یعنی آپؐ نے انسان کو تن پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی پر مائل کیا، جسم و جان دونوں کی پرورش کی تعلیم دی اور انسان کو اپنے انسان (اشرف المخلوقات) ہونے کا احساس دلایا۔

۸۔ حضورؐ نے ہر پرانے آقا/بت کو پاش پاش کر دیا اور ہر پرانی شاخ سے حضورؐ کے نم کے طفیل کلیاں پھوٹ نکلیں۔ یعنی صرف خدائے واحد کے آگے جھکنے کی تعلیم دی اور پرانے غلط نظریات مٹا دیے اور یوں انسان کو زندگی کی نئی نئی راہوں سے آشنا کیا۔

۹۔ جنگ بدر اور جنگ/غزوۂ حنین کی گرمی ہو یا حضرت حیدرؓ کرار ہوں، یا حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوں یا حضرت عمر فاروقؓ ہوں یا حضرت امام حسینؓ ہوں، سب حضورؐ کی شخصیت و کردار اور تعلیمات کے عکس کے حامل ہیں۔ حضورؐ ہی کے طفیل انہیں یہ مقام ملا۔

۱۰۔ میدانِ جنگ میں نماز کی اذان کی ہیبت ہو یا جنگ کے دوران سورۂ ''الصّٰفّٰت'' کی قرأت ہو، سب حضورؐ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ اگر جنگ میں نماز کا وقت آ جائے تو اذان کہہ کر اللہ کے حضور سربسجود ہو جاؤ۔

۱۱۔ ایوبی تلوار ہو یا بایزید کی نگاہ دونوں ہر دو جہانوں کے خزانوں کی کنجی ہیں۔ صلاح الدینؒ نے یورپ والوں کا مقابلہ کر کے اسلام کی عزت کو چار چاند لگائے جبکہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی نگاہ کی تاثیر سے ہزاروں انسانوں کے دل نور سے منور ہو گئے۔ یہ سب حضورؐ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے کیونکہ آپ ہی نے دنیا اور آخرت میں سرخ روئی و سرفرازی کی راہ دکھلائی۔

۱۲۔ پھر مولانا رومیؒ کے ذکر اور امام فخرالدین رازی کے فکر کا اختلاط گویا عقل اور دل کے لیے ایک ہی جام مے سے مستی کا سامان ہوا۔ یعنی حضورؐ نے دونوں (عقل و دل) کو کامل کیا۔ آپؐ کے فیضان سے عقل اور عشق دونوں مراد پا گئے۔ علامہ کے بقول: ع

عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

۱۳۔ یہ علم و حکمت، شرع اور دین اور نظم امور یہ سب کیا ہے؟ یہ سب حضورؐ ہی کی تعلیمات کے نتیجے میں واضح ہوئے اور حضورؐ ہی کی نگاہِ مبارک کے فیضان سے سینوں کے اندر ناصبور دل پیدا ہوئے، یعنی جذبۂ عشق سے سرشار ہوئے۔

۱۴۔ الحمرا اور تاج محل کی عالم سوز خوبصورتی جو فرشتوں سے بھی خراج تحسین وصول کرتی ہے (فرہنگ دیکھیے) یہ اور وہ سب کچھ (جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے) حضورؐ ہی کے لحات میں سے ایک لحظہ کی صورت ہیں اور حضورؐ اکرم ہی کی تجلیات میں سے ایک تجلی کی شکل ہیں۔ گویا دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی مومن یا مومنوں نے اپنی داخلی شخصیت کا اظہار کیا ہے، وہ خواہ کردار و عمل کی صورت میں ہو، خواہ اس کے فکر و خیال میں اور اس کے ہنر و فن میں ہو، سبھی حضورؐ ہی کے فیضان کا ایک معمولی حصہ ہے۔

۱۶۔ حضورؐ کا ظاہر تو ان دلفریب جلووں کی صورت میں نمایاں ہے جبکہ حضورؐ کا باطن ابھی عارفوں سے بھی مخفی ہے۔ یعنی جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے، اس کا تعلق حضورؐ کے ظاہری حسن و تجلی سے ہے، لیکن حضورؐ کے باطن کو علما و حکما تو ایک طرف عارف بھی کما حقہٗ نہیں جان سکے۔

۱۷۔ حضور رسولؐ پاک کی بے حد خاص حمد ہے جن کی ذاتِ گرامی نے مشت خاک یعنی انسان کو ایمان ایسی دولت سے نوازا۔ یہ شعر مشہور فارسی شاعر فریدالدین عطارؒ کی مثنوی ''پندنامہ'' کا پہلا شعر ہے جسے علامہ نے تھوڑا سا بدلا ہے۔ اصل شعر یوں ہے:

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آن کہ ایماں داد مشت خاک را

(۲)

۱۔ حق ترا براں تر از شمشیر کرد — ساربان را راکب تقدیر کرد
۲۔ بانگ تکبیر و صلوٰت و حرب و ضرب — اندراں غوغا کشاد شرق و غرب
۳۔ اے خوش آں مجذوبی و دل بردگی — آہ زیں دل گیری و افسردگی
۴۔ کارِ خود را امتاں بردند پیش — تو ندانی قیمت صحرائے خویش
۵۔ امتے بودی امم گردیدہ ای — بزم خود را خود ز ہم پاشیدہ ای
۶۔ ہر کہ از بند خودی وارست، مرد — ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مرد

۷۔ روحِ پاک مصطفیٰ آمد بہ درد　　آنچہ تو با خویش کردی کس نکرد
۸۔ فتنہ ہا در آستین او نگر　　اے ز افسونِ فرنگی بے خبر
۹۔ از فریب او اگر خواہی اماں　　اشترانش را ز حوضِ خود براں
۱۰۔ حکمتش ہر قوم را بیچارہ کرد　　وحدتِ اعرابیاں صد پارہ کرد
۱۱۔ تا عرب در حلقہ دامش فتاد　　آسماں یک دم اماں او را نداد

۱۔ خدا نے تجھے (عرب قوم) تلوار سے بھی زیادہ کاٹ دار بنایا۔ اس (خدا) نے ساربان کو تقدیر کا راکب بنایا۔ مطلب یہ کہ حضور اکرمؐ کے وجودِ مبارک اور آپؐ کی تعلیم و تربیت کے فیض نے تم بدوؤں کو ایک عظیم اور فاتح قوم بنا دیا اور یوں تم نہ صرف اپنے بلکہ دوسری قوموں کی بھی تقدیر بدلنے والے بن گئے۔

۲۔ نعرۂ تکبیر اور نماز اور جہاد و قتال کے ہنگاموں میں مشرق و مغرب کے مقدر کی کشاد تھی۔ یعنی تم (اہل عرب) نے جہاد کے ذریعے اللہ کے معبودِ مطلق ہونے سے متعلق دنیا والوں کو آگاہ کیا۔

۳۔ کیا خوب تھا وہ تمہارا (اللہ کی راہ میں) جذب و استغراق اور دل ربائی، یعنی جہاد میں تم جہاں کہیں جاتے لوگ تمہارے دین (دین اسلام) اور تمہارے طرزِ عمل سے بہت متاثر ہوتے، لیکن افسوس ہے تمہاری آج کی دل گرفتگی اور افسردگی پر۔ گویا تم میں وہ پہلے سے جذبے نہیں رہے اور آج تم اپنے طرزِ عمل کی بنا پر پستی کا شکار ہو۔

۴۔ دوسری قومیں اپنے کام میں بہت آگے بڑھ گئیں، بہت ترقی کر گئیں لیکن تجھے (عرب قوم) اپنے صحرا کی قیمت ہی معلوم نہیں۔ اسی صحرا میں حضور اکرمؐ کا وجود مبارک تھا، جن کی تعلیمات و تربیت اور صحبت نے تمہیں ایک متحد اور قوی و غالب قوم بنایا تھا۔ آج تم اپنی اس عظمت ہی سے بے خبر ہو۔

۵۔ اے اہل عرب تم ایک متحد قوم تھے جبکہ آج تم کئی قوموں میں بٹ گئے ہو اور یوں تم نے اپنی جماعت/ ہجوم کو خود ہی منتشر کر دیا۔ تفرقہ و انتشار کا شکار ہو کر کئی فرقے یا گروہ بن گئے ہو۔

۶۔ (حقیقت یہ ہے کہ) جو کوئی بھی خودی کے بندھن/ قید سے نکل گیا وہ مر/ مٹ گیا، جو کوئی غیروں (دوسری قوموں) سے وابستہ ہو گیا، وہ اپنی شناخت کھو بیٹھا۔ گویا تم نے اپنی شناخت و عظمت کو قائم و برقرار رکھنے کی بجائے فرنگیوں (انگریزوں) کی سی

سیاسی اور تہذیبی و معاشرتی زندگی اپنالی اور یوں اپنا مقام کھو دیا۔

۷- تو/تم نے جو کچھ اپنے ساتھ کیا کسی نے بھی نہ کیا ہوگا۔ تیری/تمہاری اس روش نے حضور اکرمؐ کی روح پاک کو آزردہ کر دیا ہے۔ حضور اکرمؐ کی بدولت تم ایک عظیم قوم بنے تھے، جس کی اہلیتوں اور جذبوں سے دوسرے بھی مستفید و سرفراز ہوئے لیکن آج تم خود ہر خوبی و قوت سے عاری اور یوں دوسروں کے محتاج ہو کر رہ گئے ہو۔

۸- اے کہ تو فرنگی کے سحر سے بے خبر ہے، ذرا اس کی آستین دیکھ جس میں ہزاروں تباہیاں/فتنے پوشیدہ ہیں۔ فرنگی اپنی عیاری و مکاری سے تمہیں آپس میں لڑا کر تم میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں اور یوں تم پر اپنی گرفت مضبوط کر رہے ہیں۔

۹- اگر تو اس (فرنگی) کے فریب سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو اپنے حوض سے اس کے اونٹوں کو بھگا دے۔ یعنی فرنگی کے افکار و نظریات کو دل سے نکال دے اور اسے اپنے امور میں دخل دینے کا موقع نہ دے۔

۱۰- اس (فرنگی) کی تدبیر اور چالوں نے (صرف تمہیں ہی نہیں) ہر قوم کو بے بس کر ڈالا ہے۔ اسی نے عربوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

۱۱- جب سے عرب اس کے حلقہ دام (فریب و عیاری) میں پھنسے ہیں، آسمان نے انہیں ایک پل کے لیے بھی امان نہیں دی، یعنی وہ مسلسل مصائب و آلام کا شکار ہیں۔

۱۲- عصر خود را بنگر اے صاحب نظر — در بدن باز آفریں روح عمرؓ
۱۳- قوت از جمعیت دین مبیں — دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں
۱۴- تا ضمیرش رازدانِ فطرت است — مردِ صحرا پاسبان فطرت است
۱۵- سادہ و طبعش عیار زشت و خوب — از طلوعش صد ہزار انجم غروب
۱۶- بگذر از دشت و در و کوہ و دمن — خیمہ را اندر وجودِ خویش زن
۱۷- طبع از باد بیاباں کردہ تیز — ناقہ را سر دہ بمیدانِ ستیز
۱۸- عصر حاضر زادۂ ایام تست — مستی او از مے گلفام تست
۱۹- شارح اسرارِ او تو بودہ ای — اولیں معمارِ او تو بودہ ای
۲۰- تا بہ فرزندی گرفت او را فرنگ — شاہدے گردید بے ناموس و ننگ
۲۱- گرچہ شیریں است و نوشیں است او — کج خرام و شوخ و بے دیں است او
۲۲- مردِ صحرا! پختہ تر کن خام را — بر عیارِ خود بزن ایام را

۱۲- اے صاحب نظر اپنے عصر/ زمانے کو دیکھ (اور اسے پیش نظر رکھتے ہوئے) پھر سے اپنے جسم میں حضرت عمرؓ کی سی روح پیدا کر۔ مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ کے دور کی طرح کفار پر رعب طاری ہو' عدل وانصاف کا دور دورہ ہو اور لوگوں کو خدا سے وابستگی کی طرف لایا جائے تا کہ وہ اس طرح ایک باعظمت اور بے خوف زندگی بسر کریں۔

۱۳- قوت' دین مبین کی جمعیت ہی کی بدولت تجھے حاصل ہوگی۔ دین سراسر عزم اور اخلاص و یقین کا نام ہے۔ گویا دین سراپا عزم ہے اور کسی بھی امر میں کامیابی کے لیے پختہ عزم وارادہ ضروری ہے۔ پھر اسے' اس یقین پر کہ کامیابی ہوگی' پورے خلوص سے عمل میں لایا جائے۔

۱۴- چونکہ مردِ صحرا کا ضمیر فطرت کا رازدان ہوتا ہے' اس لیے وہ فطرت کا پاسبان ہوتا ہے۔ یعنی اس میں ایسی اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے' جس کی بنا پر وہ ایسا دین ومعاشرہ وجود میں لاتا ہے جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے۔

۱۵- وہ (مردِ صحرا) سادہ ہوتا ہے اور اس کی طبیعت اچھے برے کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے طلوع سے لاکھوں ستارے غروب ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہر طرح کے باطل اور غلط قسم کے افکار واعمال ختم ہو جاتے ہیں۔

۱۶- (تو اب ایسا کر کہ) دشت و در اور کوہ و وادی سے گزر جا اور اپنے وجود کے اندر خیمہ لگا لے۔ مطلب یہ کہ خارج کی دنیا سے توجہ ہٹا کر اپنے من میں ڈوب جا' اپنی خود کو پہچان اور یوں غفلت و کوتاہی سے نکل کر پھر وہی حضور اکرمؐ والا دور لانے کی کوشش کر تا کہ نہ صرف تو بلکہ دوسری قومیں بھی اس عظیم ماحول سے فائدہ اٹھائیں۔

۱۷- اپنی طبیعت میں بیاباں کی ہوا سے تیزی پیدا کر کے اونٹنی کو میدانِ کارزار/ جنگ کی طرف روانہ کردے۔ میدانِ جنگ سے یہاں مراد عام جنگ کا میدان نہیں بلکہ حق و باطل کی جنگ کا میدان ہے اور یہ جنگ آج دنیا میں پوری طرح چھڑی ہوئی ہے۔

۱۸- موجودہ دور (اپنے علوم وفنون کے سلسلے میں) تیرا ہی مرہون منت ہے۔ اس کی مستی تیری ہی سرخ شراب کے طفیل ہے۔ یعنی آج یورپ تیرے ہی علوم وفنون سے استفادہ کر کے موجودہ ترقی کو پہنچا ہے ورنہ اس سے پہلے تو وہ ازمنۂ مظلمہ (Dark Ages) میں ڈوبا ہوا تھا۔ علامہ کا درج ذیل شعر اسی حوالے سے ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

۱۹- پہلے پہل اس کے بھیدوں کی تشریح/شرح کرنے والا تو ہی رہا ہے۔ اس کا پہلا معمار تو ہی رہا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ علوم وفنون اور افکار ونظریات وغیرہ جو تو نے اندلس اور بعض دوسرے علاقوں کی وساطت سے یورپ تک پہنچائے انہی سے استفادہ کرتے ہوئے' تاریک ادوار میں ڈوبے ہوئے' اہل یورپ نے خود کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر اپنی شاندار ترقی کا سامان کیا۔ (علامہ کا مذکورہ شعر)۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے ان علوم وفنون کی خوبیوں کو نکال کر ان کی جگہ عیب داخل کر دیے۔ اگر وہ (اہل یورپ) تمہارے علوم وفنون کو صحیح صورت میں اپناتے تو وہاں آج اس قسم کا غیر انسانی معاشرہ نہ ہوتا۔

۲۰- جب سے فرنگ نے اس کو اپنی فرزندی میں لے لیا ہے یعنی اس پر اپنی گرفت کی ہے اسے اپنایا ہے اس معاشرے نے ننگ وناموس سے عاری ایک حسینہ کا روپ دھار لیا ہے۔ مطلب یہ کہ ظاہر تو روشن ہے لیکن باطن تاریک ہو گیا ہے۔

۲۱- اگر چہ وہ (یورپی معاشرہ) محبوب میٹھا اور شیریں ہے اور شہد کی صفات کا حامل ہے لیکن ہے وہ ٹیڑھی چال چلنے والا اور شوخ اور بے دین ہے۔ مطلب یہ کہ وہ دین کی بجائے صرف دنیا کا قائل ہے' ملحد ہے' اسے خدا کا کوئی خوف نہیں اور جو اس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے۔ اس کے اس قسم کے اعمال حقیقی انسانیت کے نام پر بہت بڑا دھبا ہیں۔

۲۲- اے صحرا نشین (عرب) اپنی کوتاہیوں کو دور کر کے خود کو پھر سے قوت و جبروت کا حامل بنا۔ زمانے کو اپنی کسوٹی پر پرکھ۔ یعنی تو پھر سے اپنے کردار و عمل سے وہ حضور اکرمؐ والا دور لانے کی کوشش کرتا کہ دنیا سے پھر لادینیت اور غیر انسانی افعال کا خاتمہ ہو' باطل قوتوں کو مٹا کر توحید ایزدی کی طرف انسانوں کو لا' اور یہ جبھی ممکن ہو گا جب تو اپنی خامیوں وغیرہ کو دور کر کے صحیح اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھے گا۔

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق

(۱)

۱۔ آدمیت زار نالید از فرنگ | زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
۲۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق؟ | باز روشن می شود ایام شرق
۳۔ در ضمیرش انقلاب آمد پدید | شب گذشت و آفتاب آمد پدید
۴۔ یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد | زیر گردوں رسم لادینی نہاد
۵۔ گرگے اندر پوستین برۂ ے | ہر زماں اندر کمین برۂ ے
۶۔ مشکلات حضرت انساں ازو است | آدمیت را غم پنہاں ازو است
۷۔ در نگاہش آدمی آب و گل است | کاروانِ زندگی بے منزل است

۱۔ انسانیت فرنگیوں کے ہاتھوں بہت ہی روئی/ نالاں ہوئی۔ زندگی نے ان فرنگیوں سے ہنگامہ حاصل کیا یا ان کی عیاری کے باعث زندگی صحیح جوش و جذبہ ہی سے عاری ہوگئی۔ مطلب یہ کہ فرنگی تہذیب و افکار نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے جس کے باعث انسانیت پر غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور ہر طرف بے سکونی اور افراتفری کا دور دورہ ہے۔

۲۔ تو ایسی حالت میں اے مشرقی اقوام کیا کرنا چاہیے۔ مشرق کا دور پھر سے تابناک ہو رہا ہے۔ یا ایسا عمل اختیار کیا جائے جس سے ہمارا (مشرق کا) دور پھر سے تابناک ہو جائے۔

۳۔ اس کے ضمیر میں انقلاب رونما ہو گیا' اس کی تاریکی چھٹ گئی اور سورج طلوع ہو گیا۔ اس سے مراد اگر مشرق ہے تو واضح ہے کہ اہل مشرق اپنی آزادی و ترقی کے لیے سرگرم عمل ہو گئے ہیں اور یوں وہ غلامی اور پستی سے نکل رہے ہیں۔ اگر یورپ مراد ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ یورپ والے تو پستی و زوال سے نکل کر ترقی کی روشنی میں آ گئے۔

۴۔ لیکن وہ یعنی یورپ اپنی ہی تلوار سے زخمی/گھائل ہو گیا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آسمان کے نیچے یعنی دنیا میں اس نے لادینی کی رسم ڈالی۔ گویا اس نے ترقی تو ضرور کی لیکن امورِ سلطنت کے نظام میں دین سے لاتعلقی اختیار کر کے اپنے معاشرے میں کئی خرابیوں کی بنیاد رکھ دی۔

۵- وہ تو بکری کے بچے/میمنے کی کھال میں ایک ایسا بھیڑیا ہے جو ہر لحظہ کسی میمنے ہی کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ یورپ نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی ہے جس میں بظاہر انسان ہیں لیکن جو دوسرے کمزور انسانوں یعنی قوموں پر غلبہ پا کر ان کا خون چوسنے میں لگے رہتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ جائز ہے۔

۶- آج حضرت انسان کی تمام مشکلوں کا ذمہ دار وہی ہے اور آدمیت کے لیے وہ اندر کا روگ بنا ہوا ہے۔ یورپ کے لادینی نظام کے باعث انسانیت مختلف پوشیدہ غموں کا شکار ہے۔ انسانیت کی قدروں اور احترام کا بظاہر ڈھونڈورا پیٹا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ احترام سے محروم اور حیوانیت کی صورت اختیار کر رہی ہے۔

۷- یورپی معاشرہ میں آدمی گویا محض پانی مٹی کا ایک پتلا ہے اور اس کی زندگی کا قافلہ بس یونہی اور بے مقصد چل رہا ہے۔ اس کی جسمانی آسایشوں کی طرف توجہ ہے لیکن روحانیت کی طرف کوئی توجہ نہیں، جس کی بدولت ایک آدمی صحیح معنوں میں اور ایک حقیقی انسان بنتا ہے۔

(۲)

۱- ہر چہ می بینی ز انوارِ حق است — حکمت اشیا ز اسرارِ حق است
۲- ہر کہ آیاتِ خدا بیند حر است — اصل این حکمت ز حکم "انظر" است
۳- بندۂ مومن ازو بہروز تر — ہم بہ حالِ دیگراں دل سوز تر
۴- علم چوں روشن کند آب و گلش — از خدا ترسندہ تر گردد دلش
۵- علم اشیا خاک ما را کیمیاست — آہ! در افرنگ تاثیرش جداست
۶- عقل و فکرش بے عیارِ خوب و زشت — چشم او بے نم، دلِ او سنگ و خشت
۷- علم ازو رسواست اندر شہر و دشت — جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت
۸- دانش افرنگیاں تیغے بدوش — در ہلاکِ نوعِ انساں سخت کوش
۹- با خساں اندر جہانِ خیر و شر — در نسازد مستی علم و ہنر
۱۰- آہ از افرنگ و از آئین او — آہ از اندیشۂ لادین او
۱۱- علم حق را ساحری آموختند — ساحری نے، کافری آموختند
۱۲- ہر طرف صد فتنہ می آرد نفیر — تیغ را از پنجۂ رہزن بگیر
۱۳- اے کہ جاں را باز می دانی ز تن — سحر این تہذیب لادینے شکن

۱۴۔ روح شرق اندر تنش باید دمید تا بگردد قفل معنی را کلید
۱۵۔ عقل اندر حکم دل یزدانی است چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

۱۔ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے، سب انوارِ حق ہیں۔ اشیا کی حکمت، حق کے اسرار میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ اس کائنات میں جو کچھ ہے، سب اللہ کی تجلیات کا حامل ہے۔ خود ارشادِ خداوندی ہے کہ "میں زمینوں اور آسمانوں کا نور ہوں۔" بقول سعدی:

برگِ درختانِ سبز پیش خداوند ہوش
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(سبز درختوں کا ہر ہر پتا ایک صاحب دانش و بینش کے لیے اس کردگار کی معرفت کی ایک ایک کتاب ہے) لیکن فرنگ نے اس کائنات کا مادی تصور پیش کر کے فتنوں کا سامان کر دیا۔

۲۔ جو کوئی کائنات میں اللہ کی نشانیاں دیکھ لے وہ مردِ حر ہے (مردِ درویش و قلندر ہے)۔ اس حکمت کی اصل/ بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے: "اونٹ کو دیکھ کہ ہم نے اسے کس طرح کا پیدا کیا ہے۔" مطلب یہ کہ انسان کو چاہیے کہ وہ نظامِ فطرت کا بغور مطالعہ کرے۔ اس مطالعہ سے انسان صرف اللہ کی طرف متوجہ اور اس سے وابستہ رہتا ہے، باقی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۳۔ (اسی مطالعہ کی بنا پر) مردِ مومن بہت خوش بخت/ خوشحال بن جاتا ہے اور وہ دوسروں کے معاملے میں بھی بے حد خیر خواہ اور ہمدرد بن جاتا ہے۔ یعنی اللہ سے وابستگی کی بنا پر وہ اللہ کی مخلوق سے پیار اور محبت کرتا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے جو انسانیت کی عظمت کی دلیل ہے۔ ایک پنجابی صوفی کے بقول: ع

یار دی گلی دے کتے سینے نال لاندا جائیں

بقول رومی:

دل بدستِ آور کہ حجِ اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

۴۔ علم جب مردِ مومن کے وجود کو منور/ روشن کرتا ہے تو اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ خدا خوفی کا حامل بن جاتا ہے۔ خدا کا خوف رکھنے والا دنیا کے ہر طرح کے خوف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔

۵- اشیا کا علم ہماری خاک کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے' لیکن افسوس کہ یورپ میں اس کی تاثیر کچھ اور ہی ہے۔ یہ علم مردِ مومن میں خدا کے وجود کا یقین کامل پیدا کرتا ہے جس سے معاشرے میں تعمیری صورت حال پیدا ہوتی ہے لیکن اہل یورپ کا سارا زور مادیت پر ہے جو انسانی معاشرے کی تخریب کا باعث بنتی اور حیوانوں کی سی زندگی کی طرف لاتی ہے۔

۶- فرنگ/ یورپ کی عقل و فکر' نیکی و بدی (اچھائی اور برائی) کی تمیز/ پہچان ہی سے عاری ہے' یہی وجہ ہے کہ وہ رقت قلب سے محروم اور اس کا دل پتھر اور اینٹ کی مانند سخت ہے۔

۷- علم اس کے ہاتھوں شہروں اور جنگلوں میں رسوا ہوا ہے۔ اس کی صحبت سے جبریل پر بھی گویا ابلیسیت کی چھاپ لگ گئی ہے۔ مطلب یہ کہ یورپ والے کچھ اس حد تک پست اخلاقی میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اگر کوئی فرشتہ بھی ان کی صحبت میں بیٹھ جائے تو وہ بھی شیطان بن جائے گا۔

۸- اہل مغرب کی دانش تو ایسے ہی ہے جیسے کندھے پر تلوار ہو۔ وہ بنی نوع انسان کی ہلاکت میں پورے زور سے کوشاں ہے۔ ان کی سائنسی ایجادات انسان و انسانیت کی تعمیر کی بجائے اس کی تخریب و ہلاکت کا باعث بن رہی ہیں۔ اکثر ایجادات جنگ کے حوالے سے ہیں۔

۹- اس خیر و شر کی دنیا میں علم و ہنر کی مستی گھٹیا اور پست لوگوں/ قوموں کے ساتھ موافقت نہیں کرتی۔ یورپ والوں نے اپنی سائنس/ اپنے سائنسی علوم سے انسانوں کی روحانی اور جسمانی ہلاکت کا سامان کیا ہے اور فساد کو ہوا دے رکھی ہے۔

۱۰- افسوس ہے اہل مغرب پر اور ان کے آئین پر' افسوس ہے ان کی لادینی سوچ پر کہ جو انسانی معاشرے میں تخریب و فساد کا باعث بن رہی ہے۔

۱۱- یورپ والوں نے تو علم حق کو بھی جادوگری سکھادی (اسے جادوٹونا بنادیا ہے)' جادو ٹونا نہیں بلکہ کافری سکھادی۔ گویا سب کو مادہ پرست اور بے دین بنادیا۔

۱۲- ہر طرف سیکڑوں فتنے سر اٹھائے کھڑے ہیں' تو (مشرقی اقوام) لٹیرے کے ہاتھ سے تلوار چھین لے۔ یورپ کی سائنسی ایجادات اور مادی نظریات و فلسفیانہ افکار ہر طرف انسانیت کی تباہی کر رہے ہیں۔ اے مشرقی قوموں بیدار ہو کر یورپ کے خلاف ڈٹ جاؤ اور انسانیت کو بچاؤ۔

۱۳۔ تو جو روح اور جسم میں امتیاز/فرق سے باخبر ہے، اس لادین تہذیب کا طلسم پاش پاش کر دے/توڑ ڈال۔ یہ تہذیب تو جسم کی پرورش کرتی اور روح سے بیگانہ کرتی ہے۔

۱۴۔ اس (مشرق) کے بدن میں مشرقی روح پھونکنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ حقیقت کے تالے کی چابی بن جائے۔ مشرق کے مسلمانوں نے پہلے بھی دنیا کو حقیقی/صحیح علم وفن اور دانش وحکمت اور جسم وروح کی صحیح تعلیم دی تھی، اب پھر ضرورت ہے کہ وہ انسانی فلاح و بہبود کے مکان پر مغربی سائنس ونظریات نے جو تالا لگا رکھا ہے، اسے خدا اور رسولؐ اکرم کے پیغام کی چابی سے کھول دیا جائے تاکہ انساں سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔

۱۵۔ عقل اگر دل سے وابستہ رہ کر کام کرے تو وہ دانش نورانی ہے لیکن اگر وہ دل سے تعلق توڑ لے تو وہ دانش شیطانی ہے۔ یعنی عشق کے تابع رہنے والی عقل راہ حق بتانے والی اور حق تک پہنچانے والی ہے جبکہ عشق سے خالی عقل دانش برہانی یعنی شیطان کی طرح دلیلوں سے کام لینے والی اور موجودہ معاشرتی بگاڑ کا باعث ہے۔

(۳)

۱۔ زندگانی ہر زماں در کش مکش　　عبرت آموز است احوالِ حبش

۲۔ شرعِ یورپ بے نزاعِ قیل و قال　　برۂ را کرد است بر گرگاں حلال

۳۔ نقشِ نو اندر جہاں باید نہاد　　از کفن دُزداں چہ امید کشاد

۴۔ در جنیوا چیست غیر از مکروفن　　صید تو ایں میش و آں نخچیر من

۵۔ نکتہ ہا کو می نہ گنجد در سخن　　یک جہاں آشوب و یک گیتی فتن

۱۔ زندگی ہر لمحہ کش مکش سے دوچار ہے، چنانچہ حبشہ کے حالات اپنے اندر عبرت کا سامان لیے ہوئے ہیں۔ یورپ والوں نے دنیا بھر میں، مختلف صورتوں میں، دنگا فساد برپا کر رکھا ہے جس کی ایک مثال حبشہ کی ہے (فرہنگ دیکھیے)۔

۲۔ اس قسم کے واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یورپی قوانین کسی بحث وتکرار اور مقدمے/جھگڑے میں پڑے بغیر بھیڑ بکری کے بچے کو بھیڑیوں کے لیے حلال قرار دے رہے ہیں۔ یعنی یورپ والوں کے نزدیک کمزور قوموں پر اپنا تسلط جمانا اور لوٹ مار کرنا جائز ہے۔

۳۔ (اب ضرورت اس امر کی ہے کہ) دنیا میں ایک نیا نقش قائم کیا جائے، اس لیے کہ کفن

چوروں سے خیر و فلاح کی کوئی امید نہیں۔اس میں اشارہ ہے جمعیت اقوام کی طرف جسے علامہ نے ایک قطعہ میں کفن چوروں سے تشبیہ دی ہے' جنھوں نے قبروں کی باہمی تقسیم کے لیے یہ انجمن (لیگ آف نیشنز) بنائی ہے۔ مطلب یہ کہ یورپ کے غیر انسانی اور لوٹ مار کے نقوش/انداز مٹا کر اسلام کے زبردست انسانیت کے حامل نقوش ثبت کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ جنیوا میں مکر وفریب کے سوا اور ہے ہی کیا! یہی نا کہ یہ بھیڑ تیرا مال اور وہ بھیڑ میرا مال۔(فرہنگ دیکھیے)۔

۵۔ وہ نکتے (گہری باتیں) جنہیں الفاظ کی صورت میں بیان نہیں کیا جاسکتا' اگر انہیں (یورپ کی عیاری و مکاری کے انداز) بیان کردوں تو دنیا بھر کے لیے یعنی بہت زیادہ فتنہ وآشوب کا باعث بن جائیں۔

(۴)

۱۔ اے اسیر رنگ پاک از رنگ شو — مومن خودٗ کافر افرنگ شو

۲۔ رشتۂ سود و زیاں در دست تست — آبروئے خاوراں در دست تست

۳۔ ایں کہن اقوام را شیرازہ بند — رایت صدق و صفا را کن بلند

۴۔ اہل حق را زندگی از قوت است — قوتِ ہر ملت از جمعیت است

۵۔ رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں — قوتِ بے رائے جہل است وجنوں

۱۔ (اے مسلمان!) تو جو رنگ و نسل کا اسیر ہے۔ اس (رنگ و نسل اور وطن کے چکر) سے آزاد ہوجا۔اپنی خودی کو پہچان اور یورپ کا منکر بن جا۔یعنی ایک متحد قوم بن کر انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کر۔

۲۔ نفع اور نقصان کا دھاگا/معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔مشرق/اہل مشرق کی عزت و آبرو تیرے ہاتھ میں ہے۔گویا بیدار ہوجا اور اسلام کے پیغام وتعلیمات پر عمل پیرا ہوکر دنیا میں اس کی اشاعت کر اور یوں دنیا والوں کی' ان ظالموں کے ہاتھوں پہنچنے والے غم وآلام سے نجات کا سامان کر۔

۳۔ مشرق کی ان پرانی قوموں کی شیرازہ بندی کر اور صدق وصفا کا پرچم بلند کر۔مسلمانوں کو' جو اس وقت انتشار کا شکار ہیں' اتحاد واتفاق کی طرف لا کر ایک جماعت بنادے اور راستی وپاک باطنی پھیلا کر دنیا سے نفاق اور فریب ومکاری کا خاتمہ کردے۔

۴۔ اہل حق کی زندگی قوت سے ہے اور یہ قوت کسی قوم کی جمعیت ہی سے پیدا ہوتی ہے' لہٰذا تو بھی سب کو ایک مرکز کی طرف لاتا کہ باہمی یگانگت بھی پیدا ہو اور اتفاق و اتحاد کی بدولت تجھ/قوم میں ایسی قوت و دبدبہ پیدا ہو کہ کوئی بھی باطل قوت/ابلیسی قوت تمہاری طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکے۔

۵۔ قوت نہ ہو تو رائے محض مکر و فسون ہے اور بغیر رائے کے قوت' جہالت و دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔ رائے اچھی ہو اور اس کے منوانے کے لیے قوت نہ ہو تو وہ بیکار اور بے فائدہ ہے اور اگر قوت ہو لیکن رائے اچھی نہ ہو تو وہ بھی بیکار ہے' لہٰذا تو اچھی رائے اور قوت دونوں پیدا کر تا کہ انہیں ہر کوئی تسلیم کر لے۔

(۵)

۱۔ سوز و ساز و درد و داغ از آسیاست	ہم شراب و ہم ایاغ از آسیاست
۲۔ عشق را ما دلبری آموختیم	شیوۂ آدم گری آموختیم
۳۔ ہم ہنر ہم دیں ز خاکِ خاور است	رشکِ گردوں خاکِ پاکِ خاور است
۴۔ وا نمودیم آنچہ بود اندر حجاب	آفتاب از ما و ما از آفتاب
۵۔ ہر صدف را گوہر از نیسانِ ماست	شوکتِ ہر بحر از طوفانِ ماست
۶۔ روحِ خود در سوزِ بلبل دیدہ ایم	خونِ آدم در رگِ گل دیدہ ایم
۷۔ فکرِ ما جویائے اسرارِ وجود	زد نخستیں زخمہ بر تارِ وجود
۸۔ داشتیم اندر میانِ سینہ داغ	برسر راہے نہادیم ایں چراغ
۹۔ اے امینِ دولتِ تہذیب و دیں	آں یدِ بیضا بر آر از آستیں
۱۰۔ خیز و از کارِ امم بکشا گرہ	نشۂ افرنگ را از سر بنہ
۱۱۔ نقشے از جمعیتِ خاور فگن	واستاں خود را ز دستِ اہرمن

۱۔ سوز و ساز اور درد و داغ ایشیا والوں ہی کا خاصہ ہے۔ شراب بھی انہی (اہل ایشیا) کی ہے اور پیالہ بھی انہی کا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس میں مسلمان رہتے ہیں اور زندگی کی حقیقتوں سے' اسلام کی تعلیمات کی بدولت' وہی آگاہ ہیں۔ شراب سے مراد حقیقی زندگی ہو سکتی ہے۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ زندگی کے حقیقی اور فطری پیغام کے حامل ہیں۔

۲۔ عشق کو دلبری ہم (ایشیا والوں یعنی مسلمانوں) نے سکھائی ہے۔ آدم گری کا انداز بھی

ہمارا ہی سکھایا ہوا ہے۔ گویا ہم مسلمانوں نے عشق حقیقی کی طرف لوگوں کو مائل کر کے ان میں انسانیت کے جذبہ ہائے صادق پیدا کیے' جبکہ یورپ کے عشق نے حرص و ہوس کو پھیلایا اور انسانوں کو انسانیت سے دور کر دیا۔

۳- ہنر بھی اور دین بھی مشرق ہی کی سرزمین سے پھوٹے ہیں۔ مشرق کی خاک پاک آسمان کے لیے بھی باعث رشک ہے۔ مطلب یہ کہ صرف اسلام ہی نہیں دوسرے مذاہب کا سرچشمہ بھی مشرق ہے۔ دنیا بالخصوص یورپ کو بھی' جو جہالت کی اتھاہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا' ہم صحیح حکمت و دانش اور ہنر و فن کی طرف لائے۔ یہاں انبیا پیدا ہوئے جن کے باعث اس سرزمین کی عظمت و سربلندی آسمان سے بھی بڑھ گئی۔

۴- جو کچھ پردے میں تھا اسے ہم نے باہر نکال کے رکھ دیا/ سامنے کر دیا۔ سورج ہمارا ہے اور ہم سورج کے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے نتیجے میں ہم نے لوگوں کو اس ذات حق کی' جو پردے میں ہے یا سامنے نہیں ہے' معرفت سے آگاہ کیا کہ کائنات کی ہر ہر شے میں وہ جلوہ گر ہے۔ جب انسان خود میں خدائی صفات پیدا کر لیتا ہے تو وہ خدا کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے۔ گویا وہ بندہ ہوتے ہوئے مولا صفات بن جاتا ہے۔ اس بات کو سورج کے استعارے میں بیان کیا ہے۔

۵- ہر سیپی کا موتی ہمارے ہی ابر نیساں سے وجود میں آیا ہے۔ ہر سمندر کی شان و شوکت ہمارے ہی طوفان کی مرہون منت ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں پھیلے ہوئے علوم و فنون ہمارے ہی پھیلائے ہوئے ہیں اور یہ کہ دنیا میں جہاں کہیں نور دانش اور خوبی ہے وہ اسلام ہی کی بدولت ہے۔

۶- ہم نے اپنی روح بلبل کے سوز میں دیکھی ہے اور رگ گل میں انسانی خون کا نظارہ کیا ہے۔ یعنی قریباً وہی چوتھے شعر والی بات کہ ہم نے دنیا کو بتایا ہے کہ کائنات کے ہر ذرے میں وہ ذات جلوہ فرما ہے' ایسی صورت حال میں انسانوں میں تفریق کی بجائے محبت و یگانگت کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے' نہ یہ کہ باہم برسر پیکار رہیں۔ جب آدمی کو ہر شے میں نور حق کا مشاہدہ ہوگا تو وہ نہ صرف اپنی زندگی کو سنوارے گا اور شیطنت سے بچے گا بلکہ اس سے معاشرہ بھی فیضیاب ہو کر ایک مثالی معاشرہ بن جائے گا۔

۷- ہماری قوت فکر وجود کے اسرار کی جویا ہے۔ ہماری ہی (مسلمانوں کی) فکر نے وجود

کے ساز کے تار پر مضراب لگائی تھی۔ مشرق کے مسلمانوں یعنی عارفوں نے سب سے پہلے کائنات اور اس کے رازوں سے یہ کہہ کر پردہ اٹھایا تھا کہ اس میں نور حق جلوہ فرما ہے' اور یوں لوگوں/ انسانوں کو خدا کے وجود سے آگاہ کیا تھا۔

۸۔ ہمارے سینے میں داغ تھا۔ ہم نے اسے چراغ کی صورت سرِراہ رکھ دیا۔ مطلب یہ کہ یہ ہم مشرقی مسلمان ہی تھے' جنہوں نے جذبہ عشق یا نورِ عشق کو عام کر کے حقیقت و معرفت کے راز لوگوں تک پہنچائے۔

۹۔ اے تہذیب اور دین کی دولت کے امین (ایشیا' مسلم ممالک) تو پھر وہی ید بیضا اپنی آستین سے نکال۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ کے حوالے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ پہلے بھی تم نے دنیا کی باطل' تاریک اور ملحدانہ و کافرانہ رات کو دین حق کی روشنی سے منور کیا تھا' اب پھر کچھ ایسی ہی تاریک رات نمودار ہو رہی ہے' یعنی دنیا والے خدا کے وجود سے اور دین کی اہمیت و ضرورت سے منکر ہو رہے ہیں' تم اسے پھر سے دین مبین/ روشن (اسلام) کی روشنی سے منور کرو۔

۱۰۔ (اے مسلمان) تو اٹھ اور قوموں کے حالات و معاملات میں پڑی ہوئی گرہ کو سلجھا اور مغرب/ یورپ کا نقشہ سر سے نکال/ اتار دے۔ یعنی تو جو مغربی تہذیب پر فریفتہ ہے' جو سراسر عیاری و مکاری اور ملحدانہ خیالات کی حامل ہے' اس سے خود کو دور رکھ اور پھر سے اسلام سے وابستگی پیدا کر' دنیا میں اس کا چرچا کر اور یوں دنیا کی مشکلات اور الجھنوں کے حل کا سامان کرنے کے لیے میدان عمل میں آ جا۔

۱۱۔ اتحادِ مشرق کی کوئی بنیاد ڈال۔ اپنے آپ کو شیطان (یورپ) کے پنجے سے چھڑا لے۔ گویا جس طرح یورپ نے اپنی جمعیت اقوام بنا رکھی ہے۔ تم بھی ایشیائی جمعیت اقوام کی بنیاد رکھو اور یوں یورپی ابلیسوں (عیاروں' مکاروں) سے چھٹکارا حاصل کر لو اور اپنے مسائل خود حل کرو' اپنے فیصلے خود کرو اور یوں اپنی تقدیر خود سنوارو۔

(۶)

۱۔ دانی از افرنگ و از کارِ فرنگ — تا کجا در قید زنارِ فرنگ

۲۔ زخم ازو نشتر ازو سوزن ازو — ما و جوئے خون و امید رفو

۳۔ خود بدانی بادشاہی قاہری است — قاہری در عصر ما سوداگری است

۴۔ تختۂ دکاں شریک تخت و تاج — از تجارت نفع و از شاہی خراج

۵- آں جہاں بانے کہ ہم سوداگر است — بر زبانش خیر و اندر دل شراست
۶- گر تو میدانی حسابش را درست — از حریرش نرم تر کرپاسِ تست
۷- بے نیاز از کارگاہِ او گذر — در زمستاں پوستین او مخر
۸- کشتن بے حرب و ضرب آئین اوست — مرگ ہا در گردشِ ماشین اوست
۹- بوریائے خود بہ قالینش مدہ — بیدقِ خود را بہ فرزینش مدہ
۱۰- گوہرش تف دارو در لعلش رگ است — مشک ایں سوداگر از نافِ سگ است
۱۱- رہزنِ چشم تو خوابِ مخملش — رہزنِ تو رنگ و آبِ مخملش
۱۲- صد گرہ افگندہ ای در کارِ خویش — از قماشِ او مکن دستارِ خویش
۱۳- ہوشمندے از خم او مے نخورد — ہر کہ خورد اندر ہمیں مے خانہ مرد
۱۴- وقت سودا خند خند و کم خروش — ما چو طفلانیم و او شکر فروش
۱۵- محرم از قلب و نگاہِ مشتری است — یارب ایں سحر است یا سوداگری است
۱۶- تاجرانِ رنگ و بو بردند سود — ما خریداراں ہمہ کور و کبود
۱۷- آنچہ از خاکِ تو رست اے مردِ حر — آں فروش و آں بپوش و آں بخور
۱۸- آں نکو بیناں کہ خود را دیدہ اند — خود گلیم خویش را بافیدہ اند
۱۹- اے ز کارِ عصر حاضر بے خبر — چرب دستی ہائے یورپ را نگر
۲۰- قالی از ابریشم تو ساختند — باز اورا پیش تو انداختند
۲۱- چشم تو از ظاہرش افسوں خورد — رنگ و آبِ او ترا از جا برد
۲۲- وائے آں دریا کہ موجش کم تپید — گوہر خود را ز غواصاں خرید

(انگریز برصغیر میں سوداگر بن کر آئے تھے' لیکن بعد میں وہ اپنی عیاری و مکاری سے اس پر قابض ہو گئے۔ اس حصے میں اسی طرف اشارہ ہے اور انگریزوں کی بدباطنی اور عیاری کو مختلف تشبیہات و استعارات میں بیان کر کے اس سے بچنے کے لیے کہا ہے)۔

۱- جب تجھے یورپ والوں اور ان کی کارستانیوں کا علم ہے تو تو کب تک ان کی زنار میں جکڑا رہے گا۔ یعنی ان کی عیاریوں اور مکاریوں سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی تو کب تک ان کے نظریات و افکار سے متاثر رہے گا۔

۲- ہمیں لگایا ہوا زخم اس کا ہے' نشتر اس کا ہے اور سوئی بھی اس کی ہے۔ ہم ہیں اور خون

کی ندی ہے اور رفو ہونے کی امید ہے۔ مطلب یہ کہ ہم اہل مشرق انگریز کے ہاتھوں غلامی کا زخم کھائے ہوئے ہیں۔ وہ مکاری سے کام لیتے ہوئے ہم سے کچھ اس طریقے سے پیش آتا ہے جیسے وہ ہمارا ہمدرد ہو' لیکن درحقیقت وہ ہمیں مستقل طور پر غلام بنائے رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

۳۔ تجھے تو خود علم ہے کہ بادشاہی (دراصل) قاہری ہے اور یہ قاہری ہمارے دور میں سوداگری کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ یورپ والے سوداگری اور تجارت کے بہانے دوسرے ایشیائی ملکوں' بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے اور پھر اپنی فریب کاری اور مکاری سے ان پر قابض ہوتے چلے گئے۔ اسے ہم عیاری کی حامل قاہری کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ (گویا آج) دکان کا تختہ تاج اور تخت کا شریک کار ہے' تجارت سے تو نفع حاصل ہو رہا ہے جبکہ بادشاہ خراج وصول کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ یورپ والے تجارت سے دوسرے ملکوں کو الگ لوٹ رہے ہیں اور وہاں کے حکمران بن کر رعایا کا خون الگ چوس رہے ہیں۔

۵۔ وہ دنیا کا حکمران جو سوداگر بھی ہے' اس کی گفتگو تو خیر کی حامل ہے لیکن اس کے دل میں سراسر شر سمایا ہوا ہے۔ عیار و مکار انگریز حکمران باتوں سے رعایا کو خوش کرتا ہے لیکن اس کا عمل ان باتوں کے برعکس ہے۔

۶۔ اگر تو اس کے حساب/معاملے کو صحیح طور پر جان لے (تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ) اس کے ریشم سے تیرا اپنا کھر درا موٹا کپڑا زیادہ ملائم ہے۔ مطلب یہ کہ تمہاری اپنی معمولی شے بھی یورپ کی کسی اعلیٰ شے سے بہتر ہے کیونکہ اپنی ہے' لہٰذا تم اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو بھی اہمیت نہ دو اور صرف اپنی اشیا کو استعمال میں لاؤ' خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

۷۔ تو اس کے کارخانے سے بے نیاز ہو کر گزر جا۔ سردیوں میں اس کی پوستین بھی نہ خرید۔ وہی شعر ۶ والی بات۔ ہمیں غلام بنانے والے عیار انگریز کی کوئی اہم اور ضروری شے بھی مت خریدو۔

۸۔ کسی جنگ و جدل کے بغیر قوموں کو مار ڈالنا اس کا دستور ہے۔ موتیں اس کی مشینری کی گردش میں پنہاں ہیں۔ وہی عیاری و مکاری اور فریب کاری کی بات جو انگریز کا

شیوہ ہے، جس سے وہ ہمیں غلام بنائے ہوئے ہے۔ اگر ''گردشِ ما'' کو الگ پڑھیں اور ''شین'' کو الگ تو مطلب ہوگا کہ جس طرح لفظ گردش میں شین کا حرف ہے، اسی طرح ہماری گردش میں اس کا یہ حرف موت ہے۔

۹- تو اپنا بوریا اس کے قالین کے عوض مت دے۔ اپنے پیادے کو اس کے وزیر کے بدلے میں نہ دے۔ (پیادہ اور وزیر شطرنج کی اصطلاحیں ہیں)۔ شطرنج میں وزیر یا بادشاہ، پیادے سے برتر ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی معمولی چیز کے بدلے میں اس کی عمدہ چیز بھی قبول نہ کر۔ اسے معمولی سی بھی اہمیت نہ دے۔

۱۰- اس کا موتی عیب دار اور اس کا لعل نقص والا ہے، یہ سوداگر (انگریز) جو مشک بیچ رہا ہے، وہ ہرن کی بجائے کتے کی ناف سے حاصل کردہ ہے۔ یعنی انگریز کے سارے کاروبار میں دھوکے بازی چل رہی ہے۔

۱۱- اس کے مخملیں بستر پر تیری نیند آنکھوں کو لوٹ لینے والی ہے۔ اس کی مخمل کی چمک اور اس کا رنگ تجھے لبھا کر لوٹ لینے والا ہے۔ انگریز کا ہر عمل تیرے سکون و راحت کا اور تیری آزادی وغیرہ کا لٹیرا ہے۔ اس کا ظاہر جتنا خوشنما ہے اتنا ہی اس کا باطن خبیث و بدنما ہے۔

۱۲- تونے اپنے کام میں سو الجھنیں ڈال لی ہیں۔ اس کی قماش سے اپنی دستار/ پگڑی مت بنا۔ مطلب یہ کہ تم اہل مشرق/ مسلمانوں نے انگریز کی پیروی کرکے اپنے لیے مشکلات پیدا کرلی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تو زندگی کے کسی بھی شعبے میں اس کا ممنون احسان ہونے سے بچ اور اس کی پیروی سے دور رہ۔

۱۳- کسی صاحب شعور نے اس کی صراحی سے شراب نہیں پی اور جس کسی نے پی لی، وہ اسی مے خانے میں مر گیا۔ ایسے شخص نے، جس نے اس سے متاثر ہوکر اس کے افکار و نظریات کو اپنا لیا، اپنی زندگی برباد کرلی۔

۱۴- وہ (انگریز سوداگر و حکمران) کاروبار کے وقت ہنس ہنس کر باتیں کرتا ہے اور ذرا بھی صدائیں نہیں لگاتا، ہم تو اس کے سامنے بچے ہیں اور وہ مٹھائی فروش ہے۔ جس طرح بچے مٹھائی کے رسیا ہوتے ہیں اسی طرح ہم اس کی طرف بڑے متوجہ ہیں جبکہ وہ اپنی عیاری اور مکاری کی بنا پر گویا میٹھی چیزوں میں زہر بھر کر ہمیں دے رہا ہے اور ہم شوق سے کھا رہے ہیں۔ نئے استعارے میں پہلے والی بات۔

۱۵- وہ گاہک کے قلب ونگاہ سے پوری طرح آگاہ ہے (قلب ونگاہ کو پوری طرح پڑھنا جانتا ہے)' یارب! یہ سوداگری ہے یا جادو ہے۔ انگریز کی یہ سوداگری نہیں' سراسر سحر وطلسم ہے۔

۱۶- رنگ و بو کے تاجر/سوداگر تو نفع کما لے گئے اور ہم خریدار اندھے بے بصر بنے رہے۔ مطلب یہ کہ انگریز ہمارے یہاں زیب وزینت کا سامان لاتے ہیں جو ہم بلاسوچے سمجھے خرید رہے ہیں۔ یوں ہم اپنی اقتصادی حالت کمزور کر کے اس کی اقتصادی حالت کی مضبوطی کا سامان کر رہے ہیں۔ اگر ہم میں اپنے نفع ونقصان کا احساس ہو تو ہم اس کے ایسے سامان سے دور ہی رہیں۔

۱۷- اے آزاد مرد/شریف انسان جو کچھ تیری زمین سے پیدا ہوتا ہے' وہی کچھ بیچ' وہی کچھ پہن اور وہی کچھ کھا۔ انگریز کی اشیا خریدنے سے دور رہ اور یوں خود کو تباہ حال کرنے سے بچا۔

۱۸- جن نیک بیں لوگوں نے خود کو پالیا' انہوں نے اپنی گودڑی خود ہی بنی ہے۔ یعنی ایسے لوگ غیر قوموں کی طرف دیکھنے اور ان کا کسی قسم کا احسان اٹھانے کی بجائے خود کفیل بنتے ہیں۔

۱۹'۲۰- تو جو عصر حاضر کے معاملے/کاروبار سے غافل ہے' ذرا یورپ کی فنی مہارت یعنی عیاری ومکاری بھی دیکھ کہ اس نے کس طرح تجھے لوٹنے کا سامان کر رکھا ہے' کہ قالین تو اس نے تیرے یہاں کی پشم سے تیار کیا اور پھر اسے تیرے یہاں ہی لاکر ڈال دیا۔ یعنی وہ (انگریز) تمہارے یہاں سے خام مال سستے داموں خرید کر ان سے جو مصنوعات تیار کرتے ہیں' انہیں تمہارے پاس مہنگے داموں بیچ کر تجھے لوٹتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی اپنے خام مال سے مصنوعات تیار کرو اور ان سے نہ خریدو۔

۲۱- تیری آنکھیں اس کے ظاہر سے دھوکا کھا رہی ہیں۔ اس کی ظاہری چمک دمک تجھے بوکھلائے دے رہی ہے تو یورپ کی اشیا بلاسوچے سمجھے خرید کر خود کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ (اس سے بچ)۔

۲۲- افسوس ہے اس سمندر پر جس کی موج تڑپ سے بے بہرہ رہی۔ اس نے اپنا ہی موتی غوطے خور سے خرید لیا۔ مطلب یہ کہ خود مشرق ہر طرح کی اشیا سے بھرا پڑا ہے۔ کون

سی چیز ہے جو اس میں نہیں، لیکن افسوس کہ ہم نے اس ضمن میں خود کو یورپ کا محتاج بنالیا۔ وہ یورپ جو کبھی جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، اور جس نے ہمارے ہی علوم وفنون سے استفادہ کر کے خود کو اس مقام پر پہنچایا۔

در حضور رسالت مآبؐ

(اس حصے کے شروع میں علامہ لکھتے ہیں کہ: ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء کی رات کو جب میں بھوپال کے دارالاقبال میں مقیم تھا تو میں نے سید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ: ''اپنی بیماری کے بارے میں رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کرے۔'')

علامہ ان دنوں مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اس توقع پر کہ شاید حضور اکرمؐ کی مبارک توجہ سے وہ صحت یاب ہو جائیں، انہوں نے یہ منظوم عرض داشت پیش کی لیکن ان کے دن پورے ہو جانے کے باعث بات نہ بن سکی اور وہ دو سال بیمار رہ کر ۱۹۳۸ء (۲۱ اپریل) میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس حصے میں علامہ نے حضور اکرمؐ کی نعت کے علاوہ کئی ایک مسائل بھی عرض کیے ہیں، جن سے امت مسلمہ ان دنوں دو چار تھی۔

(۱)

۱۔ اے تو ما بیچارگاں را ساز و برگ — وا رہاں این قوم را از ترس مرگ
۲۔ سوختی لات و منات کہنہ را — تازہ کردی کائنات کہنہ را
۳۔ در جہانِ ذکر و فکر انس و جاں — تو صلوٰت صبح، تو بانگ اذاں
۴۔ لذتِ سوز و سرور از لا الٰہ — در شب اندیشہ نور از لا الٰہ
۵۔ نے خداہا ساختیم از گاو و خر — نے حضورِ کاہناں افگندہ سر
۶۔ نے سجودے پیش معبودانِ پیر — نے طواف کوشک سلطان و میر
۷۔ ایں ہمہ از لطف بے پایانِ تست — فکر ما پروردۂ احسانِ تست
۸۔ ذکر تو سرمایۂ ذوق و سرور — قوم را دارد بہ فقر اندر غیور
۹۔ اے مقام و منزلِ ہر راہ رو — جذبِ تو اندر دلِ ہر راہ رو

۱۰۔ سازِ ما بے صوت گردید آں چناں — زخمہ بر رگہائے او آید گراں
۱۱۔ در عجم گردیم و ہم در عرب — مصطفیؐ نایاب و ارزاں بولہب
۱۲۔ ایں مسلماں زادۂ روشن دماغ — ظلمت آبادِ ضمیرش بے چراغ
۱۳۔ در جوانی نرم و نازک چوں حریر — آرزو در سینۂ او زود میر
۱۴۔ ایں غلام ابن غلام ابن غلام — حریت اندیشۂ او را حرام
۱۵۔ مکتب ازوے جذبۂ دیں در ربود — از وجودش ایں قدر دانم کہ بود
۱۶۔ ایں ز خود بیگانہ ایں مست فرنگ — نانِ جو می خواہد از دست فرنگ
۱۷۔ ناں خرید ایں فاقہ کش باجانِ پاک — داد مارا نالہ ہائے سوز ناک
۱۸۔ دانہ چیں مانند مرغانِ سراست — از فضائے نیلگوں نا آشناست
۱۹۔ آتش افرنگیاں بگداختش — یعنی ایں دوزخ دگرگوں ساختش
۲۰۔ شیخ مکتب کم سواد و کم نظر — از مقامِ او نداد او را خبر
۲۱۔ مومن و از رمزِ مرگ آگاہ نیست — در دلش "لاٗ" غالب "الااللہ" نیست
۲۲۔ تا دلِ او درمیانِ سینہ مرد — می نیندیشد مگر از خواب و خورد
۲۳۔ بہریک ناں نشتر لا و نعم — منت صد کس برائے یک شکم
۲۴۔ از فرنگی می خرد لات و منات — مومن و اندیشۂ او سومنات
۲۵۔ "قم باذنی" گوے و اورا زندہ کن — در دلش اللہ ہو را زندہ کن
۲۶۔ ما ہمہ افسونی تہذیب غرب — کشتۂ افرنگیاں بے حرب و ضرب
۲۷۔ تو ازاں قومے کہ جام او شکست — وانما یک بندۂ اللہ مست
۲۸۔ تا مسلماں باز بیند خویش را — از جہانے بر گزیند خویش را

۱۔ اے حضور اکرمؐ! آپ ہم بے کسوں کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اس قوم (مسلمانوں) کو موت کے خوف سے نجات دلائیے۔ یعنی اسی موت کے خوف نے ان میں جہاد کا جذبہ ختم کر دیا ہے' جس کے نتیجے میں وہ غلامی اور ذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہی ہے اور کفر و باطل کو چھا جانے کا موقع مل گیا ہے۔

۲۔ حضورؐ! آپ نے سب پرانے بت جلا دیے' پاش پاش کر دیے اور پرانی اور فرسودہ کائنات کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ مشرکانہ اور کافرانہ نظریات و رسومات وغیرہ ختم کر کے توحید کی طرف دنیا کو لائے۔

۳- جن و انسان کے ذکر و فکر کی دنیا میں حضورؐ ہی صبح کی نماز اور حضورؐ ہی اذان کی آواز ہیں۔ یعنی آپؐ ہی نے توحید پرستوں/ مسلمانوں کو خالق کائنات سے متعلق ذکر و فکر کے انداز بتائے ہیں اور آپؐ ہی نے انہیں صبح سویرے اللہ کے حضور سر بسجدہ ہونے کی لذت سے آشنا کیا ہے۔

۴- سوز و سرور میں لذت لا اِلٰہ ہی سے ہے۔ فکر کی تاریک رات میں روشنی لا اِلٰہ ہی کے دم سے ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی میں سارا سوز و سرور کلمہ طیبہ کے اقرار یا توحید پر ایمان و عمل کامل کے باعث ہے۔ اسی کلمہ کے طفیل عقل بھی منور ہو جاتی ہے۔

۵- حضورؐ! ہم (مسلمانوں) نے نہ تو کسی گائے اور گدھے کو اپنا معبود بنایا اور نہ کسی کاہن ہی کے آگے سر جھکایا۔ ہمارا معبودِ مطلق خدا ہے اور اسی کے حضور ہم سر بسجدہ ہوئے اور ہر طرح کی بت پرستی سے دور رہے۔

۶- (اسی طرح) ہم نے پرانے معبودوں یعنی دیوی دیوتاؤں کو سجدے نہ کیے اور نہ ہم نے اربابِ اقتدار/ حاکموں اور بادشاہوں کے محلات کے طواف کیے۔ گویا توحید پر ایمان نے ہمیں ان سب سے بے نیاز کر دیا۔

۷- یہ سب (باطل قوتوں اور معبودوں کے آگے سر جھکانا/ سجدہ کرنا) آپؐ ہی کے بے حد لطف و کرم کے باعث ہے۔ ہماری فکر آپؐ ہی کے احسان کی پروردہ ہے۔ اگر حضورؐ آپؐ کا وجودِ مبارک نہ ہوتا تو ہم توحید سے بھی بیگانہ رہتے اور ہمارے شعور و عقل نے صحیح سمت اختیار کی' وہ بھی آپؐ ہی کے احسان کے باعث ہے۔

۸- حضورؐ! آپ کا ذکر ذوق و سرور/ عشق و مستی کا سرمایہ ہے' جو امت کو فقیری/ احتیاج میں بھی غیرت مند بنائے رکھتا ہے۔ چونکہ وہ آپؐ سے وابستگی کی بنا پر صرف خدائے واحد کو اپنا پروردگار سمجھتی ہے' اس لیے وہ کسی بھی باطل قوت کے آگے ہاتھ پھیلانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

۹- حضورؐ! آپؐ ہر مسافر کے لیے مقام و منزل کی حیثیت رکھتے ہیں' یعنی آپ ہر مومن و سالک اور انسان کے مرجع/ منزلِ مقصود ہیں۔ ہر مسافر/ منزل کے طالب کے دل میں حضورؐ ہی کا عشق کارفرما ہے۔

۱۰- حضورؐ! ہمارا ساز کچھ اس حد تک بے آواز ہو گیا ہے کہ اب تو مضراب بھی اس کے تاروں پر گراں گزرتی ہے۔ علامہ نے دراصل اپنے بارے میں کہا ہے۔ ان دلوں

انہیں گلے کی ایسی شدید تکلیف تھی کہ ان کے حلق سے آواز بھی نہیں نکلتی تھی۔ اس استعارے میں انہوں نے اپنی یہ کیفیت بیان کی ہے۔

۱۱۔ میں عجم میں بھی گھوما پھرا ہوں اور عرب میں بھی۔ مجھے کہیں بھی حضورؐ سے وابستگی نہیں دکھائی دی۔ البتہ بولہبی ہی کارفرما نظر آئی۔ یعنی حضورؐ سے عشق و وابستگی نہ ہونے کے باعث مسلمان حق سے دور ہو گئے ہیں اور ہر جگہ باطل قوتیں چھائی ہوئی ہیں۔

۱۲۔ اس روشن دماغ نوجوان مسلم نسل کی حالت یہ ہے کہ اس کے ضمیر کا ظلمت کدہ چراغ سے محروم ہے۔ اس میں جذبہ عشق نہیں رہا اور وہ اپنی عقل ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

۱۳۔ وہ (مسلم نوجوان) جوانی میں ریشم کی طرح نرم و نازک ہے۔ اس کے دل میں پیدا ہونے والی آرزو کا جلد ہی دم گھٹ جاتا ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ اس کا دل آرزو سے خالی ہے اور یہ وہ حالت ہے، جس میں انسان محض ایک چلتی پھرتی لاش کی مانند ہوتا ہے۔ گویا بے مقصد زندگی کوئی زندگی نہیں۔

۱۴۔ وہ نسل در نسل غلام ہے، یعنی کئی پشتوں سے غاصب انگریزوں کا غلام ہے۔ اس کے لیے آزادی کے بارے میں سوچنا جیسے حرام ہے۔ گویا غلامی اس کے دل و دماغ پر کچھ اس حد تک چھا چکی ہے کہ وہ اسی میں مست ہے اور آزادی کا تصور کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

۱۵۔ مکتب نے اس سے دین کا جذبہ چھین لیا ہے۔ اس کے وجود کے بارے میں مجھے صرف اتنا علم ہے کہ وہ کبھی تھا۔ مغربی طرزِ تعلیم نے اسے صحیح معنوں میں مسلمان نہیں رہنے دیا، وہ بس نام کا مسلمان ہے اور وہ باطل قوتوں کا غلام ہونے کے باعث اپنی شناخت کھو بیٹھا ہے۔

۱۶۔ یہ مسلمان زادہ (نوجوان مسلم) اپنی ذات/اپنی معرفت سے بیگانہ اور فرنگی تہذیب پر فریفتہ اور اس میں مست ہے۔ انگریز سے جو کی روٹی کا طالب ہے۔ وہ اپنی خودی اور قومی غیرت سے بے نیاز ہو کر انگریز جیسے عیار و مکار اور غاصب حکمران کی چاپلوسیوں میں لگا رہتا ہے اور یوں اس سے رزق یا معمولی رزق کا خواہاں ہے۔

۱۷۔ اس فاقہ کش/بھوکے اور کنگال نے اپنی پاک جان کے عوض روٹی خریدی۔ اس نے ہمیں پُرسوز نالے دیے۔ یعنی اپنی اس روش سے قوم کے لیے مصیبتیں پیدا کر دیں۔

۱۸۔ وہ پالتو پرندوں کی طرح دانہ چگنے والا اور آسمان کی وسعتوں سے ناآشنا ہے۔ وہ

آرام و آسائش پسند ہونے کے باعث جہد و عمل سے بیگانہ ہے۔ وہ اپنی اسی روش کے باعث غلامی میں بھی خوش ہے اور آزادی کی فضا میں تلاشِ رزق کی اہمیت و عظمت سے اسے کوئی دلچسپی نہیں۔

۱۹- مکتب/ مدرسے کا استاد کم علم اور کم نظر ہے۔ اس نے اپنے طلبا (نئی مسلم نسل) کو ان کے مقام سے آگاہ ہی نہیں کیا۔ اس استاد کی کم عملی اور بے بصری کے نتیجے میں یہ نئی نسل عشق اور عقل کی پرورش کرنے سے عاری' آزادی کی نعمت سے اور دینی جذبوں سے محروم ہے۔ اگر استاد خود صاحب بصیرت ہوتا تو اس نسل کو ایک عظیم اسلامی نسل بنانے میں اہم کردار ادا کرتا۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

۲۰- افرنگیوں کی آگ نے اس مسلمان زادہ کو پگھلا ڈالا/ گداز کر دیا' یعنی اس دوزخ نے اسے مسخ کر ڈالا ہے۔ وہ مغربی علوم و فنون اور تہذیب کا فریفتہ ہو گیا' جس کی بنا پر اسے بے دینی سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور غلامی اس کے لیے ذلت کا باعث نہ رہی۔

۲۱- وہ ہے تو صاحب ایمان لیکن موت کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ اس کے دل کا ''لا غالب الا اللہ'' پر جیسے ایمان ہی نہیں۔ اسے یہ علم نہیں کہ ایک مومن اللہ کی راہ میں مر کر بھی نہیں مرتا۔ یعنی اس کی جسمانی موت تو ہوتی ہے لیکن وہ اپنی بقا کا سامان کر لیتا ہے۔ یہ نوجوان مسلم' خدا کے غلبے کا عقیدہ نہ رکھنے کے باعث باطل قوتوں کا محتاج اور ان کے آگے جھکتا ہے۔

۲۲- چونکہ اس نوجوان مسلم کا دل اس کے سینے میں مر چکا ہے' اس لیے وہ کھانے پینے اور سونے کے علاوہ اور کچھ سوچتا ہی نہیں۔ یعنی دینی جذبوں سے اور خدا اور اس کے رسولؐ اکرم کے عشق سے اس کا دل خالی ہے اور یوں وہ ایک بیکار اور بے مقصد زندگی گزار رہا ہے۔

۲۳- وہ ایک روٹی کی خاطر لا (نہیں) اور نعم (ہاں) کے نشتر برداشت کرتا ہے اور ایک شکم کے لیے اسے سیکڑوں کا احسان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس روٹی کی خاطر کہیں سے اسے ''نہ'' کی صورت میں ڈانٹ کھانا پڑتی ہے اور کہیں سے اسے ''ہاں'' کی صورت میں بچا کھچا/ پس خوردہ میسر آ جاتا ہے اور یوں اسے ایک پیٹ کی خاطر کئی لوگوں کی منتیں کرنی پڑتی ہیں۔ گویا دل زندہ سے محرومی کے باعث اس میں غیرت نہیں رہی۔ اس میں عرفی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے:

اقبالِ کرم می گزد اربابِ ہمم را
ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

۲۴۔ وہ (مسلم نوجوان) فرنگی سے لات و منات خریدتا ہے' (افسوس کہ) وہ صاحب ایمان ہوتے ہوئے بھی سومناتی سوچ کا حامل ہے۔ گویا وہ فرنگی تہذیب و فکر کا خریدار/ دلدادہ اور ملحدانہ و مشرکانہ فکر کا حامل ہے۔

۲۵۔ حضورؐ! آپؐ اسے ''قم باذنی'' (میرے یعنی اللہ کے حکم سے اٹھ) فرما کر اس میں پھر سے ایک نئی/ تازہ روح پھونک دیں۔ اس کے دل میں ''اللہ ھو'' (وہی اللہ ہے' اللہ کے سوا کچھ نہیں) کی گونج پھر سے پیدا کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ کے ایک معجزہ کے حوالے سے بات کی ہے۔ وہ جب کسی مردے سے کہتے: ''قم باذن اللہ'' (اللہ کے حکم سے اٹھ جا) تو وہ زندہ ہو جاتا۔ گویا حضور اکرمؐ نے دلوں اور روحوں کو زندہ کیا ہے' اسی لیے حضورؐ سے گزارش کی ہے کہ وہ اس نوجوان کے دل کو پھر سے ایمانی جذبوں کا حامل بنا دیں۔

۲۶۔ ہم آج کے سب مسلمان مغربی تہذیب کے جادو کے اسیر ہیں۔ ہم کسی جنگ و جدل کے بغیر ہی فرنگیوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ مغربی تہذیب' انگریزوں کے ملحدانہ' مشرکانہ اور غیر اخلاقی افکار و کردار نے ہمیں کچھ اس بری طرح متاثر کیا ہے کہ ہم میں ایمانی جذبے نہیں رہے اور بحیثیت مسلمان کے ہم اپنی شناخت ہی کھو بیٹھے ہیں۔

۲۷۔ حضورؐ! آپؐ اس قوم میں سے جس کی خودی کا جام ٹوٹ چکا ہے' کوئی ایک اللہ مست ظاہر فرما دیجیے' پیدا فرما دیجیے جو اس قوم کو پھر سے پرانی شراب (اسلامی جذبے) پلا کر خود آگاہ اور خدا آگاہ بنا دے۔

۲۸۔ تاکہ مسلمان پھر سے اپنے آپ کو پا لے/ دیکھ لے اور اس طرح خود کو دنیا میں برگزیدہ بنائے' یعنی اپنی خودی اور حقیقی اسلامی زندگی سے آگاہ ہو کر دنیا میں بلند مرتبہ ہو جائے۔

(۲)

۱۔ شہسوارا! یک نفس درکش عناں ‌ ‌ حرفِ من آساں نیاید بر زباں
۲۔ آرزو آید کہ ناید تا بہ لب؟ ‌ ‌ می نہ گردد شوق محکوم ادب
۳۔ آں بگوید لب کشا اے دردمند ‌ ‌ ایں بگوید چشم بکشا لب بہ بند
۴۔ گردِ تو گردد حریم کائنات ‌ ‌ از تو خواہم یک نگاہِ التفات

۵۔ ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی   کشتی و دریا و طوفانم توئی
۶۔ آہوئے زار و زبون و ناتواں   کس بہ فتراکم نہ بست اندر جہاں
۷۔ اے پناہ من حریم کوئے تو   من بامیدے رمیدم سوئے تو

۱۔ اے میرے شہسوار (حضور اکرمؐ) کچھ دیر کے لیے مہار/ لگام روک لیں/ کھینچ لیں۔ میری بات تو اتنی جلدی اور آسانی سے زبان پر نہ آ سکے گی۔ یعنی مجھے اپنے قرب سے نوازیے تا کہ میں آسانی سے کچھ عرض کر سکوں۔

۲۔ میری آرزو (خدا جانے) ہونٹوں تک آتی بھی ہے یا نہیں؟ عشق تو ادب کا پابند نہ ہوگا یا میرا شوق کہیں ادب کا پابند نہ ہو جائے۔ گویا دل تو بات کرنے کو چاہتا ہے لیکن ادب اسے مناسب نہ سمجھے اور خاموش رہنے کو کہے۔ حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں سر جھکائے خاموش رہنا ہی ادب کا تقاضا ہے۔

۳۔ وہ (میری آرزو) تو کہتی ہے کہ اے دردمند (بیماری میں مبتلا) تو اپنے ہونٹ کھول (یعنی اپنی بیماری کے متعلق حضورؐ سے عرض کر)' جبکہ اس (شوق/ ادب) کا کہنا ہے کہ ہونٹ بند رکھ اور آنکھ کھول۔ یعنی حضورؐ کے ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے سامنے خاموشی اختیار کر کے آپؐ کے دیدار میں خود کو محو رکھا جائے۔ گویا حضور اکرمؐ اس وقت علامہ کے سامنے ہیں' اسی لیے یہ کچھ کہا ہے۔

۴'۵۔ حضورؐ! پوری کائنات آپؐ کے گرد گھوم رہی ہے۔ میں آپؐ سے ایک نگاہِ التفات کی التجا کرتا ہوں۔ یعنی اس کائنات کی تخلیق کا باعث آپؐ کی ذات گرامی ہے' مجھ (اقبال) پر نظر کرم فرمائیے' اس لیے کہ میرا ذکر وفکر اور علم وعرفان حضورؐ ہی ہیں۔ میں میری کشتی اور میرا سمندر اور میرا طوفان بھی کچھ حضورؐ ہی ہیں۔

۶۔ میں ایک نحیف ونزار' لاغر اور دردمند ہرن (کی مانند) ہوں' جسے دنیا میں کسی نے بھی اپنے فتراک میں باندھنا پسند نہ کیا۔ مطلب یہ کہ دنیا والوں نے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی اور میرے جوہر کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

۷۔ حضورؐ! آپؐ کا مبارک کوچہ میری پناہ گاہ ہے۔ میں ایک امید لے کر آپؐ کی طرف آیا ہوں۔

(۳)

۱۔ آں نوا در سینہ پروردن کجا   وز دمے صد غنچہ وا کردن کجا

۲۔ نغمۂ من در گلوئے من شکست | شعلہ ے از سینہ ام بیروں نجست
۳۔ در نفس سوزِ جگر باقی نماند | لطف قرآنِ سحر باقی نماند
۴۔ نالہ ے کو می نہ گنجد در ضمیر | تا کجا در سینہ ام ماند اسیر
۵۔ یک فضائے بیکراں می بایدش | وسعت نُہ آسماں می بایدش

۱۔ اس آواز کا سینے میں پرورش پانا اب کہاں ہے اور ایک سانس سے سیکڑوں کلیاں کھلانے کی بات کہاں ہے (یعنی نہیں ہے)۔ میرا گلا بیٹھ جانے کے باعث میں اب آواز نہیں نکال سکتا اور وہ جو میں کبھی خوب باتیں اور تقریریں کیا کرتا تھا' اب اس سے رہ گیا ہوں' اس لیے کہ آواز ہی نہیں نکلتی۔

۲۔ میرا نغمہ تو میرے گلے میں گھٹ کے رہ گیا ہے۔ میرے سینے سے ایک بھی شعلہ تو باہر نہیں نکلا/نہیں نکل رہا۔ یعنی گلا بند ہونے اور آواز نہ نکلنے کے سبب دل کی بات دل ہی میں رہ رہی ہے۔

۳۔ میرے سانس میں جگر کا سوز باقی نہیں رہا۔ صبح کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کا لطف بھی جاتا رہا۔ علامہ خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ گلے کی تکلیف کے سبب وہ اس سوز سے بھی محروم ہو گئے۔

۴۔ وہ نالہ جو ضمیر میں نہیں سما سکتا' کب تک میرے سینے میں محبوس/قید رہے گا۔ مطلب یہ کہ میری یہ تکلیف دور ہو جائے تو میں دل کی نالہ وزاری/فریاد (فریادیں) زبان پر لاؤں۔

۵۔ میرے نالے کے لیے ایک بے کراں وسعت وفضا درکار ہے' بلکہ اسے تو نو آسمانوں کی وسعت یعنی پوری کائنات کی وسعت چاہیے۔

(۴)

۱۔ آہ زاں دردے کہ درجان وتن است | گوشۂ چشمِ تو داروئے من است
۲۔ در نسازد با دواہا جانِ زار | تلخ و بویش بر مشام ناگوار
۳۔ کارِ ایں بیمار نتواں برد پیش | من چو طفلاں نالم از داروئے خویش
۴۔ تلخیِ او را فریبم از شکر | خندہ ہا برلب بدوزد چارہ گر
۵۔ چوں بصیری از تو می خواہم کشود | تا بمن باز آید آں روزے کہ بود
۶۔ مہر تو برعاصیاں افزوں تراست | درخطا بخشی چو مہر مادر است

۷۔ با پرستارانِ شب دارم ستیز　　باز روغن در چراغِ من بریز

۸۔ اے وجودِ تو جہاں را نوبہار　　پرتو خود را دریغ از من مدار

۹۔ ''خود بدانی قدرِ تن از جاں بود　　قدرِ جاں از پرتو جاناں بود'' (رومی)

۱۰۔ تا زغیر اللہ ندارم ہیچ امید　　یا مرا شمشیر گرداں یا کلید

۱۱۔ فکر من در فہم دیں چالاک و چست　　تخم کردارے زخاک من نہ رست

۱۲۔ تیشہ ام را تیز تر گرداں کہ من　　محنتے دارم فزوں از کوہ کن

۱۳۔ مومنم، از خویشتن کافر نیم　　برفسانم زن کہ بد گوہر نیم

۱۔ آہ/ افسوس ہے کہ (میرے) جان و جسم کو ایک دکھ لگ گیا ہے۔ حضورؐ! آپؐ کی نظر التفات/ توجہ ہی میرے اس درد کا مداوا کر سکتی ہے۔ آپؐ کی توجہ سے میری یہ بیماری دور ہو جائے گی۔

۲۔ میری ناتواں جان دوا دارو کو برداشت نہیں کرتی۔ ان دواؤں کی کڑواہٹ اور بو میرے دماغ کے لیے گویا اذیت ہے۔

۳۔ یہ دوائیاں مجھ بیمار کی بات آگے نہیں بڑھا سکتیں (مجھے صحت عطا نہیں کر سکتیں) کیونکہ میں تو ان سے بچوں کی طرح رونے لگتا ہوں، یعنی مجھ سے نہیں پی جاتیں۔

۴۔ میں ان دواؤں کی کڑواہٹ شکر کھا کر دور کرتا ہوں۔ میری یہ کیفیت دیکھ کر میرا معالج/ ڈاکٹر زیر لب مسکرانے لگتا ہے، یا اپنی ہنسی بمشکل روک پاتا ہے۔

۵۔ امام بوصیریؒ کی طرح میں بھی حضورؐ سے اپنی اس مشکل کا حل چاہتا ہوں۔ اپنی اس بیماری/ تکلیف کا مداوا چاہتا ہوں تاکہ میں پھر سے اپنی پہلی سی حالت صحت پر آجاؤں۔ اور یوں اپنی پہلی سی مصروفیات بطریق احسن شروع کر سکوں۔

۶۔ حضورؐ کی محبت و نوازش گنہگاروں پر کچھ زیادہ ہی ہے اور حضورؐ کی یہ محبت، خطا سے درگزر کرنے کے معاملے میں ماں کی محبت و شفقت کی مانند ہے۔

۷۔ میں تاریکی کے پرستاروں یعنی باطل قوتوں کے پجاریوں سے برسر جنگ ہوں، حضورؐ میرے چراغ میں پھر سے تیل ڈال دیجیے۔ مطلب یہ کہ مجھے ان قوتوں سے سابقہ رہتا ہے، آپؐ میری ہمت و صحت کے چراغ کو جو بیماری کے باعث بجھ رہا ہے (مجھ میں ہمت نہیں رہی) پھر سے روشن فرما دیجیے تاکہ میں باطل کی تاریک راتوں میں حق کی روشنی پھیلانے لگوں۔ (ویسے پرستار، نرس کو بھی کہتے ہیں۔)

۸۔ حضورؐ! آپ کا وجودِ مبارک تمام کائنات کے لیے نو بہار ہے۔ اپنا مبارک سایہ مجھ سے دور نہ رکھیے۔ یعنی آپؐ ساری کائنات کی زندگی ہیں اور ہر خزاں کو بہار میں تبدیل کرنے والے ہیں' میری خزاں یعنی بیماری کو بھی بہار میں یعنی صحت میں بدل دیجیے۔

۹۔ آپ کو تو علم ہی ہے کہ جسم کی وقعت و اہمیت روح کے باعث ہے اور روح کی قدر و وقعت محبوب کے پرتو/ سایہ سے ہے۔ یعنی آپؐ کے لطف و کرم کا سایہ میری جان اور میرے جسم کے لیے سکون و راحت اور آسودگی کا باعث بنے گا۔ (یہ شعر مولانا رومیؒ کی مثنوی کا ہے)۔

اس شعر میں رومیؒ کا مخاطب تو عام آدمی ہے جبکہ علامہ نے اس کا رخ حضورؐ کی طرف موڑ دیا ہے' جس سے شعر کی تاثیر میں اضافہ ہو گیا ہے۔

۱۰۔ چونکہ مجھے کسی غیر اللہ سے کوئی امید نہیں ہے' اس لیے حضورؐ آپ یا تو مجھے تلوار بنا دیجیے یا پھر چابی کی صورت کر دیجیے۔ یہاں تلوار جسمانی طاقت کا استعارہ ہے اور چابی یا پھر روحانی طاقت کا۔ یعنی اس تکلیف سے نجات کے لیے مجھے یا جسمانی طاقت سے روحانی جذبوں سے نوازیے۔

۱۱۔ میری عقل و دانش' دین کے فہم میں بڑی چست و چالاک یعنی تیز ہے۔ (لیکن افسوس کہ) میری خاک سے عمل کا کوئی بھی دانہ نہ اگا۔ یعنی دین کو پوری طرح سمجھا لیکن اس کے مطابق کوئی عمل نہ کیا۔ علامہ نے یہی بات اردو میں ذرا بدل کر کہی ہے:

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

۱۲۔ حضورؐ! میرے تیشے/کلہاڑی کو تیز تر فرما دیجیے کیونکہ مجھے فرہاد سے بھی کہیں کٹھن کام درپیش ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے خود بھی دین پر عمل کرنا ہے اور قوم کو بھی اس طرف (دین سے لگاؤ اور اس پر عمل) لانا ہے' اور میری یہ کوشش اسی وقت ممکن ہو گی جب میں صحت مند ہوں گا۔

۱۳۔ میں مومن/ صاحب ایمان ہوں اور اپنی ذات کا منکر نہیں ہوں' مجھے سان پر لگائیے کیونکہ میں برا لوہا نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ میری زندگی کی تلوار کو اپنی سان پر لگا کر دیکھ لیں کہ میں بری یا خراب کاٹ والی تلوار نہیں ہوں۔ مجھ میں جوہر ایمانی ہے' اسے

باہر لانے کے لیے آپؐ کی نظر التفات کی ضرورت ہے۔

(۵)

۱- گرچہ کشت عمر من بے حاصل است	چیزکے دارم کہ نام او دل است
۲- دارمش پوشیدہ از چشم جہاں	کز سم شبدیز تو دارد نشاں
۳- بندہ ے را کو نخواہد ساز و برگ	زندگانی بے حضورِ خواجہ' مرگ
۴- اے کہ دادی کرد را سوزِ عرب	بندہَ خود را حضورِ خود طلب
۵- بندہ ے چوں لالہ داغے در جگر	دوستانش از غم او بے خبر
۶- بندہ ے اندر جہاں نالاں چو نے	تفتہ جاں از نغمہ ہائے پے بہ پے
۷- در بیاباں مثل چوبِ نیم سوز	کارواں بگذشت و من سوزم ہنوز
۸- اندریں دشت و درے پہناورے	بو کہ آید کاروانے دیگرے
جاں زمہجوری بنالد در بدن	نالہ' من' وائے من' اے وائے من

۱- اگرچہ میری زندگی کی کھیتی حاصل / پیداوار سے محروم ہے' تاہم میرے پاس ایک چھوٹی سی چیز ہے' جس کا نام دل ہے۔ گو میں کردار و عمل سے دور رہا ہوں لیکن میرا دل عشق حقیقی کے جذبوں سے سرشار ہے۔

۲- میں اسے (دل کو) دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھے ہوئے ہوں کیونکہ اس پر حضورؐ کے گھوڑے کے سم کا نشان ہے۔ یعنی میرے دل میں آپؐ بستے ہیں (میں آپؐ کی محبت سے سرشار ہوں) اور یہ ایسی عظیم دولت ہے جسے کھلے بندوں نہیں رکھا جاسکتا۔ علامہ نے چونکہ شروع میں حضورؐ کے لیے ''شہسوار'' کا لفظ استعمال کیا ہے' اس لیے یہاں گھوڑے کے سم کے حوالے سے بات کی ہے۔

۳- ایک ایسا غلام جسے مال و دولت کی کوئی خواہش نہیں ہے' اس کے لیے اپنے آقا کے قرب کے بغیر زندگی موت کے برابر ہے۔ ایسے بندے کے لیے سب کچھ یا دنیا بھر کی دولت اس کا آقا ہے۔ اس مثال سے خود کو حضورؐ کا ایک ایسا غلام کہا ہے جو حضورؐ کے بے حد عشق میں ڈوبا ہوا / محو ہے۔

۴- حضورؐ! آپؐ نے ایک کرد کو سوزِ عرب سے نوازا ہے۔ اپنے اس غلام (اقبال) کو بھی اپنی خدمت اقدس میں طلب فرمایئے۔ (فرہنگ دیکھیے) حضورؐ کے زمانے میں ایک کرد شیخ حسام الحق ضیاء الدین کردستانی نے مدینہ کی آرزو کی تھی' حضورؐ نے نہ صرف

اسے مدینہ بلا لیا بلکہ اسے عربی زبان بھی سکھا دی۔ علامہ نے اسی حوالے سے اپنی اس آرزو کا اظہار کیا ہے۔

۵۔ ایک ایسا بندہ/ غلام (اقبال) جس کے جگر میں لالہ کے پھول کی طرح داغ ہے' جس کے دوست احباب اس کے غم سے بے خبر ہیں۔ یعنی میرے سینے میں داغ کا باعث دوستوں کا میرے غم سے بے خبر ہونا ہے۔

۶۔ میں ایک ایسا بندہ ہوں جو دنیا میں بانسری کی طرح نالاں ہے۔ اس (بانسری) کے مسلسل نغموں (فریاد) سے میری روح میں تپش ہے' یعنی مسلسل بے قراری کا شکار ہوں۔

۷۔ میری حالت اس ادھ جلی لکڑی کی سی ہے جسے قافلہ والے جنگل ہی میں چھوڑ کر خود آگے نکل گئے ہوں اور وہ ابھی سلگ رہی ہو۔ مطلب وہی کہ کوئی بھی دوست یار میرے غم میں شریک نہیں۔ علامہ کے اس شعر سے آتش کا یہ شعر یاد آ گیا ہے:

نہ پوچھ حال مرا' چوبِ خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ جسے کارواں روانہ ہوا

۸۔ اس وسیع دشت و در میں' ممکن ہے پھر کوئی اور قافلہ آ جائے جو میرے جذبوں اور دلی کیفیت کو سمجھ سکے۔

۹۔ میری جان' حضورؐ سے دوری کے باعث جسم میں رو رہی/ تڑپ رہی ہے' فریاد کر رہی ہے' میری یہ فریاد' میری یہ آہ و فغاں سب بے اثر ہے۔ حضورؐ سب بے اثر ہے' میری اس حالت پر افسوس ہے۔ (حضورؐ سے دوری کے باعث میری زندگی کس کام کی)۔

شرح مثنوی مسافر

۱۔ نادر افغاں شہ درویش خو — رحمت حق بر روانِ پاکِ او
۲۔ کارِ ملت محکم از تدبیر او — حافظ دین مبیں شمشیر او
۳۔ چوں ابوذر خودگداز اندر نماز — ضربتش ہنگام کیں خارا گداز
۴۔ عہد صدیقؓ از جمالش تازہ شد — عہد فاروق از جلالش تازہ شد
۵۔ از غمِ دیں در دلش چوں لالہ داغ — در شبِ خاور وجودِ او چراغ
۶۔ درنگاہش ہستی ارباب ذوق — جوہر جانش سراپا جذب و شوق
۷۔ خسروی شمشیر و درویشی نگہ — ہر دو گوہر از محیط لا الہٰ
۸۔ فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰؐ است — ایں تجلی ہائے ذات مصطفیٰؐ است
۹۔ ایں دو قوت از وجودِ مومن است — ایں قیام و آں سجود مومن است
۱۰۔ فقر سوز و درد و داغ و آرزو است — فقر را درخوں تپیدن آبرو است
۱۱۔ فقر نادر آخر اندر خوں تپید — آفریں بر فقر آں مردِ شہید
۱۲۔ اے صبا! اے رہ نوردِ تیزگام — در طوافِ مرقدش نرمک خرام
۱۳۔ شاہ درخواب است پا آہستہ نہ — غنچہ را آہستہ تربکشا گرہ

۱۔ افغانستان کا بادشاہ نادر شاہ ایک درویش صفت انسان ہے' اس کی پاک روح پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ علامہ نے اس کے کردار کے پیش نظر اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

۲۔ اس کی تدبیر سے امت مسلمہ کا معاملہ مستحکم ہوا ہے (اسے استحکام ملا ہے) اس کی تلوار روشن دین یعنی اسلام کی محافظ ہے۔ ملک میں پھیلی ہوئی بدنظمیوں اور فساد بگاڑ کو اس نے ایک مومن کے سے انداز میں دور کیا جو ملک وقوم کے استحکام کا باعث بنا۔

۳۔ وہ حضرت ابوذر غفاری کی طرح نماز میں خود کو پگھلا دینے والا یعنی پوری طرح محو ہو

جانے والا ہے اور باطل قوتوں سے جنگ کے وقت اس کا وار سخت پتھر کو بھی پگھلا دیتا یعنی بری طرح ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ خلافت اس کے جمال یعنی اس کے حسن تدبیر اور نوازشات سے' گویا پھر عود کر آیا/ لوٹ آیا ہے جبکہ اس کے جلال یعنی ہیبت و دبدبہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت کی یاد تازہ کر دی ہے۔ گویا اپنوں کے لیے وہ جمال تھا اور باطل قوتوں کے لیے جلال تھا۔

۵۔ دین اسلام سے بے حد محبت کے باعث اس کے دل میں غم کا داغ اسی طرح ہے جس طرح لالہ کے پھول میں داغ ہوتا ہے۔ عالم/ سرزمین مشرق کی رات میں اس کا وجود گویا چراغ ہے یعنی مشرق اس وقت غلامی کی جس تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے' نادر شاہ کا وجود اس کے لیے آزادی کے چراغ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۶۔ اس کی نگاہوں میں اہل ذوق کی سی مستی و بے خودی ہے اور اس کی روح کی اصل یعنی اس کی ذات پوری طرح جذب و شوق میں ڈوبی ہوئی ہے یعنی وہ عشق حقیقی کے جذبوں سے خوب سرشار ہے۔

۷۔ وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی تلوار بادشاہت اور جس کی نگاہ اس کی درویشی ہے۔ ان دونوں موتیوں کا تعلق کلمہ طیبہ (لا الہٰ الا اللہ) کے سمندر سے ہے۔ مطلب یہ کہ وہ چونکہ کلمہ طیبہ کا حقیقی مظہر ہے اس لیے اس میں یہ دونوں صفتیں ہیں۔ اس کی تلوار باطل قوتوں پر اور نگاہ دلوں پر حکمرانی کر رہی ہے۔

۸۔ فقر اور شاہی دونوں یکجا ہوں تو یہ حضور اکرمؐ کی خالص حالت قلبی کا پتا دیتی ہیں اور یہ حضورؐ کی ذات کے جلوے ہیں۔ حضور اکرمؐ کے نقش قدم پر صحیح معنوں میں چلنے والے میں یہ دونوں شانیں...... بادشاہ ہوتے ہوئے بھی فقیرانہ زندگی اور فقیر ہوتے ہوئے بھی شہنشاہ ہونا...... پیدا ہو جاتی ہیں۔

۹۔ یہ دونوں مذکورہ قوتیں مومن ہی کے وجود سے ہیں۔ یہ یعنی شاہی مومن کا قیام ہے تو وہ یعنی فقر اس کا سجدہ ہے۔ گویا مومن حق کے لیے سراپا عمل اور اس کے ساتھ ہی عجز و نیاز کا عملی مظہر ہوتا ہے۔

۱۰۔ فقر نام ہے سوز و درد کا اور داغ و آرزو کا اور فقر کے لیے خون میں تڑپنا ہی آبرو کا باعث ہے یعنی عشق الٰہی میں سرشار ہونے کے باعث قلب و جگر کو خون کر لیتا ہے۔

اسے اگر محبوب حقیقی کی خاطر اپنا خون بھی دینا پڑے تو اس کے لیے یہ امر بھی باعث آبرو ہوتا ہے۔

۱۱- نادر شاہ کا فقر آخر کار خون میں لوٹا تڑپا (اس کے قتل کی طرف اشارہ ہے) اس شہید مرد کے فقر پر آفرین ہے۔

۱۲- اے صبا! تو تیز چلنے والی مسافر ہے، جب تو اس (نادر شاہ) کے مرقد کے گرد چکر لگائے تو وہاں ذرا آہستہ چلنا۔

۱۳- نادر شاہ سویا ہوا ہے تو (باد صبا) ذرا پاؤں آہستہ سے رکھ اور کلی کو آہستہ سے کھلا/ پھول بنا، تاکہ اس کی چٹک کی آواز پیدا نہ ہو جو اس کے آرام میں خلل ڈالے۔

۱۴- از حضورِ او مرا فرماں رسید — آں کہ جانِ تازہ در خاکم دمید
۱۵- "سوختیم از گرمی آوازِ تو — اے خوش آں قومے کہ داند رازِ تو
۱۶- از غم تو ملت ما آشنا ست — می شناسیم ایں نواہا از کجاست
۱۷- اے بآغوش سحاب ما چو برق — روشن و تابندہ از نور تو شرق
۱۸- یک زماں در کوہسار ما درخش — عشق را باز آں تب و تابے بہ بخش
۱۹- تا کجا در بندہا باشی اسیر — تو کلیمی راہِ سینائے بگیر"

۱۴- اس (نادر شاہ) کے دربار سے مجھے ایسا شاہی پروانہ/ فرمان ملا جس نے میری خاک/ میرے جسم میں ایک تازہ/ نئی روح پھونک دی۔ نادر شاہ نے اپنی زندگی میں علامہ کو افغانستان آنے کی دعوت دی تھی جس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

۱۵- (باقی اشعار میں اس خط کا خلاصہ ہے) ہم تیری آواز کی گرمی سے جل اٹھے۔ وہ قوم بڑی ہی خوش بخت ہے جو (تیری شاعری کی) حقیقت سے باخبر ہے۔ نادر شاہ کا کہنا تھا کہ علامہ کی شاعری کے مطالعہ سے اس میں ایک خاص حرارت اور تڑپ پیدا ہوئی ہے۔

۱۶- ہماری قوم (اہل افغانستان) تیرے غم سے آشنا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ یہ نغمے کہاں سے ہیں یعنی تیری شاعری کا سرچشمہ کیا ہے، اس کے محرکات کیا ہیں۔ ظاہر ہے اس سے مراد ہے کہ تیری شاعری سراسر دردِ ملت کی حامل اور اسے آزاد و سربلند دیکھنے کی آرزومند ہے۔

۱۷- تو (علامہ) ہمارے بادل میں بجلی کی صورت ہے۔ تیری روشنی سے دنیائے مشرق روشن اور فروزاں ہے یعنی جس طرح بجلی چمک کر تاریکی میں روشنی کرتی ہے، کچھ اسی

طرح تیری شاعری قوم کے روشن مستقبل کے لیے کر رہی ہے تاکہ وہ (قوم) غلامی کی تاریکیوں سے نجات پالے۔

۱۸۔ تو کچھ عرصہ کے لیے ہماری پہاڑوں کی سرزمین پر بھی چمک۔ عشق کو پھر وہی ولولہ و شوق اور بیقراری عطا کر یعنی تو ہمارے یہاں آ اور اپنے عظیم و منور پیغام (شاعری) سے ہمیں بھی روشنی عطا کر۔

۱۹۔ کب تک تو بیڑیوں میں جکڑا رہے گا۔ تو تو کلیم ہے اس لیے کسی سینا پہاڑ کا راستہ پکڑ یعنی تو حضرت موسیٰؑ کی مانند ہے اور ہمارے پہاڑ سینا کی مانند ہیں۔ یہاں آ اور یہاں کے لوگوں میں عشق الٰہی کے جذبے پیدا کر، آخر وہاں کب تک اپنی دیگر مصروفیات میں الجھا رہے گا۔ (پیغام ختم)

۲۰۔	طے نمودم باغ و راغ و دشت و در	چوں صبا بگذشتم از کوہ و کمر
۲۱۔	خیبر از مردانِ حق بیگانہ نیست	در دلِ او صد ہزار افسانہ ایست
۲۲۔	جادہ کم دیدم ازو پیچیدہ تر	یاوہ گردد در خم و پیچش نظر
۲۳۔	سبزہ در دامانِ کہسارش مجوے	از ضمیرش برنیاید رنگ و بوے
۲۴۔	سر زمینے کبک او شاہیں مزاج	آہوے او گیرد از شیراں خراج
۲۵۔	در فضایش جرہ بازاں تیز چنگ	لرزہ برتن از نہیب شاں پلنگ
۲۶۔	لیکن از بے مرکزی آشفتہ روز	بے نظام و ناتمام و نیم سوز
۲۷۔	فر بازاں نیست در پروازِ شاں	از تذرواں پست تر پروازِ شاں
۲۸۔	آہ قومے بے تب و تاب حیات	روزگارش بے نصیب از واردات
۲۹۔	آں یکے اندر سجودٔ ایں درقیام	کار و بارش چوں صلوٰت بے امام
۳۰۔	ریز ریز از سنگ او مینائے او	آہ! از امروز بے فردائے او

۲۰۔ (اب سفر افغانستان کے حالات ہیں) چنانچہ میں دشت و درہ اور باغ اور سبزہ زاروں میں سے گذرا۔ صبا کی طرح میں نے پہاڑوں اور وادیوں کا راستہ طے کیا یعنی منزل کے شوق میں یہ راستہ آسانی سے طے کرلیا۔

۲۱۔ درۂ خیبر اللہ کے خاص بندوں سے خالی / بیگانہ نہیں ہے۔ اس (درہ) کے دل میں ہزاروں افسانے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس علاقے نے تہذیب و ثقافت اور سیاست وغیرہ کے کئی ایک دور دیکھے ہیں جن کی کہانیاں اس کی تاریخ کا حصہ ہیں، بالخصوص

مردانِ حق کے مختلف کارنامے یہاں کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ ہیں۔

۲۲۔ میں نے (آج تک) اس سے زیادہ دشوار گذار راستہ نہیں دیکھا۔ اس راستے کے پیچ و خم میں نظر الجھ کر رہ جاتی ہے۔

۲۳۔ اس کے پہاڑوں کے دامن میں سبزہ تلاش نہ کر (وہاں کے پہاڑ خشک ہیں) اس کے ضمیر سے رنگ و بو باہر نہیں آتے یعنی یہاں پھل پھول نہیں اگتے جو رنگ اور خوشبو کا باعث بنیں۔

۲۴۔ وہ ایک ایسی سرزمین ہے جہاں کا کمزور پرندہ چکور بھی شاہین کی ٹکر کا ہے جبکہ وہاں کا ہرن شیروں سے باج وصول کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں کے کمزور نظر آنے والے آدمی بھی بہادر ہیں اور بڑے بڑے بہادر یہاں کے باشندوں کے آگے سر جھکاتے ہیں۔

۲۵۔ اس کی فضا میں تیز پنجوں والے ایسے نر باز اڑتے ہیں جن کے خوف سے چیتے کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ دلیر افغانیوں کے لیے استعارہ ہے۔

۲۶۔ لیکن افسوس کہ ایسے دلیر لوگ قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے (یعنی ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کے باعث) وہ پریشان حال ہیں۔ یہ لوگ نظم و ضبط سے عاری ناکمل اور نیم سوز ہیں۔ گویا ایک تو وہ منظم بھی نہیں ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ترقی یافتہ بھی نہیں ہیں۔

۲۷۔ ان کی پرواز میں بازوں کی سی شان و شکوہ نہیں بلکہ ان کی پرواز چکوروں/ تیتروں سے بھی پست تر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ وہ بڑے دلیر اور بہادر ہیں' ان میں صلاحیتیں بھی ہیں' لیکن ان سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور یوں پسماندگی کا شکار ہو رہے ہیں۔

۲۸۔ افسوس ہے ایسی قوم پر جس میں زندگی کا جوش و جذبہ نہیں اور جس کا روزگار/ حالت و کیفیت واردات سے خالی ہے/ بے نصیب ہے یعنی یہ قوم جمود کا شکار اور عمل سے بیگانہ ہے جس کی وجہ سے وہ جہالت میں ڈوبی ہوئی اور یوں ذلت کی زندگی پر قانع ہے۔

۲۹۔ اس قوم کا کوئی فرد تو سجدے میں ہے اور کوئی قیام میں (نماز کے لیے کھڑا ہے) اس قوم کا معاملہ کچھ ایسا ہے جیسے امام کے بغیر نماز ہو۔ اس استعارے کے حوالے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ افغان بے نظمی' مرکزیت سے بیگانگی اور نفاق و انتشار کا شکار ہیں۔

۳۰۔ اس کے اپنے ہی پتھر سے اس کی صراحی چکنا چور ہے۔ افسوس کہ اس کا آج' آنے والے کل سے محروم ہے یعنی وہ لوگ باہمی لڑائی جھگڑوں میں پڑے رہتے ہیں۔ ان

کی بے عملی اور جدو جہد سے دوری کے باعث ان کے شاندار مستقبل کی توقع نہیں اور یہ امر بہت ہی لائق افسوس ہے۔

خطاب بہ اقوام سرحد

(افغانستان کی سرحد پر بسنے والی قوموں/قبیلوں سے خطاب)

۱۔ اے ز خود پوشیدہ خود را بازیاب — در مسلمانی حرام است ایں حجاب
۲۔ رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست — فاش دیدن خویش را شاہنشہی است
۳۔ چیست دیں؟ دریافتن اسرار خویش — زندگی مرگ است بے دیدار خویش
۴۔ آں مسلمانے کہ بیند خویش را — از جہانے برگزیند خویش را
۵۔ از ضمیر کائنات آگاہ اوست — تیغ "لا موجود الا اللہ" اوست
۶۔ درمکان و لا مکاں غوغائے او — نہ سپہر آوارہ درپہنائے او
۷۔ تا دلش سرے ز اسرارِ خداست — حیف اگر از خویشتن نا آشناست
۸۔ بندۂ حق وارث پیغمبراں — او نگنجد در جہانِ دیگراں
۹۔ تا جہانے دیگرے پیدا کند — ایں جہان کہنہ را برہم زند
۱۰۔ زندہ مرد از غیر حق دارد فراغ — از خودی اندر وجودِ او چراغ

۱۔ اے خود سے پوشیدہ انسان اپنے آپ کو پالے۔ مسلمانی میں یہ پردہ حرام ہے یعنی اپنی خودی کو پہچان' مغلوب کی بجائے غلبے والا بن۔ بحیثیت ایک مسلمان کے اپنی حقیقت سے باخبر ہوکر زندگی بسر کر۔ اپنی حقیقت سے پردہ اٹھادے۔

۲۔ کیا تجھے کچھ علم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دین کی رمز/حقیقت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو آشکارا دیکھنا بادشاہی اور عظمت ہے۔ اپنی معرفت سے پوری طرح آگاہ ہونا عظمت و سربلندی کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ دین کیا ہے؟ دین اپنے بھیدوں کو پالینے کا نام ہے' اگر اپنی ذات کو نہ پایا اور سمجھا جائے تو اس صورت میں زندگی بھی گویا موت ہے۔ اپنی معرفت وخودی سے بے خبر انسان محض ایک چلتی پھرتی لاش ہے۔

۴- وہ مسلمان جو خود کو پالیتا ہے' دیکھ لیتا ہے۔ وہ خود کو اس دنیا میں برگزیدہ بنالیتا ہے۔ گویا اس صورت میں اس کا شمار صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات میں ہوتا ہے۔

۵- ایسا مسلمان کائنات کے باطن سے آگاہ ہوتا ہے' اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ وہ ''لا موجود الا اللہ'' کی تلوار ہے یعنی اس کا توحید (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) پر کامل ایمان ہوتا ہے جس کے باعث وہ کائنات کی ہر ہر شے میں اس خالق مطلق کا عمل دخل سمجھتا ہے اور اس کی ذات اقدس سے وابستگی کی بنا پر وہ باطل قوتوں سے ٹکراتا اور مختلف اشیا کو اس ذات کے حسب منشا استعمال کرتا ہے۔

۶- مکاں اور لامکاں یعنی اس دنیا اور آسمان سے آگے والی دنیا میں اس کا چرچا ہوتا ہے اور نو آسمان اس کی وسعت میں کھو جاتے ہیں یعنی ایک حقیقی مومن چونکہ زمان و مکاں پر غالب آجاتا ہے اس لیے وہ ساری کائنات کا گویا محور بن جاتا ہے اور کائنات اس کی اطاعت گزار بن جاتی ہے۔

۷- چونکہ اس مومن کا دل خدا کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے' اس لیے افسوس کی بات ہوگی اگر وہ اپنی ذات سے ناآشنا رہے یعنی اس کا دل تو خدا کی جلوہ گری کا آئینہ ہوتا ہے' پھر وہ بھلا اپنی معرفت سے کیوں بے خبر رہے۔

۸- بندۂ حق پیغمبروں کا وارث ہوتا ہے' وہ دوسروں کی دنیا میں نہیں سماتا۔ یعنی پیغمبروں کی تعلیمات پر کماحقہ عمل کے باعث اس کا اٹھنا بیٹھنا اور ہر طرح کی حرکت و سکون پیغمبروں ہی کے انداز کے مطابق ہوتی ہے' عام دنیا والوں کی طرح نہیں۔

۹- تاکہ وہ ایک نئی دنیا وجود میں لائے' وہ اس قدیم دنیا کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ نئی دنیا سے مراد ایسی دنیا جو پیغمبروں کے انداز کی حامل ہوگی' لوگوں کی بنائی ہوئی دنیا کو درہم برہم کرنے کا مطلب ہے' وہ اسے ذرا بھی اہمیت نہیں دیتا۔

۱۰- خدا کا خاص بندہ' اللہ کے سوا باقی تمام کائنات سے خود کو دور رکھتا ہے' خودی سے اس کے وجود میں روشنی ہو جاتی ہے۔

۱۱- ذکر او شمیر و فکر او سپر | پائے او محکم بزرم خیر و شر
۱۲- صبحش از بانگے کہ برخیزد زجاں | نے ز نور آفتاب خاوراں
۱۳- او حریم و در طوافش کائنات | فطرت او بے جہات اندر جہات
۱۴- ذرہ ے از گرد راہش آفتاب | شاہد آمد بر عروج او کتاب

۱۵- فطرت او را کشاد از ملت است | چشم او روشن سواد از ملت است
۱۶- اندکے گم شو بقرآن و خبر | باز اے ناداں بخویش اندر نگر
۱۷- درجہاں آوارہ ای بیچارہ ای | وحدتے گم کردہ ای صد پارہ ای
۱۸- بند غیر اللہ اندر پائے تست | داغم از داغے کہ در سیمائے تست
۱۹- میر خیل! از مکر پنہانی بترس | از ضیاع روح افغانی بترس
۲۰- ز آتش مردان حق می سوزمت | نکتہ ے از پیر روم آموزمت

۱۱- نیکی اور بدی کی جنگ میں وہ بڑا ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کا ورد و ذکر اس کی تلوار ہے جبکہ اس کی فکر اس کے لیے ڈھال کا کام دیتی ہے یعنی وہ اللہ کے ذکر کی تلوار سے باطل قوتوں پر وار کرتا ہے اور اپنی ذات اور کائنات پر غور وفکر کی ڈھال سے ایسی قوتوں سے اپنے دفاع کا سامان کرتا ہے۔ ذکر اور فکر صوفیانہ اصطلاحات ہیں۔

۱۲- اس کی صبح کا آغاز اس اذان سے ہوتا ہے جو اس کی روح سے بلند ہوتی ہے۔ اس سورج کی روشنی سے وہ (اس کی صبح) طلوع نہیں ہوتی جو شرق سے طلوع ہوتی ہے۔ یعنی بندۂ مومن کی اذان سے انسانی زندگی کی رات صبح میں بدل جاتی ہے۔ اس کے ''اللہ اکبر'' کی آواز بلند کرنے سے باطل کے سب اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔

۱۳- اس کی فطرت جہات میں رہتے ہوئے بھی جہات سے آزاد ہوتی ہے۔ اس کی کیفیت حریم کی سی ہے جس کے گرد کائنات طواف کرتی / چکر لگاتی ہے۔ یعنی وہ زمان و مکاں کی حدود/ قید سے آزاد ہے۔ مرد مومن کائنات سے بے نیاز ہے جبکہ کائنات اس کی مطیع ومحتاج ہے۔

۱۴- اس کے راستے کے غبار کا ایک ذرہ بھی سورج کے برابر ہے۔ اس کے عروج پر کتاب گواہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا ہر عمل اور اس کی ہر بات دوسروں کیلئے نور ہدایت ہے جبکہ اس کی عظمت وسربلندی پر قرآن کریم گواہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب اور اعلیٰ رہو گے۔''

۱۵- اس کی فطرت کو ملت ہی سے کشادگی حاصل ہے اور اس کی آنکھوں کی پتلی کی روشنی ملت ہی کی بنا پر ہے یعنی وہ ملت سے بیگانہ اور دور نہیں ہے اور ملت میں اس (مرد حق) کا وجود اسی طرح ہے جس طرح آنکھ میں پتلی ہوتی ہے۔

۱۶- تو کچھ دیر کے لیے قرآن کریم اور احادیث میں محو ہو جا (ان کا بغور مطالعہ کر) اور پھر

اے نادان! اپنی ذات میں جھانک۔ قرآن کریم اور احادیث کے مطالعہ سے تجھ پر واضح ہوگا کہ ایک مردحق کا کیا مقام وشان ہے۔ پھر تو دیکھ یعنی اپنا جائزہ لے کہ کیا تو واقعی اس بات پر پورا اترتا ہے۔

۱۷- (اگلے اشعار میں علامہ نے افغانیوں کو ان کی اس دور کی حالت سے آگاہ کیا ہے) تو (افغانی) دنیا میں کھو گیا/ آوارہ ہے، عاجز اور بے بس ہو گیا ہے۔ تو نے وحدت کو کھو دیا ہے اور اس طرح سینکڑوں گروہوں میں بٹ گیا ہے۔ مرکزیت اور ملی وحدت ختم کر کے کئی قبیلوں میں بٹ گیا ہے۔

۱۸- تیرے پاؤں میں غیراللہ کی بیڑیاں ہیں۔ میں تو تیرے اس داغ سے جل گیا/ زخمی ہو گیا ہوں جو ظاہری عبادت سے تیری پیشانی پر پڑ گیا ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ تو غیراللہ کے آگے جھکتا ہے یا یہ کہ بظاہر تو مسلمان ہے لیکن عملاً دنیا کا غلام ہے۔

۱۹- اے قوم کے سردار! چھپے ہوئے مکر سے ڈر، افغانی روح کے ضائع ہونے/ نقصان سے ڈر۔ یعنی دشمن اس کوشش میں ہے کہ وہ اپنے مکر وفریب سے افغانی قبیلوں کو ایک دوسرے سے دور رکھ کر ان کی وحدت کو ختم کر دے تو (سردار) دشمن کے اس پوشیدہ مکروفریب سے ہوشیار رہ۔

۲۰- میں تجھے مردانِ حق کی آگ سے جلاتا ہوں، میں تجھے پیر روم کی گہری رمز کی بات سکھاتا ہوں یعنی میں تم میں زندگی کا سوز اور عمل کا جذبہ وولولہ پیدا کرنا چاہتا ہوں۔
(اگلے چار اشعار مولانا رومی کے ہیں)

۲۱- "رزق از حق جو، مجو از زید و عمر — مستی از حق جو، مجو از بنگ و خمر
۲۲- گل مخر، گل را مخور، گل را مجو — زانکہ گل خوار است دائم زرد رو
۲۳- دل بجو تا جاوداں باشی جواں — از تجلی چہرہ ات چوں ارغواں
۲۴- بندہ باش و بر زمیں روچوں سمند — چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند"
۲۵- شکوہ کم کن از سپہر لا جورد — جز بگرد آفتاب خود مگرد
۲۶- از مقام ذوق و شوق آگاہ شو — ذرہ ای؟ صیاد مہر و ماہ شو
۲۷- عالم موجود را اندازہ کن — درجہاں خود را بلند آوازہ کن
۲۸- برگ و ساز کائنات از وحدت است — اندریں عالم حیات از وحدت است
۲۹- درگذر از رنگ و بوہائے کہن — پاک شو از آرزو ہائے کہن

۳۰۔ ایں کہن ساماں نیرزد با دو جو   نقشبند آرزوئے تازہ شو

۲۱۔ رزق خدا سے مانگ، ایرا غیرا یا غیر اللہ سے نہ مانگ۔ مستی خدا سے طلب کر بھنگ اور شراب سے تلاش نہ کر۔ حقیقی رازق تو خدا ہے، رزق کے لیے اس کی طرف ہی توجہ کرنی چاہیے۔ رومی کے اس شعر سے علامہ نے استفادہ کرتے ہوئے دراصل اس دور کے انگریز حکمرانوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اپنی عیاری اور مکاری سے سرحدی قبیلوں کو وظیفوں وغیرہ کی صورت میں دولت دے کر اپنے مطلب کے لیے استعمال کر رہے تھے۔ مثنوی دفتر پنجم ''قصہ اہل ضروان وحسد ایشاں ......'' میں دونوں مصرعوں ''حق'' کی بجائے ''وے'' ہے۔

۲۲۔ مٹی مت خرید، مٹی نہ کھا، مٹی تلاش نہ کر۔ اس لیے کہ مٹی کھانے والے کا چہرہ ہمیشہ زرد ہی رہتا ہے۔ اللہ رازقِ مطلق سے رزق کی جستجو/عرض کرنے کی بجائے غیر اللہ سے مانگنا تو گویا مٹی کھانا ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جو ایسے انسان کی ذلت و پستی کی حامل ہے۔ (یہ شعر مثنوی دفتر دوم ''دوم بار بسخن آودن سائل ......'' میں ہے)

۲۳۔ تو دل تلاش کر تا کہ تو ہمیشہ جواں رہے اور تجلی سے تیرا چہرہ سرخ ہو جائے یعنی اپنے اندر دل زندہ پیدا کر جو تیری بقا کا باعث بنے اور یوں ذاتِ حق کی تجلی سے تیرا چہرہ منور ہو اور تیری عظمت و سربلندی کا باعث بنے۔ یہ شعر مثنوی میں شعر۲۲ کے بعد کا ہے لیکن اس میں ''بجو'' کی بجائے ''بخور'' ہے۔

۲۴۔ تو خدا کا بندہ بن (اس کی بندگی اختیار کر) اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل۔ کسی کا محتاج ہونے کی بجائے اپنے پاؤں پر چل نہ کہ جنازے کی طرح جسے لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلتے ہیں۔ (یہ دوسروں کی محتاجی کی علامت ہے) یہ شعر مثنوی دفتر ششم میں ہے ''در حقیقت حکایت و بیان آن کہ ہر نفسے ہمچوں آن ہندو جلاست'' اس میں ''نے'' کی بجائے ''نہ'' اور ''برند'' کی بجائے ''نہند'' ہے۔

۲۵۔ نیلے آسمان کا شکوہ نہ کر، اپنے آفتاب کے سوا کسی اور شے کے گرد چکر نہ لگا یعنی تقدیر کے شکوے نہ کرتا رہ بلکہ جہد و عمل سے کام لے جس سے تیری تقدیر سنورتی چلی جائے گی اور تو دوسروں کا محتاج نہ رہے گا۔

۲۶۔ تو ذوق و شوق کے مقام سے یعنی جذبہ عشق سے آگاہ ہو۔ کیا تو ایک ذرہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر سورج اور چاند کا شکاری بن جا یعنی کائنات کو

تسخیر کر کے اپنے حسب منشا کام میں لا۔

۲۷۔ اس مادی دنیا کا جائزہ لے اور یوں دنیا میں خود کو بلند آوازہ کر۔ اس کو پرکھتے ہوئے صحیح صورت میں قدم اٹھا اور یوں اپنی عظمت و شہرت کا سامان کر۔

۲۸۔ کائنات کا وجود اور نظام وحدت/ یکتائی ہی سے قائم ہے۔ اس دنیا میں زندگی وحدت ہی سے ہے یعنی باہم مل جل کر رہنے ہی سے اور ایک مرکز سے وابستہ ہونے کی بنا پر ہی صحیح زندگی بنتی ہے۔

۲۹۔ پرانے رنگ و بو کو چھوڑ دے' آگے نکل جا۔ پرانی/ فرسودہ آرزوؤں سے خود کو آزاد کر یعنی بے عملی اور دوسروں کی محتاجی کے حامل پرانے نظریات و افکار اور رسم و رواج وغیرہ چھوڑ اور خود میں ایسی نئی امنگیں اور آرزوئیں پیدا کر جن پر عمل سے تیری عظمت و سربلندی کا سامان ہو۔

۳۰۔ تیرے اس پرانے ساز و سامان کی قیمت تو دو جو کے برابر بھی نہیں ہے۔ تو نئی آرزوؤں کا نقاش بن۔ تیری مذکورہ پرانی آرزوؤں' امنگوں کی معمولی اہمیت بھی نہیں ہے۔ تو عظیم مقاصد کی حامل آرزوئیں پیدا کر کے ان کے حصول کے لیے عمل پیرا ہو جا تاکہ تو دنیا میں عظیم و سربلند زندگی بسر کر سکے۔

۳۱۔ زندگی بر آرزو دارد اساس — خویش را از آرزوئے خود شناس
۳۲۔ چشم و گوش و ہوش تیز از آرزو — مشت خاکے لالہ خیز از آرزو
۳۳۔ ہر کہ تخم آرزو در دل نہ کشت — پایمال دیگراں چوں سنگ و خشت
۳۴۔ آرزو سرمایۂ سلطان و میر — آرزو جام جہان بین فقیر
۳۵۔ آب و گل را آرزو آدم کند — آرزو ما را ز خود محرم کند
۳۶۔ چوں شرر از خاک ما بر می جہد — ذرہ را پہنائے گردوں می دہد
۳۷۔ پور آزر کعبہ را تعمیر کرد — از نگاہے خاک را اکسیر کرد
۳۸۔ تو خودی اندر بدن تعمیر کن — مشت خاک خویش را اکسیر کن

۳۱۔ زندگی کی بنیاد آرزو پر ہے۔ اپنے آپ کو اپنی آرزو سے پہچان یعنی اگر تیری آرزو معمولی ہے تو تیری زندگی کی بھی کوئی اہمیت نہ ہوگی اور اگر تیری آرزو عظیم ہے اور تو اس کے حصول میں برسرِ عمل ہے تو تیری زندگی عظیم ہوگی (لہٰذا خود میں عظیم آرزوئیں پیدا کر)

۳۲۔ آنکھ' کان اور ہوش/ عقل میں تیزی آرزو سے پیدا ہوتی ہے۔ مٹھی بھر خاک آرزو

سے لالہ کا پھول اگانے والی بنتی ہے۔ مٹی بے حس چیز ہے لیکن اگر اس میں حرکت و حرارت کی آرزو پیدا ہو تو اس میں سے پھول اور پودے اگنے لگتے ہیں۔ مٹھی بھر خاک سے مراد اگر انسانی جسم لی جائے تو مطلب ہوگا کہ وہ اس آرزو کے طفیل بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکے گا (واللہ اعلم)

۳۳۔ جس کسی نے آرزو کا بیج دل میں نہ بویا وہ پتھر اور اینٹ کی طرح دوسروں کے قدموں تلے روندا گیا یعنی دوسروں کا محتاج ہو کر ذلت و پستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا۔

۳۴۔ آرزو بادشاہ اور امیر کا سرمایہ ہے۔ آرزو درویش کا وہ جام ہے جس میں سے دنیا نظر آتی ہے۔ گویا ہر شے کے وجود اور نمود کے پس منظر میں اس کی آرزو کارفرما ہے۔ درویش کا دل اسی آرزو کی بنا پر دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوتا اور خدائی تجلیات کے عکس کا حامل بنتا ہے۔

۳۵۔ آرزو ہی پانی اور مٹی کو آدم کی صورت دیتی ہے۔ آرزو ہمیں اپنی ذات سے آگاہ/آشنا کرتی ہے یعنی آرزو ہی انسان کے جسم میں انسانیت کی خوبیاں پیدا کرتی ہے اور اسے اس کی خودی سے آگاہ کر کے خلیفۃ الارض اور نائب خدا کا مقام دلاتی ہے۔

۳۶۔ آرزو ہماری خاک سے چنگاری کی طرح پھوٹتی ہے اور ذرے کو آسمان کی سی وسعت دیتی ہے یعنی آرزو کی بنا پر ہی ایک معمولی انسان بلند مرتبہ بن جاتا ہے۔

۳۷۔ آزر کے بیٹے یعنی حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی تعمیر کی اور ایک نگاہ سے خاک کو اکسیر/سونا بنا دیا۔ یعنی انہوں نے بڑے بڑے بتوں کا گھر توڑ کر خدا کی عبادت کا ایک عظیم مرکز (خانہ کعبہ) بنا دیا۔ یہ آرزو ہی کا نتیجہ تھا۔

۳۸۔ تو اپنے بدن میں خودی کی تعمیر کر اور یوں اپنی خاک کی مٹی/بدن کو کعبہ کی طرح سونا بنا لے۔

مسافر وارد می شود بہ شہر کابل و حاضر

می شود بحضور اعلیٰ حضرت شہیدؒ

(مسافر یعنی اقبال شہر کابل میں داخل اور اعلیٰ حضرت شہید یعنی نادر شاہ کے حضور

حاضر ہوتا ہے۔ علامہ کے اس سفر کے کچھ عرصہ بعد نادرشاہ کو کسی افغانی نے گولی مار کر شہید کر دیا تھا' اس لیے شہید لکھا ہے۔)

۱۔ شہر کابل! خطۂ جنت نظیر   آب حیواں از رگ تاکش بگیر
۲۔ چشم صائب از سوادش سرمہ چیں   روشن و پاینده باد آں سرزمین
۳۔ در ظلام شب سمن زارش نگر   بربساط سبزه می غلطد سحر
۴۔ آں دیار خوش سواد آں پاک بوم   بادِ او خوشتر ز بادِ شام و روم
۵۔ آب او برا و خاکش تابناک   زنده از موج نسیمش مرده خاک
۶۔ ناید اندر حرف و صوت اسرارِ او   آفتاباں خفتہ در کہسارِ او
۷۔ ساکنانش سیر چشم و خوش گہر   مثل تیغ از جوہر خود بے خبر
۸۔ قصر سلطانی کہ نامش دلکشاست   زائراں را گرد راہش کیمیاست

۱۔ کابل کا شہر جنت کا سا خوبصورت خطہ/شہر ہے۔ اس کی انگور کی بیل سے تو آب حیات حاصل کر یعنی یہاں کے پھلوں کے رس زندگی بخش ہیں۔

۲۔ صائب کی آنکھیں اس شہر کی سیاہی سے سرمہ حاصل کرنے والی ہیں۔ خدا کرے وہ سرزمین روشن رہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے۔ صائب (بعض نے اس کی تاریخ وفات ۱۰۴۰ھ لکھی ہے لیکن مستند قول ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کا ہے اور وہ ہے ۱۰۸۸ھ) نے کابل کا سفر بھی کیا تھا اور اس کی تعریف میں کہا تھا:

ع خوشا وقتے کہ چشم از سوادش سرمہ چیں گردد

علامہ نے اسی حوالے سے پہلا مصرع کہا ہے۔ صائب کا دوسرا مصرع:

ع شوم چوں عاشقان و عارفاں از جاں گرفتارش

۳۔ رات کی تاریکی میں اس کے چنبیلی کے سفید باغ / تختے دیکھ' یوں لگتا ہے جیسے سبزے کی چٹائی سے صبح لپٹ رہی ہے۔

۴۔ وہ ایک اچھے ماحول والا شہر اور صاف ستھری سرزمین ہے۔ اس کی ہوا شام اور روم کی ہوا سے کہیں اچھی ہے۔

۵۔ اس کا پانی بہت شفاف اور اس کی خاک چمکنے والی/ چمکتی ہے۔ اس کی صبح کی ہوا کی لہر سے مردہ خاک بھی زندہ ہو جاتی ہے یعنی زمین ہری بھری ہو جاتی ہے اور فصلیں اور پودے وغیرہ اگنے لگتے ہیں۔

۶۔ اس کے بھید نہ تو الفاظ میں سما سکتے ہیں اور نہ آواز میں۔ اس کے پہاڑوں میں سورج سوئے ہوئے ہیں۔ یعنی یہاں مختلف قسم کی بڑی بڑی شخصیات دفن ہیں۔

۷۔ اس کے باشندے سیر چشم اور اچھی نسل والے ہیں۔ وہ تلوار کی طرح اپنی صلاحیتوں سے بے خبر ہیں یعنی جس طرح تلوار کی تیزی کا پتا کسی پر اس کے چلنے سے ہوتا ہے اسی طرح ان لوگوں کو اپنی اہلیتوں صلاحیتوں کا اس وقت پتا چلے گا جب وہ ان سے کام لیں گے۔

۸۔ اس کے شاہی محل کا نام دل کشا ہے' جس کے راستے کی گرد دیکھنے والوں کے لیے کیمیا کا اثر رکھتی ہے یعنی اس میں مومنانہ صفات کا حامل بادشاہ رہتا ہے۔

۹۔ شاہ را دیدم در آں کاخ بلند — پیش سلطانے فقیرے دردمند
۱۰۔ خلق او اقلیم دل ہا را کشود — رسم و آئین ملوک آنجا نبود
۱۱۔ من حضور آں شہ والا گہر — بے نوا مردے بدربارِ عمرؓ
۱۲۔ جانم از سوز کلامش در گداز — دست او بوسیدم از راہِ نیاز
۱۳۔ پادشاہے خوش کلام و سادہ پوش — سخت کوش و نرم خوے و گرم جوش
۱۴۔ صدق و اخلاص از نگاہش آشکار — دین و دولت از و جودش استوار
۱۵۔ خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر — از مقام فقر و شاہی باخبر
۱۶۔ درنگاہش روزگار شرق و غرب — حکمت او راز دار شرق و غرب
۱۷۔ شہر یارے چوں حکیماں نکتہ داں — راز دانِ مد و جزر امتاں
۱۸۔ پردہ ہا از طلعت معنی کشود — نکتہ ہائے ملک و دیں را وانمود

۹۔ میں نے اس عالی شان محل میں بادشاہ سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات کچھ اس قسم کی تھی جیسے ایک سلطان اور ایک دردمند فقیر کی ملاقات ہو۔ علامہ نے خود کو دردمند فقیر کہا ہے۔ ایسا فقیر جس کے دل میں قوم کا درد ہو۔

۱۰۔ اس کا حسن اخلاق/خلق دلوں کی سلطنتوں کو فتح کرنے والا تھا۔ وہاں بادشاہوں والے طور طریقے نہ تھے۔ گویا بادشاہ رومیؒ کے اس شعر کا عملی نمونہ تھا:

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(لوگوں کے دل جیتو کہ یہ حج اکبر ہے اور ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے)

بادشاہ کے طور طریقے درویشانہ تھے۔

۱۱۔ میں اسی عالی نسب بادشاہ کے حضور/ سامنے ایسے تھا جیسے کوئی مفلس کنگال حضرت عمر فاروقؓ کے دربار میں ہو۔ حضرت عمرؓ ایک عظیم حکمران ہونے کے باوصف/ باوجود نہایت سادہ طبع اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے بے نیاز تھے اور معمولی سے معمولی آدمی کی بھی ان تک رسائی آسان تھی۔ یہی کچھ صورت یہاں نظر آئی۔

۱۲۔ میری جان اس کے سوزِ کلام/ گفتار سے پگھل رہی تھی۔ میں نے عقیدت کے طور پر اس کا ہاتھ چوم لیا یعنی میں اس کی باتوں سے بہت متاثر ہو رہا تھا۔

۱۳۔ وہ ایک خوش گفتار (اچھی باتیں کرنے والا) سادہ لباس پہننے والا' جفاکش' نرم طبع اور تپاک سے ملنے والا بادشاہ تھا۔

۱۴۔ اس کی نگاہوں سے اس کا صدق و اخلاق ظاہر/ نمایاں تھا۔ دین اور حکومت کو اس کے وجود سے استحکام ملا۔

۱۵۔ وہ تھا تو مٹی کا پتلا/ مٹی کا بنا ہوا مگر فرشتوں سے بھی زیادہ پاکیزہ فطرت تھا۔ وہ فقر اور سلطنت کے مقام و مرتبہ سے آگاہ تھا۔

۱۶۔ اس کی نگاہوں میں مشرق اور مغرب کا زمانہ تھا یعنی وہ زمانے کے حالات سے پوری طرح باخبر تھا۔ اس کی حکمت/ دانائی مشرق اور مغرب کی رازدار تھی۔ مطلب یہ کہ وہ مشرق و مغرب کے معاملات پوری طرح سمجھتا تھا۔

۱۷۔ وہ ایک ایسا بادشاہ تھا جو اہل حکمت و خرد کی مانند نکتہ داں تھا اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب و وجوہات سے پوری طرح باخبر تھا۔

۱۸۔ اس نے معنی کے چہرے پر سے پردے اٹھا/ ہٹا دیے اور ملک اور دین کے نکتے (گہری باریک باتیں) دکھا دیے یعنی اس نے معاملات کی حقیقت ظاہر کی۔

۱۹۔ گفت "از آں آتش کہ داری دربدن — من ترا دانم عزیز خویشتن

۲۰۔ ہر کہ او را از محبت رنگ و بوست — درنگاہم ہاشم و محمود اوست"

۲۱۔ در حضورِ آں مسلمان کریم — ہدیہ آوردم ز قرآن عظیم

۲۲۔ گفتم "ایں سرمایہ اہل حق است — در ضمیر او حیات مطلق است

۲۳۔ اندرو ہر ابتدا را انتہاست — حیدرؓ از نیروے او خیبر کشاست"

۲۴۔ نشہ حرفم بخون او دوید — دانہ دانہ اشک از چشمش چکید

۲۵۔ گفت "نادر درجہاں بیچارہ بود | از غم دین و وطن آوارہ بود
۲۶۔ کوہ و دشت از اضطرابم بے خبر | از غمان بے حسابم بے خبر
۲۷۔ نالہ با بانگ ہزار آمیختم | اشک باجوئے بہار آمیختم
۲۸۔ غیر قرآں غم گسار من نہ بود | قوتش ہر باب را بر من کشود"

۱۹۔ (نادرشاہ) نے کہا کہ جو آگ تیرے بدن میں ہے' اس کی بنا پر میں تجھے اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ آتش سے مراد آتش عشق ہے جس سے علامہ سرشار تھے۔

۲۰۔ جس کسی میں بھی محبت کا رنگ و بو ہے' وہ میری نگاہ میں ہاشم اور محمود ہے (فرہنگ دیکھیے)

۲۱۔ (نادر شاہ جب اپنی بات ختم کر چکا تو) میں نے اس نیک مزاج و مہربان مسلمان (بادشاہ) کو قرآن عظیم کا تحفہ پیش کیا (جو اس نے قبول کرلیا)

۲۲۔ میں نے (تحفہ پیش کرتے ہوئے) کہا کہ قرآن کریم اہل حق کا سرمایہ ہے اور اس میں مکمل ضابطہ حیات ہے جس پر عمل سے زندگی کو بقا ملتی ہے۔

۲۳۔ اس (عظیم کتاب) میں ہر چیز کی ابتدا/آغاز اور انتہا/انجام موجود ہے۔ اسی کی قوت کے طفیل حضرت علی حیدرؓ کرار فاتح خیبر بنے۔

۲۴۔ میری ان باتوں کا نشہ نادرشاہ کے خون میں دوڑ گیا یعنی وہ ان سے بے حد متاثر ہوا اور اس کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ آنسو ٹپکنے لگے۔

۲۵۔ اس (نادر) نے کہا کہ "نادر دنیا میں بیچارہ تھا۔ وہ (خود نادر) دین اور وطن کے غم میں بیقرار ہی رہا۔ اس شعر اور اگلے شعروں کے پس منظر کے لیے شروع کی فرہنگ دیکھیے۔

۲۶۔ میرے وطن کے پہاڑ اور جنگل میری بیقراری سے بے خبر تھے۔ انہیں میرے بے حساب غموں کی خبر ہی نہ تھی یعنی مجھ پر فرانس میں جو کچھ بیت رہی تھی' اس سے اہل افغانستان بے خبر تھے۔

۲۷۔ میں نے وہاں بلبل کی چہچہاہٹ کے ساتھ اپنا نالہ وفریاد ملایا اور میں نے اپنے آنسو بہار کی ندی میں ملا دیے۔ مطلب یہ کہ میں (نادر) وہاں اپنی اس بیقراری و بیچارگی کے باعث آبادی سے باہر نکل جاتا اور بلبل کو اپنا گویا ہمنوا سمجھتا اور موسم بہار میں بہتی ہوئی ندی میں آنسو ملا کر دل کو یوں تسلی دے لیتا کہ وہ بھی میری طرح عالم بیقراری

میں آنسو بہا رہی ہے۔

۲۸۔ وہاں قرآن کریم کے سوا اور کوئی میرا ہمدرد و غمگسار نہ تھا۔ اس (قرآن) کی قوت نے مجھ پر ہر دروازہ کھول دیا یعنی میں وہاں قرآن کریم کا مطالعہ کرتا رہتا جس سے مجھے دلی اطمینان بھی حاصل ہوتا اور کچھ تدبیریں بھی مجھے سوجھیں۔ چنانچہ وطن واپس آ کر بچہ سقہ کو شکست دے کر میں نے حکومت حاصل کر لی اور یہ سب اسی قرآن کریم کے مطالعہ اور اس پر عمل کی بنا پر ہوا (یہاں نادر شاہ کی بات ختم ہو جاتی ہے)

۲۹۔ گفتگوئے خسرو والا نژاد باز با من جذبۂ سرشار داد

۳۰۔ وقت عصر آمد صدائے الصلوات آں کہ مومن را کند پاک از جہات

۳۱۔ انتہائے عاشقاں سوز و گداز کردم اندر اقتدائے او نماز

۳۲۔ رازہائے آں قیام و آں سجود جز بزم محرماں نتواں کشود

۲۹۔ اس عالی نسب بادشاہ کی گفتگو نے ایک مرتبہ پھر مجھے بے خود بنا دینے والا جذبہ عطا کیا۔ مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔

۳۰۔ عصر کے وقت نماز کے بلاوے یعنی اذان کی آواز بلند ہوئی' وہ نماز جو مومن اور سچے مسلمان کو حدود سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ یعنی اس (نماز) میں ادنیٰ و اعلیٰ' رنگ و نسل اور غلام و آقا میں کوئی امتیاز نہیں رہتا' سب کندھے سے کندھا ملا کر پڑھتے ہیں۔ علامہ ہی کے بقول:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

۳۱۔ عاشقوں کی انتہا سوز و گداز ہے (اس موقع پر بادشاہ نے) امامت کی اور میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔

۳۲۔ اس نماز کے قیام اور سجدے کے راز سوائے اپنے (ہم مزاج) واقف حال احباب کی محفل کے کہیں اور ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔ علامہ نے افغانستان کی آزاد فضا میں جو نماز پڑھی اور وہ بھی بادشاہ کی امامت میں' اس میں پوری طرح سوز و گداز تھا جبکہ برصغیر میں غلامی کی حالت میں ان کی نماز ایسے سوز و گداز سے عاری تھی۔

بر مزارِ شہنشاہ بابر خلد آشیانی

۱۔ بیا کہ ساز فرنگ از نوا بر افتاد است | درون پردۂ او نغمہ نیست فریاد است
۲۔ زمانہ کہنہ بتاں راہزار بار آراست | من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
۳۔ درفش ملت عثمانیاں دوبارہ بلند | چہ گویمت کہ بہ تیموریاں چہ افتاد است
۴۔ خوشا نصیب کہ خاک تو آرمید ایں جا | کہ ایں زمیں ز طلسم فرنگ آزاد است
۵۔ ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دلی است | ''کہ آں عجوزہ عروس ہزار داماد است''
۶۔ درونِ دیدہ نگہ دارم اشک خونیں را | کہ من فقیرم و ایں دولت خداداد است
۷۔ اگرچہ پیر حرم وردِ ''لا الہ'' دارد | کجا نگاہ کہ بُرندہ تر ز پولاد است

۱۔ تو (بابر) آ کہ انگریز کے ساز کی آواز بے سری ہوگئی ہے۔ اس کے سر تال میں نغمہ نہیں بلکہ فریاد ہے' (یہ اشعار غزل کی صورت میں ہیں اس لیے علامہ نے ان میں استعاروں سے استفادہ کیا ہے) مطلب یہ کہ انگریز حکمرانوں کی برصغیر/ ہندوستان میں ہوا اکھڑ چکی ہے' تو آ اور ان سے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت چھین لے یعنی اللہ کرے کہ تیرے جیسی شخصیت پھر سامنے آئے اور ہم مسلمانوں کو ہمارا کھویا ہوا مقام واپس مل جائے۔

۲۔ زمانے نے ہزاروں مرتبہ پرانے بتوں کو آراستہ کیا لیکن میں حرم سے باہر نہیں نکلا یا میں نے حرم کو نہیں چھوڑا کہ اس کی بنیاد مضبوط ہے یعنی زمانے نے قسم قسم کے غیر خدائی نظام آزمائے لیکن انسانی فلاح کی بات نہ بن سکی۔ چنانچہ اہل زمانہ کو خود ہی اپنے نظریاتی و فکری بت توڑ توڑ کر نئے نئے افکار و نظریات پیدا کرنے پڑے جبکہ کعبہ کا پیغام ازلی و ابدی صداقت کا حامل ہے۔

۳۔ عثمانی ترکوں کا پرچم ایک مرتبہ پھر بلند ہو گیا ہے۔ تجھے (بابر کو) میں کیا بتاؤں کہ مغلوں پر کیا بیتی ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں نے شکست کھائی لیکن پھر قوت حاصل کر کے اور زور بازو سے دوبارہ اپنی حکومت قائم کر لی جبکہ مغلیہ حکومت برصغیر پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے بعد روبہ زوال ہوتی چلی گئی۔ تا آنکہ وہ ختم ہو گئی اور مغل دوبارہ نہ اٹھ سکے۔ بہادر شاہ ظفر آخری مغل فرمانروا تھا۔

۴۔ یہ بڑی خوش نصیبی/ بڑی خوش بختی ہے کہ تیری (بابر کی) خاک نے یہاں (افغانستان

جیسے آزاد ملک میں) آرام کیا ہے یعنی تو یہاں دفن ہوا ہے کیونکہ یہ سرزمین انگریز کے طلسم سے محفوظ ہے۔ آزاد بھی ہے اور غاصب انگریز کی عیاری و مکّاری سے محفوظ بھی۔

۵- کابل، دلی سے ہزار مرتبہ بہتر ہے کیونکہ یہ بڑھیا (دلی) ہزاروں شوہروں والی دلہن ہے۔ مطلب یہ کہ دلی مختلف وقفوں/عرصوں میں نت نئے حکمرانوں کے قبضہ میں رہی ہے۔ دوسرا مصرع حافظؒ کا ہے۔ حافظ نے اپنے شعر میں دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں آج کوئی برسراقتدار ہے تو کل کوئی اور، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی عورت آج ایک شوہر کرے اور کل اسے چھوڑ کر کوئی اور کرلے۔ پورا شعر یوں ہے:

مجو درستی عہد از جہان سست نہاد   کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است

۶- میں نے اپنے خون کے آنسو اپنی آنکھوں ہی میں رکھے ہوئے ہیں کیونکہ میں مفلس ہوں اور یہ دولت (آنسو) خدا کی عطا کردہ ہے یعنی یہ آنسو اس لحاظ سے میرا قیمتی سرمایہ ہیں کہ یہ قوم کے زوال پر پہنچنے والے صدمے/غم کے نتیجے میں میری آنکھوں میں آئے ہیں ورنہ آج شاید ہی کوئی اس غم سے دوچار ہو۔

۷- اگرچہ پیرحرم لا الٰہ کا ورد کررہا ہے لیکن اس میں ایسی نگاہ کہاں جو فولاد سے بھی زیادہ کاٹ دار ہو یعنی مسلمانوں کے مذہبی پیشوا کلمہ طیبہ کا تو بڑا ورد کرتے ہیں لیکن عمل و کردار سے عاری ہیں۔ گویا گفتار کے تو غازی ہیں لیکن کردار کے نہیں۔ یوں ان کا سب وعظ ونصیحت بے اثر ہے، اس لیے بھی کہ ان کی حقیقی توجہ اللہ کی بجائے مادی طاقتوں کی طرف ہے۔

سفر بہ غزنی وزیارت مزارِ حکیم سنائی

(غزنی کا سفر اور حکیم سنائی کے مزار کی زیارت)

۱- از نوازش ہائے سلطان شہید   صبح و شامم صبح و شام روز عید
۲- نکتہ سنج خاوراں ہندی فقیر   میہمان خسرو کیواں سریر
۳- تا ز شہر خسروی کردم سفر   شد سفر برمن سبک تر از حضر
۴- سینہ بکشادم بآں بادے کہ پار   لالہ رست از فیض او در کوہسار

۵- آہ! غزنی آں حریم علم و فن مرغزار شیر مردان کہن

۶- دولت محمود را زیبا عروس از حنا بندانِ او دانائے طوس

۱- سلطان شہید یعنی نادر شاہ کی مہربانیوں کے طفیل میری صبح اور شام ایسی تھی جیسے عید کے دن کی صبح اور شام ہو۔

۲- مشرق کی سرزمین کا نکتہ سنج اور ہندی فقیر (یعنی خود علامہ اقبال) اس کیواں کی سی بلندی رکھنے والے تخت کے بادشاہ کا مہمان تھا یعنی بلند مرتبہ بادشاہ کا مہمان تھا۔

۳- جب میں نے دارالحکومت کابل سے سفر کیا تو یہ سفر میرے لیے اتنا ہی آرام دہ ثابت ہوا جیسے میں گھر میں مقیم ہوں۔ گویا بادشاہ نے مہربانی کرتے ہوئے اس سفر کے لیے بہت سی سہولتیں فراہم کر دی تھیں، اس پر مستزاد غزنی جیسے شہر کے سفر کا شوق بھی تھا۔

۴- میں نے اس ہوا سے/ ہوا کے لیے اپنا سینہ کھولا جس کے فیض سے گذشتہ برس پہاڑوں پر لالہ کے پھول اگے تھے۔

۵- آہ غزنی جو کبھی اہل عم و فن کا مرکز تھا اور پرانے شیر مردوں (بہت دلیروں) کا مرغزار یعنی مرکز تھا۔ مطلب یہ کہ آج وہ شہر ایسی عظیم شخصیات سے خالی ہے۔

۶- وہ (غزنی) کبھی محمود غزنوی کی سلطنت کی حسین دلہن تھا جس (دلہن یعنی غزنی) کے ہاتھوں پر مہندی لگانے والوں میں سے ایک دانائے طوس یعنی فردوسی طوسی بھی تھا۔ (فرہنگ دیکھیے)

۷- خفتہ در خاکش حکیم غزنوی از نوائے او دل مرداں قوی

۸- آں ''حکیم غیب'' آں صاحب مقام ''ترک جوش'' رومؔی از ذکرش تمام

۹- من ز ''پیدا'' او ز ''پنہاں'' در سرور ہر دو را سرمایہ از ذوق حضور

۱۰- او نقاب از چہرۂ ایماں کشود فکر من تقدیر مومن وا نمود

۱۱- ہر دو را از حکمت قرآں سبق او ز حق گوید من از مردان حق

۱۲- در فضائے مرقد او سوختم تا متاع نالہ ے اندوختم

۱۳- گفتم ''اے بینندۂ اسرار جاں برتو روشن این جہان و آں جہاں

۱۴- عصرما وا رفتۂ آب و گل است اہل حق را مشکل اندر مشکل است

۱۵- مومن از افرنگیاں دید آنچہ دید فتنہ ہا اندر حرم آمد پدید

۱۶- تا نگاہِ او ادب از دل نخورد چشم او را جلوۂ افرنگ برد

۱۷- اے ''حکیم غیب'' امام عارفاں پختہ از فیض تو خام عارفاں
۱۸- آنچہ اندر پردۂ غیب است گوے بو کہ آبِ رفتہ باز آید بجوے

۷- جس (غزنی) کی خاک میں حکیم غزنوی (جیسی عظیم و بلند مرتبہ شخصیت) دفن ہے۔ (ایسی شخصیت) جس کے ترانے (شاعری) سے مردوں/ بہادروں کے دل اور بھی قوی ہوتے ہیں' مردوں سے مراد وہ لوگ (وہ سالکان) جو راہ حق میں ثابت قدمی سے چلتے ہیں۔

۸- وہ حکیم غیب اور وہ بلند مرتبہ شخصیت جس کے ذکر سے مولانا روم (رومیؒ) جیسی ہستی کی نیم پختگی اپنے کمال کو پہنچی۔ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی کے دفتر سوم میں ''پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی ......'' کے تحت ایک جگہ کہا ہے:

ترک جوشی کردہ ام من نیم خام از حکیم غزنوی بشنو تمام
(مجھ نیم خام نے تو ترک جوشی یعنی نامکمل باتیں کی ہیں' مکمل باتیں حکیم غزنوی سے سن)

رومیؒ نے ایک اور شعر میں سنائی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے:

عطار روح بود و سنائی دو چشم او ما از پے سنائی و عطار آمدیم

۹- میں ظاہر سے اور وہ (سنائی) باطن سے سرور حاصل کرتا ہے' ہم دونوں کا سرمایہ ذوق حضور ہے۔ مطلب یہ کہ میں خدا کی صفات پر غور کر کے اس کی ذات تک رسائی حاصل کرتا ہوں اور وہ (باطن کی بنا پر) اس ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

۱۰- اس نے ایمان کے چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ میری فکر نے مومن کی تقدیر کو ظاہر کر دیا۔ گویا سنائی نے ایمان کی حقیقت واضح کی جبکہ میں نے اہل ایمان کی تقدیر کی وضاحت کی۔

۱۱- ہم دونوں نے قرآن کریم کی حکمت سے درس لیا ہے۔ ہم دونوں میں یہ فرق ہے کہ وہ تو حق کے بارے میں بات کرتا ہے جبکہ میری بات اہل حق سے متعلق ہوتی ہے۔

۱۲- میں اس کے مزار کے ماحول میں جل گیا' جب کہیں جا کر میں نے ایک نالہ کی دولت جمع کر لی یعنی اس ماحول میں غم و سوز عشق مجھ پر چھا گیا اور میں مجبور ہو گیا کہ سنائی سے (اس کی روح سے) بات کروں۔

۱۳- (اب علامہ اپنی بات اگلے شعروں میں بیان کر رہے ہیں) میں نے اس سے کہا کہ ''اے روح کے اسرار و رموز سے آگاہ ہستی' تجھ پر یہ دنیا بھی اور وہ دنیا (آخرت

بھی) روشن ہے۔ تجھے ان کے بارے میں پوری آگاہی ہے۔

۱۴۔ ہمارا زمانہ/ دور مادیت پر فریفتہ ہے (جس کی وجہ سے) اہل حق کے لیے بے پناہ مشکلات ہیں۔ لوگ جسم و شکم پروری میں کھوئے رہتے ہیں' ان کی ساری توجہ اسی طرف ہے' نتیجہ یہ ہے کہ حق کہنے والوں کے لیے مشکل در مشکل پیش آ رہی ہے۔

۱۵۔ اہل ایمان نے فرنگیوں/ انگریزوں سے جو کچھ دیکھا' سو دیکھا۔ حرم میں فتنوں نے سر اٹھا لیا یعنی سب کو معلوم ہے کہ مکار و عیار انگریزوں نے مسلمانوں کو ہر لحاظ سے نقصان پہنچایا ہے اور ان کی سازشوں اور منصوبوں نے حرم/ اہل حرم یعنی مسلمانوں کو کئی فتنوں سے دوچار کر دیا ہے۔

۱۶۔ چونکہ اس (مومن) کی نگاہ نے دل سے ادب حاصل نہیں کیا (ادب کا طریقہ نہیں سیکھا) اس لیے جلوہ' افرنگ نے اس کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ہے یعنی مسلمان انگریزوں کے علوم و فنون' تہذیب و تمدن وغیرہ سے بے حد متاثر ہو کر اپنی شناخت کھو بیٹھا اور دین اسلام سے دور ہو گیا ہے۔

۱۷۔ اے غیب کی حکمت سے آگاہ ہستی اور اے عارفوں کے امام/ سربراہ تیرے فیض سے عارفوں کی خامیاں دور ہو جاتی ہیں اور وہ معرفت میں پختہ ہو جاتے ہیں۔

۱۸۔ جو کچھ غیب کے پردے میں ہے وہ بیان کر' شاید کہ آگے گیا ہوا پانی پھر سے ندی میں واپس آ جائے یعنی مسلمان پھر سے اسلام کی محبت سے سرشار ہو کر اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لے۔

روح حکیم سنائی از بہشت بریں جواب می دہد

(حکیم سنائی کی روح بہشت بریں سے جواب دیتی ہے)

۱۔ رازدان خیر و شر گشتم ز فقر — زندہ و صاحب نظر گشتم ز فقر
۲۔ یعنی آں فقرے کہ داند راہ را — بیند از نور خودی اللہ را
۳۔ اندرون خویش جوید لا الہ — در تہ شمشیر گوید لا الہ
۴۔ فکر جاں کن چوں زناں برتن متن — ہمچو مرداں گوئے درمیداں فگن

۵- سلطنت اندر جہانِ آب و گل — قیمت او قطرہ ے از خونِ دل

۶- مومناں زیرِ سپہر لاجورد — زندہ از عشق اند و نے از خواب و خورد

۷- می ندانی عشق و مستی از کجاست؟ — ایں شعاعِ آفتابِ مصطفیٰؐ است

۸- زندہ ای تا سوز او درجان تست — ایں نگہ دارندۂ ایمان تست

۹- باخبر شو از رموزِ آب و گل — پس بزن بر آب و گل اکسیرِ دل

۱۰- دل ز دیں سر چشمۂ ہر قوت است — دیں ہمہ از معجزاتِ صحبت است

۱۱- دیں مجو اندر کتب اے بے خبر — علم و حکمت از کتب دیں از نظر

۱- میں (سنائی) فقر کی بدولت خیر اور شر کا راز داں بن گیا اور فقر ہی کی بدولت میں زندہ و صاحب نظر ہو گیا۔

۲- یعنی وہ فقر جو راہ خدا سے واقف ہے اور جو نورِ خودی سے اللہ کو دیکھتا ہے۔ گویا اس سے ہٹ کر اگر کوئی اور فقر ہے تو فقر نہیں ہے۔

۳- (ایسا فقر) اپنے باطن میں لا الہ (توحید) تلاش کرتا ہے اور تلوار تلے (آ کر بھی) وہ لا الہ ہی کا ورد کرتا ہے۔ گویا لا الہ اس کا حال بن جاتا ہے اور وہ بڑے سے بڑے خطرے میں بھی بے خوف ہو کر یہ راستہ اختیار کیے رکھتا ہے۔

۴- تو اپنی روح کی طرف توجہ کر' عورتوں کی طرح اپنے جسم یعنی ظاہر کی خوبصورتی پر مت اکڑ اور مردوں کی طرح میدان میں آ کر بازی لگا۔ گویا زندگی کے میدان میں جہد و عمل سے کام لے اور مشکلات و خطرات سے بے خوف ہو کر آگے بڑھتا جا' جسم کی پروا نہ کر روح کو زندہ رکھ۔

۵- اس مادی دنیا کی سلطنت کی قیمت دل کے خون کا ایک قطرہ ہے یعنی اس دنیا کی سلطنت دل کی دولت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

۶- نیلے آسمان کے نیچے (اس دنیا میں) مومن عشق (عشق الٰہی) سے زندہ ہیں۔ سونے اور کھانے پینے سے نہیں۔ مومن کھانے پینے کے لیے زندہ نہیں رہتا بلکہ زندہ رہنے کے لیے کچھ کھاتا پیتا ہے اور یوں وہ اپنے قلب و روح کو زندہ رکھتا ہے' پیٹ کی خاطر ان (قلب و روح) کی موت اسے گوارا نہیں۔

۷- کیا تجھے علم نہیں کہ عشق و مستی کا سرچشمہ کیا ہے؟ یہ حضور نبی کریم مصطفیٰؐ کے آفتاب کی شعاع ہے۔ گویا زندگی کی حقیقت صرف عشق کی بدولت ہاتھ آتی ہے اور ہر مومن کا

دل اس شعاع سے منور ہے۔ اگر تیرے دل میں اس عشق کی کوئی شعاع ہے تو پھر تو صحیح معنوں میں ایک مومن کی صورت میں زندہ ہے' بصورت دیگر تو محض نام کا مسلمان اور زندہ ہے۔

۸۔ تو اس وقت تک زندہ ہے جب تک اس آفتاب کی تپش تیری روح میں ہے۔ یہ تپش تیرے ایمان کی نگہبان ہے یعنی حضور نبی کریمؐ سے عشق و وابستگی ایمان کی بنیادی شرط اور حقیقی زندگی کی ضامن ہے۔

۹۔ پہلے تو مادیت کے اسرار و رموز سے باخبر ہو جا' پھر دل کی کیمیا اس آب و گل (مادیت) پر لگا یعنی دل کو اکسیر بنا لے' اس طرح تیری بقا کا سامان ہو جائے گا۔

۱۰۔ دین ہی کی بدولت دل ہر قوت کا سرچشمہ/منبع بنتا ہے۔ دین سراسر صحبت کے معجزوں میں سے ہے۔ صحبت یعنی حضور اکرمؐ کی صحبت و قربت یا حضورؐ سے وابستگی نیز کسی صاحب بصیرت کی صحبت۔

۱۱۔ اے بے خبر تو کتابوں میں دین مت تلاش کر' عقل و دانش کی باتیں کتابوں سے حاصل ہوتی ہیں لیکن دین کا تعلق نظر سے ہے۔ دین کے لیے کسی صاحب نظر کی توجہ و نظر ضروری ہے۔

علامہ کا یہ شعر اکبرالہ آبادی کے اس شعر سے ماخوذ ہے:

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

علامہ نے اپنے ایک اردو شعر میں سنائی سے عقیدت کا اظہار یوں کیا ہے:

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ

۱۲۔ بوعلی دانندۂ آب و گل است — بے خبر از خستگی ہائے دل است
۱۳۔ نیش و نوش بو علی سینا بہل — چارہ سازی ہاے دل از اہل دل
۱۴۔ مصطفیؐ بحر است و موج او بلند — خیز و ایں دریا بجوئے خویش بند
۱۵۔ مدتے بر ساحلش پیچیدہ ای — لطمہ ہائے موج او نادیدہ ای
۱۶۔ یک زماں خود را بدریا درفگن — تا روانِ رفتہ باز آید بہ تن
۱۷۔ اے مسلماں جز براہ حق مرو — نا امید از رحمت عامے مشو
۱۸۔ پردہ بگذار آشکارائی گزیں — تا بہ لرزد از سجود تو زمیں

۱۲۔ بوعلی سینا انسانی جسم کی خصوصیات سے تو باخبر ہے لیکن دل کے سوز و تپش سے وہ بے خبر ہے۔ عشق میں شکستہ دلی کی اہمیت و قدر کا اسے کچھ علم نہیں' وہ محض ایک اچھا طبیب ہے۔

۱۳۔ تو بوعلی سینا کے زہر اور شہد کی باتیں چھوڑ' دل کی چارہ سازیاں صرف اہل دل ہی کر سکتے ہیں اور یہ طبیبوں اور فلسفیوں کے بس کی بات نہیں' زہر اور شہد سے کلفت اور راحت کی بات بھی مراد ہو سکتی ہے۔

۱۴۔ حضور اکرم محمد مصطفیٰ سمندر ہیں جس کی موجیں بلند ہیں۔ تو اٹھ اور اس سمندر کو اپنی ندی میں سمو لے یعنی حضورؐ کی ذات مبارک سراپا کمال ہے تو آپؐ سے مکمل وابستگی پیدا کر لے۔

۱۵۔ تو ایک مدت تک اس سمندر کے ساحل پر گھومتا رہا ہے لیکن تو نے (اس میں اتر کر) اس کی موجوں کے تھپیڑے نہیں دیکھے/ کھائے۔ مطلب یہ کہ تو زبانی کلامی تو حضورؐ سے عشق کا دعویٰ کرتا رہا ہے لیکن عملاً اس کے لطف و مزہ سے بے نصیب رہا ہے۔ اب تو حضورؐ سے عشق کو عملی طور پر اپنی زندگی کا حصہ بنا لے۔

۱۶۔ کچھ دیر کے لیے تو اس سمندر میں کود جا کہ تیری گئی ہوئی روح پھر سے تیرے بدن میں آ جائے یعنی حضورؐ سے عشق اور آپ کی تعلیمات پر عمل کر کے ایک حقیقی زندگی حاصل کر لے' بصورت دیگر عام زندگی کوئی زندگی نہیں۔

۱۷۔ اے مسلمان! تو راہ حق کے سوا اور کسی راہ پر نہ چل (اللہ کی) رحمت عام سے مایوس نہ ہو۔ ظاہر ہے راہ حق پر چلنے والے کی تمام تر توجہ اس محبوب حقیقی کی طرف ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ کسی صورت میں بھی مایوس نہیں ہوتا اور ''ہر چہ از دوست رسد خوب است'' (دوست کی طرف سے جو کچھ بھی ملے وہ خوب ہے) پر اس کا ایمان ہوتا ہے۔

۱۸۔ پردے سے باہر نکل اور ظہور و آشکارائی اختیار کر تا کہ تیرے سجدوں سے زمین کانپنے لگے یعنی اپنی معرفت و خودی سے آگاہ ہو کر خودی کی طاقتوں کو سامنے لا' اس سے تجھے پتا چل جائے گا کہ تیرا دین کس قدر طاقتور ہے۔

۱۹۔ دوش دیدم فطرت بیتاب را روح آں ہنگامۂ اسباب را

۲۰۔ چشم او بر زشت و خوب کائنات درنگاہ او غیوب کائنات

۲۱	دست او با آب و خاک اندر ستیز	آں بہم پیوستہ و ایں ریز ریز
۲۲-	گفتمش در جستجوئے کیستی؟	در تلاش تار و پوئے کیستی؟
۲۳-	گفت از حکم خدائے ذوالمنن	آدمے نو سازم از خاک کہن
۲۴-	مشت خاک را بعد رنگ آزمود	پے بہ پے تابید و سنجید و فزود
۲۵-	آخر او را آب و رنگ لالہ داد	لا الٰہ اندر ضمیر او نہاد
۲۶-	باش تا بینی بہارِ دیگرے	از بہار پاستان رنگین ترے
۲۷-	ہر زماں تدبیر ہا دارد رقیب	تانگیری از بہار خود نصیب
۲۸-	بر درونِ شاخ گل دارم نظر	غنچہ ہا را دیدہ ام اندر سفر
۲۹-	لالہ را در وادی و کوہ و دمن	از دمیدن باز نتواں داشتن
۳۰-	بشنود مردے کہ صاحب جستجو است	نغمہ ے را کو ہنوز اندر گلو است

۱۹- کل میں نے بیقرار فطرت (Nature) کو دیکھا' یعنی اس فطرت کو جو اسباب کے ہنگامے کی روح ہے' مطلب یہ کہ جس کی وجہ سے کائنات / عالم اسباب (سببوں کی دنیا) قائم و برقرار ہے۔

۲۰- اس کی آنکھ کائنات کے حسن و قبح / اچھائی برائی پر ہے۔ کائنات کی پوشیدہ اشیا بھی اس (فطرت) کی نگاہ میں ہیں۔ اسے غیب کی باتوں کا بھی علم ہے۔

۲۱- اس کے ہاتھ پانی اور مٹی سے برسرِ پیکار تھے۔ وہ تو دونوں (مٹی اور پانی) باہم گندھ گئے تھے اور وہ (فطرت) تھک کر چور ہو گئی تھی یا اس کے ہاتھ بہت تھک گئے تھے۔ یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ کہیں عناصر فطرت کو اکٹھا کر کے چیزوں کو وجود دے رہیں اور کہیں وجود والی چیزوں کو برباد کر رہے ہیں۔

۲۲- میں نے اس سے کہا / پوچھا: تو کس کی تلاش میں ہے؟ اور کس کا تانا بانا تو ڈھونڈ رہی ہے؟

۲۳- وہ جواب میں بولی کہ میں خدائے مہربان کے حکم سے پرانی مٹی سے ایک نیا آدم بنا رہی ہوں۔

۲۴- اس (فطرت) نے مٹھی بھر کر سو انداز سے جانچا پرکھا' اسے مسلسل الٹا سیدھا کیا' تولا جانچا اور اس میں اضافہ کیا' گویا ایک نئی مٹی بنالی۔

۲۵- آخر اس (آب و خاک کے خمیر) کو اس نے لالہ کے سے رنگ اور چمک سے نوازا'

پھر اس کے ضمیر/ دل میں لالہ کا جوہر رکھ دیا۔ گویا اس مٹی کو عشق سے گوندھ کر توحید کا کلمہ اس میں رکھ دیا۔

۲۶۔ تو ٹھہر/ رک جاتا کہ تو ایک دوسری بہار دیکھ لے۔ وہ بہار جو قدیم کی یا گذشتہ سال کی بہار سے زیادہ رنگین ہوگی یعنی فطرت جو ایک نیا آدم تراش رہی ہے وہ آج کے گئے گذرے آدم/ انسان سے بہتر اور عشق حقیقی سے سرشار ہوگا۔

۲۷۔ رقیب ہر لحہ تدبیروں میں لگا رہتا ہے تا کہ تو اپنی اس نو بہار سے فائدہ نہ اٹھا سکے' اپنا حصہ نہ پا سکے یعنی دشمن یا شیطان کی یہی کوشش ہے کہ وہ انسان کو ورغلاتا اور انسانیت سے دور رکھتا ہے' لہٰذا اس دشمن سے بچنا ضروری ہے۔

۲۸۔ میری نظر پھول کی شاخ کے اندر جھانک رہی ہے یا میں پھول کی شاخ کے اندر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ میں نے کلی کے پھول بننے تک کے سفر کو دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں کی آئندہ نوجوان نسل کو اسلام سے صحیح معنوں میں وابستگی ہوگی۔

۲۹۔ لالہ کو وادی' پہاڑ اور دامن کوہ میں اگنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ اگر چہ اسلام کے دشمن اسلام کے احیا/ نو بہار کو روکنے میں کوشاں ہیں لیکن مذکورہ نسل ہر قسم کے خطرات اور مخالفتوں سے بے خوف ہو کر اپنا کام جاری رکھے گی۔

۳۰۔ تلاش و جستجو کے جذبے سے سرشار انسان ایسا نغمہ بھی سن لیتا ہے جو ابھی گلے ہی میں ہے یعنی حالات کا بغور مطالعہ کرنے اور جائزہ لینے والا آدمی مسلمانوں کے اس عظیم مستقبل کو دیکھ رہا ہے' آج کے حالات جس کا باعث بنیں گے۔

بر مزار سلطان محمود علیہ الرحمتہ

(سلطان محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر)

۱۔ خیزد از دل نالہ ہا بے اختیار   آہ! آں شہرے کہ ایں جا بود پار
۲۔ آں دیار و کاخ و کو ویرانہ ایست   آں شکوہ و فال و فر افسانہ ایست
۳۔ گنبدے! در طوف او چرخ بریں   تربت سلطان محمود است ایں
۴۔ آں کہ چوں کودک لب از کوثر بشست   گفت در گہوارہ نام او نخست

۵۔ برق سوزاں تیغ بے زنہار او | دشت و در لرزندہ از یلغار او
۶۔ زیرِ گردوں آیت اللہ رایتش | قدسیاں قرآں سرا بر تربتش
۷۔ شوخیِ فکرم مرا از من ربود | تا نبودم درجہان دیر و زود
۸۔ رخ نمود از سینہ ام آں آفتاب | پردگی ہا از فروغش بے حجاب
۹۔ مہر گردوں از جلالش در رکوع | از شعاعش دوش می گردد طلوع

۱۔ دل سے بے اختیار نالے پیدا ہونے لگتے ہیں (اور وہ اس بات پر کہ) افسوس وہ شہر جو یہاں قدیم میں کبھی آباد تھا (کہاں گیا)۔ یعنی محمود غزنوی کے دور میں یہ شہر شان و شوکت اور رونق میں بے مثل تھا، اب اس میں وہ بات نہیں رہی، اب کھنڈر کی صورت میں ہے۔

۲۔ وہ شہر، وہ محل اور گلی کوچے سب ویرانے کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ وہ شان و شوکت اور شکوہ (جو کبھی محمود غزنوی کے دور میں تھی) اب افسانہ بن چکی ہے یعنی صرف داستانوں میں اس کا ذکر رہ گیا ہے۔

۳۔ یہاں ایک گنبد ہے جس کے طواف میں بلند آسمان (مصروف) ہے۔ یہ سلطان محمود کی قبر/تربت ہے۔ محمود کی عظمت کے حوالے سے آسمان کے طواف کی بات کی ہے۔

۴۔ وہ محمود کہ جب کوئی بچہ اپنی ماں کے دودھ سے ہونٹ دھوتا یعنی بولنے کے قابل ہوتا تو وہ جھولے/ پنگھوڑے میں سب سے پہلے اس (محمود) کا نام لیتا۔ علامہ کا یہ شعر فردوسی کے شاہنامہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے جو محمود غزنوی کی مدح میں کہے گئے اشعار میں سے ہے:

چو کودک لب از شیرِ مادر بشست
بگہوارہ محمود گوید نخست

۵۔ اس (محمود) کی بے زنہار تلوار، جلا دینے والی بجلی کی مانند تھی اور اس کی یلغار سے دشت اور درے لرزا اٹھتے تھے۔

۶۔ آسمان کے نیچے اس کا پرچم اللہ کی نشانی تھا۔ فرشتے اس کی قبر پر قرآن خوانی کرتے ہیں۔

۷۔ میرے فکر کی شوخی نے مجھے مجھ سے چھین لیا، یعنی میں اپنے تخلیات کی دنیا میں کچھ ایسا کھو گیا کہ مجھے اس دنیائے دیر و زود (مادی دنیا) کی خبر ہی نہ رہی۔

۸۔ میرے سینے/ دل سے ایک ایسا آفتاب ظاہر ہوا جس کی روشنی سے پوشیدہ چیزیں بے نقاب ہو جاتی ہیں یعنی میں تخیل میں محمود غزنوی کے دور میں پہنچ گیا اور وہاں کے حالات وغیرہ میرے سامنے ظاہر ہونے لگے۔

۹۔ آسمان کا آفتاب اس کے دبدبے کے آگے رکوع میں ہے یعنی سرنگوں ہے۔ اس کی شعاع سے ماضی طلوع ہو جاتا ہے یعنی ماضی کے حالات آنکھوں کے سامنے آنے لگتے ہیں۔

۱۰۔ وا رہیدم از جہان چشم و گوش — فاش چوں امروز دیدم صبح دوش
۱۱۔ شہر غزنیں! یک بہشت رنگ و بو — آب جو ہا نغمہ خواں در کاخ و کو
۱۲۔ قصر ہائے او قطار اندر قطار — آسمان با قبہ ہایش ہم کنار
۱۳۔ نکتہ سنج طوس را دیدم ببزم — لشکر محمود را دیدم برزم
۱۴۔ روح سیر عالم اسرار کرد — تا مرا شوریدہ ے بیدار کرد
۱۵۔ آں ہمہ مشتاقی و سوز و سرور — در سخن چوں رند بے پروا جسور
۱۶۔ تخم اشکے اندر آں ویرانہ کاشت — گفتگو ہا با خدائے خویش داشت
۱۷۔ تا نبودم بے خبر از رازِ او — سوختم از گرمی آواز او

۱۰۔ میں اس مادی دنیا سے بہت دور نکل گیا جہاں میں نے ماضی کی صبح کو حال کی صورت میں دیکھا یعنی تخیلات کی دنیا میں محو ہو گیا' جہاں کی باتیں سننے اور دیکھنے کے لیے ظاہری کان اور آنکھوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس محویت کے باعث گذرے ہوئے حالات میرے سامنے آنے لگے۔

۱۱۔ میں نے دیکھا کہ غزنیں کا شہر (محمود غزنوی کے دور میں) رنگ و بو کی بہشت تھا جس کے گلی کوچوں اور محلات میں ندیاں نغمے الاپ رہی تھیں۔ رنگ و بو سے مراد وہاں پھولوں اور پھلوں کی چمک اور خوشبو تھی اور ندیوں میں بہنے والا پانی بھی سرتال کی صورت میں بہہ رہا تھا۔

۱۲۔ اس میں محل قطار در قطار تھے اور اس کے برج اتنے بلند تھے کہ آسمان ان کے ساتھ ہمکنار تھا۔ مراد بہت بلند تھے۔

۱۳۔ وہاں میں نے محفل میں تو طوس کے نکتہ سنج یعنی فردوسی طوسی (شاہنامہ کا مصنف) کو دیکھا جبکہ جنگ میں محمود غزنوی کے لشکر کو معروف پایا یعنی فردوسی تو محفل میں شعر سنا

رہا اور گہری اور باریک باتیں کر رہا ہے۔ گویا اس دور میں غزنی کے جمال اور جلال دونوں مجھ پر واضح ہو گئے۔

۱۴۔ (میری) روح عالم اسرار (رازوں کی دنیا) میں گھومتی پھرتی رہی۔ تا آنکہ ایک دیوانے نے مجھے جگا دیا۔ دیوانہ کوئی عاشق دیوانہ تھا (یہ علامہ کا خیالی کردار ہے) یعنی وہ (علامہ) عالم اسرار سے پھر اس زمان و مکاں کی دنیا میں آ گئے۔

۱۵۔ وہ دیوانہ/شوریدہ سراپا سوز و مستی اور عشق تھا۔ باتوں میں وہ ایک لا ابالی رند کی طرح بے پروا' دلیر اور نڈر تھا۔

۱۶۔ اس نے اس ویران جگہ میں آنسو کا بیج بویا (وہ رویا) اور اپنے خدا سے باتیں کرتا رہا۔

۱۷۔ چونکہ میں اس دیوانے کے راز سے بے خبر نہ تھا' اس لیے میں اس کی آواز کی گرمی سے جل اٹھا یعنی اس قسم کے لوگ کہاں ہوتے ہیں اور ان کی کیا صلاحیتیں وغیرہ ہوتی ہیں (میں تخیلاتی دنیا سے باہر نکل کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اگلا عنوان اسی سلسلے میں ہے۔

مناجات مرد شوریدہ در ویرانۂ غزنی

(غزنی کے ویرانے میں اس شوریدہ' دیوانے آدمی کی مناجات)

۱۔ لالہ بہریک شعاع آفتاب — دارد اندر شاخ چندیں پیچ و تاب
۲۔ چوں بہار او را کند عریان و فاش — گویدش جز یک نفس ایں جا مباش
۳۔ ہر دو آمد یک دگر را ساز و برگ — من ندانم زندگی خوشتر کہ مرگ
۴۔ زندگی پیہم مصاف نیش و نوش — رنگ و نم امروز را از خون دوش
۵۔ الاماں از مکر ایام الاماں — الاماں از صبح و از شام الاماں

۱۔ لالہ کا پھول سورج کی صرف ایک شعاع کی خاطر خود کو شاخ کے اندر بہت بیقرار اور مضطرب رکھتا ہے۔ گویا پھول بن جانے (زندگی پا لینے) کے لیے وہ بہت کوشش کرتا ہے کہ اس شعاع کی اس تک رسائی ہو جائے (سورج نکلنے پر پھول کھلنے لگتے ہیں)

۲۔ جب بہار اسے ننگا اور ظاہر کر دیتی ہے یعنی وہ کھل اٹھتا ہے تو وہ اس سے کہتی ہے کہ تو یہاں ایک پل سے زیادہ نہ ٹھہر۔ گویا جس زندگی کے لیے وہ اتنے پیچ و تاب کھاتا ہے

وہ (زندگی) جلد ہی ختم ہو جاتی ہے یا خزاں کا موسم اسے مرجھا دیتا ہے۔

۳- دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ربط و ضبط ہے یا باہمی تعلق ہے۔ مجھے علم نہیں کہ زندگی بہتر ہے یا موت۔ لالہ کے پھول اور بہار کے حوالے سے زندگی اور موت کی بات کی ہے۔

۴- زندگی نیکی اور بدی یا راحت اور دکھ میں مسلسل جنگ کا نام ہے۔ اس کی آج میں جو چمک دمک اور نمی ہے وہ گذرے ہوئے کل کے خون سے ہے یعنی دن بدلتے رہتے ہیں' گذرا ہوا کل آج میں اور آج آنے والے کل میں بدل جاتا ہے اور یوں زندگی رواں رہتی ہے۔ اردو کے ایک شاعر نے یوں کہا ہے:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

۵- پناہ ہے زمانے کی حیلہ سازیوں سے' اس کی صبح سے خدا کی پناہ اور اس کی شام سے خدا کی پناہ یعنی یہ جو صبح اور شام اور آج اور کل کا تغیر ہے' یہ جو ہر لحہ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں تو یہ سب اہل فکر کے لیے ایک عجیب کیفیت وحیرت کا باعث بنتی ہیں۔

۶- اے خدائے نقشبند جان و تن ‌ ‌ با تو ایں شوریدہ دارد یک سخن
۷- فتنہ ہا بینم دریں دیر کہن ‌ ‌ فتنہ ہا در خلوت و در انجمن
۸- عالم از تقدیر تو آمد پدید ‌ ‌ یا خدائے دیگر او را آفرید؟
۹- ظاہرش صلح و صفا باطن ستیز ‌ ‌ اہل دل را شیشۂ دل ریز ریز
۱۰- صدق و اخلاص و صفا باقی نماند ‌ ‌ "آں قدح بشکست وآں ساقی نماند"
۱۱- چشم تو بر لالہ رویانِ فرنگ ‌ ‌ آدم از افسون شاں بے آب و رنگ
۱۲- از کہ گیرد ربط و ضبط ایں کائنات؟ ‌ ‌ اے شہید عشوۂ لات و منات
۱۳- مرد حق آں بندۂ روشن نفس ‌ ‌ نائب تو درجہاں او بود و بس
۱۴- او بہ بند نقرہ و فرزند و زن ‌ ‌ گر توانی سومنات او شکن

۶- اے خدا! اے جسم و جان کے صورت گر/ خالق' یہ دیوانہ/ شوریدہ تجھ سے ایک بات کرنے کا خواہاں ہے۔ (یہ بات شکوہ کی صورت میں ہے)

۷- میں اس پرانے مندر یعنی دنیا میں فتنے ہی فتنے دیکھ رہا ہوں۔ خلوت ہے تو اس میں فتنے ہیں' محفل/ بزم ہے تو اس میں بھی فتنے ہیں۔

۸- (یہ بتا کہ) یہ دنیا تیری قدرت سے معرضِ وجود میں آئی/تخلیق ہوئی ہے یا کسی اور خدا نے اسے پیدا کیا ہے۔

۹- اس دنیا کا ظاہر تو صلح و صفا سے آراستہ ہے جبکہ اس کے باطن میں کرودھ ہی کرودھ ہے یا جنگ کا سامان ہے اور اس کے باعث اہل دل کا شیشۂ دل چور چور ہے۔ گویا اہل شکم تو شیطان کی پیروی کر کے مزے کر رہے ہیں اور دل والوں پر عجیب کیفیات گذرتی رہتی ہیں۔

۱۰- (اب اہل دنیا میں) وہ صدق و اخلاص اور وفا باقی نہیں رہی۔ وہ صراحی ٹوٹ گئی اور وہ ساقی نہیں رہا۔ مطلب یہ کہ پہلے لوگوں میں مذکورہ خوبیاں تھیں جو آج نظر نہیں آتیں لیکن پھر بھی ان لوگوں کی زندگی عیش و طرب میں گذر رہی ہے جبکہ صدق و صفا والے بدحالی کا شکار ہیں۔ دوسرا مصرع فریدالدین عطار کا ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

از جمالش ذرہ ے باقی نماند
آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

درج ذیل شعر میں حافظ شیرازی نے یہی بات استعارہ میں کی ہے:

اسب تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینم

(عربی گھوڑا یعنی اصیل گھوڑا تو پالان کے نیچے زخمی ہو گیا ہے جبکہ سونے کا سارا طوق میں گدھے کی گردن میں پڑا دیکھ رہا ہوں)

۱۱- اے خدا! تیری تمام تر توجہ/نظر کرم یورپ کے لالہ رخ حسینوں پر ہے' جن کے سحر سے انسان بے خود اور بے رونق ہو کر رہ گیا ہے یعنی غاصب اہل یورپ نے دوسری قوموں کے خون سے اپنا چہرہ سرخ کیا ہے' کمزور قوموں اور ملکوں کو لوٹ کر انہیں بے جان اور بدحال کر دیا اور یوں اپنی قوت و خوشحالی کا سامان کیا ہے۔

۱۲- اے لات و منات کے شہید' اس کائنات کا نظم و نسق/نظام کس سے چلے گا' کون چلائے گا۔ مطلب یہ کہ تیری توجہ تو تمام تر فرنگیوں یا مشرکوں اور بت پرستوں کی طرف ہے' تو (خدا) انہیں نواز رہا ہے' پھر لوگ کس کو پکاریں' کس سے فریاد کریں۔ اس دنیا کا نظام کیونکر چلے گا۔

۱۳-۱۴: وہ مردِ حق جو کبھی تیرا روشن نفس بندہ تھا اور فقط وہی اس دنیا میں تیرا نائب/خلیفہ

تھا' اب وہ مال و دولت اور بال بچوں کے چکر میں پڑا ہے۔ اگر تجھ سے ممکن ہے تو اس کا سومنات/ بت کدہ توڑ دے یعنی مسلمان اگر اپنی اصلیت پر قائم رہتا تو دنیا میں یہ بدنظمی پیدا نہ ہوتی۔ یہاں مردِ حق سے علامہ کی مراد وہ مسلمان ہے جو خدا کے وجود پر تو ایمان رکھتا اور خود کو اس کا بندہ کہنے پر فخر کرتا ہے لیکن عملاً وہ نفس پرست ہے۔ وہ صوفی اور عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کی توجہ نفس پر ہے۔ سومنات توڑ ڈال سے مراد اسے (مردِ حق کو) صحیح راہ پر لا۔ (اگلے شعروں میں بھی اسی مسلمان کی بات ہے)

۱۵۔ ایں مسلماں از پرستارانِ کیست؟ — در گریبانش یکے ہنگامہ نیست
۱۶۔ سینہ اش بے سوز و جانش بے خروش — او سرافیل است و صورِ او خموش
۱۷۔ قلب او نامحکم و جانش نژند — در جہاں کالائے او نا ارجمند
۱۸۔ درمصاف زندگانی بے ثبات — دارد اندر آستیں لات و منات
۱۹۔ مرگ راچوں کافراں داند ہلاک — آتش او کم بہا مانند خاک
۲۰۔ شعلہ ے از خاک او باز آفریں — آں طلب آں جستجو باز آفریں
۲۱۔ باز جذب اندروں او رابدہ — آں جنونِ ذوفنون او رابدہ
۲۲۔ شرق راکن از وجودش استوار — صبح فردا ازگریبانش برآر
۲۳۔ بحر احمر را بچوب او شگاف — از شکوہش لرزہ ے افگن بہ قاف

۱۵۔ یہ (آج کا) مسلمان کس کی عبادت/ پوجا کرنے والوں میں سے ہے کہ اس کے دل میں تو ایک بھی ولولہ نہیں۔ وہ کمزوروں' مردوں اور غلاموں کی سی زندگی پر ہی قناعت کیے ہوئے ہے۔

۱۶۔ اس کا سینہ/ دل سوز و گداز سے عاری اور اس کی روح جوش و جذبہ سے خالی ہے۔ ہے تو وہ اسرافیل لیکن اس کا صور بے آواز ہے۔ گویا آج کا مسلمان اپنے دین سے جو اس کی زندگی کو سنوارنے والا اور اس کی بقا کا سامان کرنے والا ہے دور اور اس کی قوت سے بے خبر ہو گیا ہے۔

۱۷۔ اس کا دل ڈانواں ڈول/ کمزور اور اس کی جان پژمردہ یا پستی کی شکار ہے۔ اس دنیا میں اس کی متاع کوڑی کی بھی نہیں۔ گویا اس کی زندگی بے مقصد اور بے آرزو ہونے اور جہد و عمل سے عاری ہونے کے باعث بے قدری اور بے اہمیتی کی حامل ہے۔

۱۸۔ زندگی کی جنگ/ جد و جہد میں اس کے پاؤں ڈگمگاتے ہیں' وہ ثابت قدم نہیں۔ وہ

اپنی آستین میں لات ومنات رکھے ہوئے ہے یعنی مختلف قسم کے نظریات جیسے وطن پرستی، نیشنل ازم اور فرقہ پرستی وغیرہ میں کھویا ہوا/محو ہے۔

۱۹۔ موت کو وہ کافروں کی طرح زندگی کو ختم کرنے والی جانتا ہے۔ اس کی آگ مٹی کی طرح بے قیمت یا تپش سے خالی ہے۔ بے عملی کی زندگی گذارنے کے باعث اس کی روح بھی جسم کی طرح مردہ ہو جاتی ہے اور وہ ایک طرح سے محض چلتی پھرتی لاش رہ جاتا ہے۔

۲۰۔ اس کی خاک سے پھر کوئی شعلہ پیدا کردے، اس میں وہ پہلی سی جدوجہد کا جذبہ پھر پیدا کردے یعنی اس میں ایسے جذبے پیدا کردے کہ وہ پھر جہد وعمل کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی بقا کا سامان کرلے۔

۲۱۔ پھر اسے (پہلے والا) جذبہ وشوق عطا کر اور پھر سے اسے زبردست عشق وجنون سے نواز تاکہ وہ اپنی زندگی ایک حقیقی زندگی کی صورت بسر کرے اور صاحب بقا ہو جائے۔

۲۲۔ سرزمین مشرق کو اس کے وجود سے استحکام وقوت دے۔ آنے والے کل کی صبح اس کے گریبان سے طلوع کر۔ فرنگیوں نے / اہل مغرب نے اپنی غاصبانہ حرکتوں اور طرح طرح کی لوٹ مار سے مشرق کی حالت پتلی کردی ہے۔ تو (اے خدا) اسے پہلے والی قوت عطا کرتا کہ وہ دنیا کو ان ظالموں کے پنجے سے چھڑا کر پھر سے امن وسکون اور خوشی وخوشحالی کا دور لے آئے۔

۲۳۔ بحراحمر کو اس کے عصا سے پھاڑ ڈال (اس میں شگاف پیدا کردے) اس کے دبدبے سے کوہ قاف میں زلزلہ پیدا کردے۔ اس میں حضرت موسیٰؑ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو بچانے کے لیے بحراحمر میں اپنا عصا مار کر اسے دولخت کردیا تھا، درمیان میں خشکی پیدا ہوگئی جس پر سے وہ اسرائیل کو لے کر آگے نکل گئے جبکہ ان کا تعاقب کرنے والے فرعون اور اس کی فوج جب اس میں داخل ہوئی تو پانی اپنی جگہ پر آ گیا اور وہ سب ڈوب گئے (قرآنی تلمیح ہے) مطلب یہ کہ تو پھر آج کے مسلمان میں ایسی طاقت پیدا کردے جس سے وہ وقت کے فرعونوں سے نجات حاصل کر سکے اور روس میں کوہ قاف تک پھیلے ہوئے وہ مسلم علاقے، جن پر روس قابض ہے، آزاد کرا سکے اور یوں امت مسلمہ پھر سے عظمت وبلندی پالے۔ (یہ علاقے اب بڑی حد تک آزاد ہیں)

قندھار وزیارتِ خرقۂ مبارک

۱- قندھار آں کشور مینو سواد — اہل دل را خاک او خاک مراد
۲- رنگ ہا' بوہا' ہواہا' آب ہا — آب ہا تابندہ چوں سیماب ہا
۳- لالہ ہا در خلوت کہسار ہا — نارہا یخ بستہ اندر نارہا
۴- کوئے آں شہراست مارا کوئے دوست — ساربان بربند محمل سوئے دوست
۵- می سرایم دیگر از یاران نجد — از نوائے ناقہ را آرم بوجد

۱- قندھار ایک ایسی سرزمین ہے جو بہشت کا سا ماحول رکھتی ہے۔ اہل دل کے لیے اس کی خاک مراد کی خاک کا درجہ رکھتی ہے۔ یہاں حضور اکرمؐ کا خرقۂ مبارک محفوظ ہے جس نے اس کی زیارت کر لی اس کی مراد پوری ہوگئی۔

۲- یہ علاقہ رنگوں' خوشبوؤں' ہواؤں اور چشموں کا علاقہ ہے۔ اس کے پانی پارہ کی طرف صاف اور شفاف ہیں۔

۳- اس کے پہاڑی سلسلے کی خلوت میں (پہاڑوں کے اندر) لالہ کے پھول بکثرت کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے اناروں میں آگ کی طرح سرخ دانے ایک دوسرے میں جمے ہوئے یا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ قندھار کا انار اپنی سرخی کی وجہ سے مشہور ہے۔

۴- اس شہر کا کوچہ ہمارے لیے دوست کا کوچہ ہے۔ اے ساربان محبوبؐ کی طرف چلنے کے لیے تو اونٹ پر کجاوہ باندھ (تاکہ میں اس میں بیٹھوں اور تو مجھے ادھر لے جائے)

۵- میں پھر یاران نجد کی یاد میں نغمہ سرائی کرتا ہوں اور اس طرح خاص نوا (حدی جو اونٹ کو چلانے کے لیے شتربان گاتے ہیں) پیدا کر کے اونٹنی کو وجد میں لاتا ہوں تاکہ وہ بھی میری طرح پورے ذوق وشوق سے یہ سفر طے کرے۔

غزل

۱- از دیر مغاں آیم بے گردش صہبا مست — در منزل ''لا'' بودم از بادۂ ''الا'' مست
۲- دانم کہ نگاہ او ظرف ہمہ کس بیند — کرد است مرا ساقی از عشوہ وایما مست

۳۔ وقت است کہ بکشایم میخانہ رومیؔ باز | پیرانِ حرم دیدم در صحن کلیسا مست
۴۔ ایں کار حکیمے نیست، دامان کلیمے گیر | صد بندۂ ساحل مست، یک بندۂ دریا مست
۵۔ دل را بچمن بردم از بادِ چمن افسرد | میرد بہ خیابانہا ایں لالہ صحرا مست
۶۔ از حرف دل آویزش اسرار حرم پیدا | دی کافر کے دیدم در وادی بطحا مست
۷۔ سیناست کہ فاران است؟ یارب چہ مقام است ایں | ہر ذرہ خاک من چشمے است تماشا مست

(علامہ نے یہاں یہ غزل جو مثنوی سے ہٹ کر کہی ہے تو یہ دراصل اس خرقہ مبارک کے حوالے سے حضور اکرمؐ سے اپنے بے حد عشق کا اظہار کرنے کی خاطر کہی ہے)

۱۔ میں پیر مغاں کے مندر یعنی شراب خانے سے شراب پئے بغیر ہی مستی کی حالت میں آ رہا ہوں۔ میں ''لا'' کی منزل میں ''اِلا'' کی شراب سے مست تھا یعنی حضور کی منزل تک رسائی کے ذوق و شوق نے مذکورہ مقام عطا کیا۔ دیر مغاں سے یہاں مراد خانقاہِ مرشد ہے۔

۲۔ مجھے علم ہے کہ اس کی نگاہ ہر کسی کا ظرف دیکھ لیتی ہے (اسی بنا پر) ساقی نے مجھے صرف اپنے عشوہ اور ناز و ادا اور اشارے ہی سے بیخود بنا دیا/ مست کر دیا۔ گویا جسے محبوب کی نگاہ پلا دے اور مست کر دے وہ بڑا خوش بخت مے خوار ہوگا۔

۳۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں (اپنے مرشد) مولانا روم کا میخانہ پھر سے کھول دوں۔ میں نے پیران حرم کو کلیسا/ گرجا کے صحن میں مست دیکھا ہے یعنی ہمارے مذہبی پیشوا ملا اور صوفی وغیرہ دین کی روح چھوڑ کر یا اس سے بے نیاز ہو کر انگریزوں کی وفاداری پر مائل ہیں۔ اس صورت میں رومیؔ والا اندازِ زندگی (دین اور تصوف سے عملی وابستگی) لانے کی ضرورت ہے۔

۴۔ (اور یہ کام یعنی پیران حرم کو صحیح طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر مائل کرنا) کسی حکیم یا فلسفی کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لیے کسی کلیم کا دامن تھام (فرہنگ دیکھیے) کیونکہ ساحل پر مستی کے عالم میں بیٹھے ہوئے سو لوگوں کے مقابلے میں ایک دریا مست انسان کہیں افضل ہے یعنی محض خیالی اور دلیلی باتیں کرنے والوں کی نسبت مشاہدہ حق میں محو عشاق کا مقام زیادہ بلند ہے۔

۵۔ میں دل کو چمن میں لے گیا (وہ کھلنے کی بجائے الٹا) چمن کی ہوا سے مرجھا سا گیا/ افسردہ ہو گیا۔ صحرا میں مست رہنے والا یہ گل لالہ (میرا دل) پھلواڑیوں/ کیاریوں

میں مرجھا کے رہ جاتا ہے یعنی اسے بزم/محفل کی رونق خوش نہ کر سکی۔ دوسرے لفظوں میں اہل عشق کو بزم یا انجمن نہیں بلکہ خلوت و تنہائی پسند ہے۔ قندھار کی زیارت کے حوالے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ قندھار کی کوئی شے بھی علامہ کی تسکین کا باعث نہ بنی بلکہ صرف حضورؐ کے خرقہ مبارک (جس کے لیے انہوں نے قندھار کا سفر اختیار کیا) کی زیارت میں وہ محو و مست رہے۔

۶- اس (کافر) کی دل لبھانے والی باتوں سے حرم کے اسرار ظاہر ہو رہے تھے۔ کل میں نے بطحا کی وادی میں ایک معمولی/حقیر سے کافر کو مستی کے عالم میں دیکھا۔ یہ کافر شریعت کے لحاظ سے کافر نہیں بلکہ اس کا کفر عشق کا کفر تھا۔ وہ عشق اور معشوق کی باتیں کر رہا تھا۔ مطلب یہ کہ حضور اکرمؐ سے عشق کی مستی ہی حقیقی مستی ہے جس سے دین و شریعت سے وابستگی پیدا ہوتی ہے اس کے بغیر دین سے تعلق محض ایک ظاہری بات بن جاتا ہے۔

۷- یہ کوہ سینا ہے یا فاران کی چوٹی' یا رب! یہ کون سی جگہ ہے کہ یہاں تو میرا رواں رواں ایسی نگاہ بن گیا ہے جو نظارے میں کھو گئی ہے۔ حضور اکرمؐ کے خرقہ مبارک کو دیکھ کر علامہ پر حضور اکرمؐ سے بے حد عشق کی وجہ سے جو کیفیت گذری ہے اس کی عکاسی کی ہے۔ گویا اس مبارک لباس کو دیکھ کر انہیں اس میں حضور اکرمؐ کی تجلی نظر آئی اور خوشبو ملی ہے۔ (غزل ختم ہوتی ہے اور پھر اصل موضوع سے متعلق اشعار شروع ہوتے ہیں)

۱- خرقۂ آں "برزخ لا یبغیان"	دیدمش در نکتہ "لی خرقتان"
۲- دین او آئین او تفسیر کل	در جبین او خط تقدیر کل
۳- عقل را او صاحب اسرار کرد	عشق را او تیغ جوہر دار کرد
۴- کاروانِ شوق را او منزل است	ما ہمہ یک مشت خاکیم او دل است
۵- آشکارا دیدنش "اسرائے" ماست	در ضمیرش مسجد اقصائے ماست
۶- آمد از پیراہن او بوئے او	داد ما را نعرہ "اللہ ہو"
۷- با دلِ من شوق بے پروا چہ کرد	بادۂ پر زور با مینا چہ کرد
۸- رقصد اندر سینہ از زورِ جنوں	تا ز راہِ دیدہ می آید بروں
۹- گفت من جبریلم و نور مبیں	پیش ازیں او را ندیدم ایں چنیں
۱۰- شعر رومی خواند و خندید و گریست	یا رب ایں دیوانہ فرزانہ کیست

۱۱- در حرم با من سخن رندانہ گفت ——— از مے و مغ زادہ و پیمانہ گفت
۱۲- گفتمش ایں حرف بیباکانہ چیست؟ ——— لب فرو بند ایں مقام خامشی است
۱۳- من ز خون خویش پروردم ترا ——— صاحب آہِ سحر کردم ترا
۱۴- بازیاب ایں نکتہ را اے نکتہ رس ——— عشق مرداں ضبط احوال است و بس
۱۵- گفت عقل و ہوش آزارِ دل است ——— مستی و وارفتگی کارِ دل است
۱۶- نعرہ ہا زد تا فتاد اندر سجود ——— شعلہ آواز او بود او نبود

۱- وہ جو ''برزخ لا یبغیان'' کی گدڑی ہے۔ اسے میں نے ''لی خرقان'' کے نکتہ (یعنی عملی صورت) میں دیکھا (فرہنگ دیکھیے) یعنی جو کچھ قرآن کریم میں آیا ہے اور جو کچھ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے' وہ مجھے یہاں عملی طور پر نظر آیا۔ گویا حضور ایک طرف تو مخلوق میں شامل ہیں اور دوسری طرف خدا سے واصل ہیں۔

۲- حضورؐ کا دین اور حضورؐ کا آئین کُل کی تفسیر ہے اور حضورؐ کی پیشانی پر کُل کی تقدیر کی لکیر ہے یعنی آپؐ کے دین اور آئین' قرآن میں سب کچھ ہے۔ اس میں کسی شے کی کمی نہیں۔ کُل یا ساری کائنات کی تقدیر حضورؐ اس لحاظ سے ہیں کہ یہ کائنات خدا نے حضورؐ کے لیے پیدا کی ہے جس کی بنا پر کائنات کی ہر ہر شے پر حضورؐ کی اطاعت واجب ہے کیونکہ اس کا وجود حضورؐ کے وجود مبارک کے طفیل ہے۔

۳- عقل کو حضورؐ نے صاحب اسرار بنا دیا جبکہ عشق کو حضورؐ نے زبردست کاٹ والی تلوار بنا دیا۔ مطلب یہ کہ جس کسی کی عقل کو صاحب اسرار اور عشق کو بے حد تاثیر کا حامل بنانا ہو تو وہ حضورؐ کی اطاعت و پیروی کرے کیونکہ یہ دونوں قوتیں (عقل اور عشق) صرف حضورؐ کی اطاعت ہی سے کمال حاصل کر سکتی ہیں۔

۴- عشق کے قافلے کے لیے حضورؐ کی ذات گرامی ایک پڑاؤ/ منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم سب ایک مٹھی بھر خاک یعنی جسم ہیں جبکہ حضورؐ دل ہیں۔ یعنی حضورؐ کو مخلوق سے وہی نسبت ہے جو دل کو جسم سے ہے۔ جس طرح دل کے بغیر انسان مردہ ہے بعینہٖ حضورؐ سے وابستگی و عشق کے بغیر انسان کی کوئی اہمیت و وقعت نہیں۔ قرآنی آیت کے مطابق جو کوئی اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہے' وہ حضورؐ کی اطاعت کرے' اللہ اس سے محبت کرے گا۔

۵- حضورؐ کو آشکارا دیکھنا ہماری اسریٰ یعنی معراج ہے۔ حضورؐ کے ضمیر میں ہماری مسجد

اقصیٰ ہے۔(فرہنگ دیکھیے) مطلب یہ کہ جس طرح خدا نے شب معراج حضورؐ کو اپنا دیدار کرایا اسی طرح ہم اگر حضورؐ کا دیدار کر لیں تو یہ ہماری معراج ہوگی۔ یہ دیدار اس صورت میں ہے کہ ہم حضورؐ کی ذات میں فنا ہو کر یعنی اپنی مرضی کو حضورؐ کی مرضی میں گم کر کے حضورؐ کے تمام جمالات کا عکس بن جائیں۔

۶۔ مجھے حضورؐ کے لباس (خرقہ مبارک) سے حضورؐ کی خوشبو آئی۔ حضورؐ نے ہمیں ''اللہ ہو'' کا نعرہ دیا۔لباس سے حضورؐ کی خوشبو آنا اسی صورت میں ممکن ہے جب حضورؐ سے بے حد عشق ہو۔ علامہ نے اپنے اسی عشق کے حوالے سے ایسا کہا ہے۔ گویا اس خوشبو نے علامہ کو مست کر دیا اور ان میں ''اللہ ہو'' (اللہ بس اور باقی ہوس) کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

۷۔ بے پروا عشق نے میرے دل کے ساتھ کیا کیا۔تند و تلخ شراب نے صراحی کے ساتھ کیا کیا۔ دوسرے مصرع میں پہلے مصرع کی بات مثال سے واضح کی ہے یعنی میرے بے پروا عشق/شوق نے میرے اندر ایسا جذبہ وسوز پیدا کر دیا کہ میرے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہوگیا' بالکل اسی طرح جس طرح تند و تیز شراب سے صراحی پگھل جاتی ہے۔

۸۔ (میرا دل) سینے میں جنون کی شدت کے سبب رقص کر رہا ہے تاکہ وہ آنکھوں کے راستے باہر آ جائے۔اس موقع پر میرے لیے دل کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔

۹۔ اس (دل) نے مجھ سے کہا کہ میں جبرئیل ہوں اور آشکارا نور ہوں۔ میں نے اس سے پہلے اسے (دل کو) اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ گویا خرقہ مبارک کی زیارت سے میرا دل ایسے ہی ہوگیا جیسے جبرئیل کو خدا کا قرب حاصل ہے۔ وہ قرآن کی مانند ہوگیا جو جبرئیل لے کر آتے تھے۔

۱۰۔ میرا دل رومیؒ کے اشعار پڑھ رہا تھا۔اس دوران میں وہ کبھی ہنس دیتا اور کبھی رونے لگتا۔ یاالٰہی! یہ دیوانہ فرزانہ کون ہے؟ جو مجھ سے عجیب و غریب باتیں کر رہا ہے اور اس سے حرکتیں بھی عجیب سرزد ہو رہی ہیں۔

۱۱۔ حرم میں اس (دل) نے مجھ سے رندانہ باتیں کیں' اس نے شراب' شراب دینے والے بچے اور پیالے کے بارے میں باتیں کیں۔ حرم اس لحاظ سے کہ خرقہ مبارک وہاں ہے۔ استعارے میں شراب عشق و معرفت اور اس کے متعلقات کی بات کی ہے۔

۱۲۔ میں نے اس (اپنے دل) سے کہا کہ تو یہ کیسی بیباکانہ باتیں کر رہا ہے۔ ہونٹ بند کر لے' یہ خاموشی کا مقام ہے یعنی انتہائی احترام و ادب کا مقام ہے (خرقہ مبارک کی وجہ سے)۔

۱۳۔ میں نے تجھے اپنے خون سے پالا اور تجھے صاحب آہِ سحر بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ تجھے غم عشق سے آشنا کیا ہے۔

۱۴۔ اے گہری باتوں سے آگاہ/ دانا اس گہری بات کو ذہن میں ڈال لے کہ مردوں کا عشق قلبی واردات کا اخفا (چھپانا) ہے اور بس یعنی مرد/ مردِ مومن یا دلیر انسان اپنی کیفیت و حالت عشق کو کسی طور بھی حرکات و سکنات وغیرہ سے ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

۱۵۔ (دل نے میری بات نہ مانی اور) بولا' عقل و ہوش تو دل کی اذیت کا باعث بنتے ہیں جبکہ دل بے خودی و سرمستی یعنی عشق و جنون کے مقام پر پہنچتا ہے۔

۱۶۔ یہ کہہ کر اس (دل) نے نعرے لگائے/ مارے اور پھر سجدے میں گر گیا۔ اب اس کی آواز کا شعلہ تھا' وہ خود نہ تھا۔ گویا وہ حضور اکرمؐ کے عشق میں جل کر فنا ہو گیا تھا یعنی لکڑی وغیرہ جلے تو شعلے کی آواز پیدا ہوتی ہے' کچھ یہی کیفیت میرے دل کی ہو گئی تھی۔

بر مزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمتہ مؤسس ملت افغانیہ

(حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمتہ کے مزار پر جو ملت افغانیہ کے بانی ہیں)

۱۔ تربت آں خسرو روشن ضمیر — از ضمیرش ملتے صورت پذیر

۲۔ گنبد او را حرم داند سپہر — با فروغ از طوف او سیمائے مہر

۳۔ مثل فاتح آں امیر صف شکن — سکہ ے زد ہم باقلیم سخن

۴۔ ملتے را داد ذوق جستجو — قدسیاں تسبیح خواں برخاک او

۵۔ از دل و دست گہر ریزے کہ داشت — سلطنت ہا برد و بے پروا گذاشت

۶۔ نکتہ سنج و عارف و شمشیر زن — روح پاکش بامن آمد در سخن

۷۔ گفت "می دانم مقام تو کجاست — نغمہ تو خاکیاں را کیمیا ست

۸۔ خشت و سنگ از فیض تو دارائے دل — روشن از گفتار تو سینائے دل

۹۔ پیش ما اے آشنائے کوئے دوست | یک نفس بنشیں کہ داری بوئے دوست
۱۰۔ اے خوش آں کہ از خودی آئینہ ساخت | وندر آں آئینہ عالم را شناخت
۱۱۔ پیر گردید این زمین و ایں سپہر | ماہ کور از کور چشمی ہائے مہر
۱۲۔ گرمی ہنگامہ ے می بایدش | تا نخستیں رنگ و بو باز آیدش
۱۳۔ بندۂ مومن سرافیلی کند | بانگ او ہر کہنہ را برہم زند
۱۴۔ اے ترا حق داد جانِ ناشکیب | تو ز سرِ ملک و دیں داری نصیب
۱۵۔ فاش گو با پورِ نادر فاش گوے | باطنِ خود را بہ ظاہر فاش گوے

۱۔ یہ اس روشن دل بادشاہ کی قبر ہے جس کے ضمیر سے ایک نئی ملت وجود پذیر ہوئی (فرہنگ دیکھیے)

۲۔ آسمان اس مزار کے گنبد کو حرم جانتا ہے (اسے بے حد احترام دیتا ہے) اس کے گرد چکر لگانے ہی سے خورشید کی پیشانی روشن ہے۔ غلو (انتہائی مبالغہ) کی صورت میں احمد شاہ کی عظمت بیان کی ہے۔

۳۔ (فاتح قسطنطنیہ) سلطان محمد فاتح کی طرح اس جنگجو نے شاعری کی دنیا میں بھی اپنا لوہا منوایا یعنی سلطان فاتح کی طرح اسے بھی شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔

۴۔ اس نے ایک قوم (افغانیوں) میں طلب و جستجو کا ذوق پیدا کیا۔ فرشتے اس کی قبر پر تسبیح پڑھتے ہیں یعنی اس نے افغانیوں میں انفرادیت اور ترقی و بقا کا جذبہ پیدا کیا۔ وہ گویا ایک درویش منش بادشاہ تھا۔

۵۔ اپنے دل اور اپنے موتی لٹانے والے ہاتھوں سے اس نے دل کی اور دوسری بہت سی سلطنتوں کو فتح کیا اور خود بے نیازی کی زندگی بسر کی۔ اپنی درویش منشی سے اس نے لوگوں کے دل جیتے اور فوجی لحاظ سے کئی علاقے فتح کیے۔ جیسے پانی پت کی جنگ میں فاتح ہو کر برصغیر کو اپنا پایہ تخت نہ بنایا۔

۶۔ وہ ایک نکتہ سنج، عارف اور دلیر جنگجو تھا۔ اس کی پاک روح مجھ سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگی۔

۷۔ اس (احمد شاہ کی روح، مراد احمد شاہ) نے کہا کہ (اے اقبالؔ) مجھے علم ہے تیرا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ تیرے اشعار انسانوں کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں یعنی ان میں عظیم جذبے پیدا کر سکتے ہیں۔

۸۔ اینٹ اور پتھر یعنی ذوق جستجو سے عاری لوگ تیرے فیض سے اہل دل بن گئے۔ تیری گفتار (شاعری) سے دلوں کا طور سینا روشن ہو گیا یعنی دل خدا کی تجلی کے قابل ہو گئے۔

۹۔ اے محبوب کے کوچے سے آشنا (اقبال) کچھ دیر ہمارے پاس بیٹھ کہ تجھ سے محبوب کی خوشبو آ رہی ہے۔ دوست/محبوب سے مراد حضور اکرمؐ ہیں۔

۱۰۔ وہ انسان بڑا ہی خوش بخت ہے جس نے خودی کا آئینہ تیار کیا اور اس آئینے کے اندر دنیا کو پہچان لیا یعنی اپنی معرفت سے آگاہ ہو کر دنیا کے اسرار و رموز اس پر واضح ہو گئے۔

۱۱۔ یہ زمین اور یہ آسمان بوڑھے ہو گئے ہیں یعنی بہت قدیم/ پرانے ہو گئے ہیں۔ سورج کے اندھاپن کے باعث چاند اندھا یعنی تاریک ہو گیا ہے۔ گویا سورج اس حد تک پرانا ہو چکا ہے کہ اس کی روشنی اب چاند کو پورے طور پر روشن نہیں کر سکتی۔ انتہائی قدیم ہونے کے حوالے سے ایسا کہا ہے۔

۱۲۔ ان کے لیے اب بے حد جوش و ولولہ کی ضرورت ہے تاکہ دنیا میں وہ پہلی سی رونق اور آب و تاب اور خوشبو لوٹ آئے۔

۱۳۔ بندہ مومن تو اسرافیل کی طرح صور پھونکتا ہے۔ اس کی آواز ہر قدیم چیز کو تہ و بالا کر دیتی ہے (فرہنگ دیکھیے) یعنی بندہ مومن اپنے کردار و عمل سے سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر دیتا ہے۔

۱۴-۱۵: اے وہ شخص (اقبال) کہ تجھے اللہ نے ایک بیقرار/ مضطرب روح سے نوازا ہے (جو جذبہ عشق سے سرشاری کی علامت ہے) اور تجھے ملک و دین کی حقیقت سے بھی آگاہی ہے' تو نادر کے بیٹے (ظاہر شاہ) کو کھل کر/ واضح طور پر بتا اور اپنے دل کی بات ظاہر پر فاش/ واضح کر دے۔ یعنی تو چونکہ دین و سیاست کے اسرار و رموز سے بخوبی آگاہ ہے اس لیے تو ظاہر شاہ کو بھی ان سے آگاہ کر دے۔

خطاب بہ پادشاہ اسلام اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ ایدالله بنصرہ

(پادشاہِ اسلام اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ سے خطاب۔ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے اسے تقویت پہنچائے)

۱۔ اے قبائے پادشاہی بر تو راست سایۂ تو خاک ما را کیمیاست

۲- خسروی را از وجود تو عیار سطوت تو ملک و دولت را حصار
۳- از تو اے سرمایۂ فتح و ظفر تخت احمد شاہ را شانے دگر
۴- سینہ ہا بے مہر تو ویرانہ بہ از دل و از آرزو بیگانہ بہ
۵- آبگوں تیغے کہ داری در کمر نیم شب از تاب او گردد سحر
۶- نیک می دانم کہ تیغ نادر است من چہ گویم باطن او ظاہر است
۷- حرف شوق آوردہ ام از من پذیر از فقیرے رمز سلطانی بگیر

۱- (ظاہر شاہ والی افغانستان نادر شاہ شہید کا بیٹا' اس نے علامہ اقبال کو افغانستان آنے کی دعوت دی تھی) اے (ظاہر شاہ) شاہی لباس تجھ کو ٹھیک آیا ہے' تیرا سایہ ہمارے لیے گویا اکسیر ہے یعنی سلطنت کے لیے تو صحیح اور موزوں آدمی ہے' مسلمان جواب اپنی قدر و قیمت کھو چکے ہیں' تیری بادشاہت کے طفیل پھر حاصل کر سکیں گے۔

۲- بادشاہت کو تیری ہی بدولت مقام عظمت ملا ہے۔ تیرا دبدبہ ملک اور سلطنت کے لیے قلعہ کی صورت ہے یعنی مضبوطی و استحکام کا باعث ہے اور دشمن ادھر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

۳- تو کہ فتح و ظفر کا سرمایہ ہے' تجھ سے احمد شاہ کے تخت کی شان ہی اور ہو گئی ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے ملت افغانیہ کی بنیاد رکھی تھی' اس لیے اس کا ذکر کیا ہے۔

۴- جن سینوں میں تیری محبت نہیں ہے ان کا ویران ہو جانا ہی بہتر ہے بلکہ ان (سینوں کا) دل اور آرزو سے عاری یا محروم ہو جانا ہی بہتر ہے۔

۵- یہ جو چمکدار تلوار تو (ظاہر شاہ) نے کمر سے باندھ/لٹکا رکھی ہے اس کی چمک اس قدر ہے کہ اس سے رات کا تاریک ترین حصہ بھی دن کی طرح روشن ہو جاتا ہے یعنی تجھ میں ایسی قوت ہے کہ تو باطل کو حق میں بدل سکتا ہے۔

۶- مجھے یہ اچھی طرح علم ہے کہ یہ تیغ نادر ہے' اس سلسلے میں میں کیا کہوں کہ اس کا باطن ظاہر ہے۔ نادر اور ظاہر میں صنعت ایہام ہے۔ نادر بمعنی عجیب اور انوکھی نیز نادر شاہ' ظاہر عام معنوں میں نیز ظاہر شاہ۔

۷- میں تیرے لیے شوق/محبت کی بات یا پیغام لے کر آیا ہوں' اسے قبول کر لے/سن لے' ایک مرد درویش یعنی اقبال سے سلطانی کی رمز/حقیقت حاصل کر لے۔ بادشاہت کیا ہے اور بادشاہ کو کیسا ہونا چاہیے' یہ رمز سن لے۔

۸- اے نگاہِ تو ز شاہیں تیز تر گردِ ایں ملکِ خدا دادے نگر
۹- ایں کہ می بینیم از تقدیر کیست؟ چیست آں چیزے کہ می بایست و نیست؟
۱۰- روز و شب آئینہ تدبیر ماست روز و شب آئینہ تقدیر ماست
۱۱- با تو گویم اے جوانِ سخت کوش چیست فردا؟ دختر امروز و دوش
۱۲- ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد گرد او گردد سپہر گرد گرد
۱۳- او جہانِ رنگ و بو را آبروست دوش ازو امروز ازو فردا ازوست
۱۴- مردِ حق سرمایۂ روز و شب است زاں کہ او تقدیر خود را کوکب است
۱۵- بندۂ صاحب نظر پیر امم چشم او بینائے تقدیرِ امم
۱۶- از نگاہش تیز تر شمشیر نیست ماہمہ نخچیر او نخچیر نیست
۱۷- لرزد از اندیشۂ آں پختہ کار حادثات اندر بطون روزگار

۸- اے (ظاہر شاہ) تیری نگاہ شاہین (کی نگاہ) سے بھی زیادہ تیز ہے۔ تو اس خداداد سلطنت کے اردگرد بھی ذرا نظر ڈال یعنی اپنے ملک اور دوسرے علاقوں/ملکوں کا جائزہ لے۔

۹- یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں' کس کی مشیت/تقدیر سے ہے' وہ کون سی شے ہے کہ جس کی ضرورت تھی اور وہ نہیں ہے یعنی اس بات کا جائزہ لے/غور کر کہ تقدیر قوم کیونکر سنواری جائے اور ملک و قوم کی ترقی کے لیے ایسے حالات پیدا کر جو اس ترقی کا باعث بنیں۔

۱۰- دن اور رات ہماری تدبیر کا آئینہ ہیں' دن اور رات ہماری تقدیر کا آئینہ ہیں یعنی جیسی ہماری تدبیریں ہوں گی۔ گویا زمانے سے فائدہ اٹھانے کی ہر تدبیر کرنی چاہیے کہ اسی سے ہماری تقدیر سنور سکتی ہے ورنہ غفلت کی وجہ سے تقدیر بگڑ جائے گی۔

۱۱- اے جفاکش نوجوان (ظاہر شاہ) میں تجھے بتاتا ہوں کہ فردا (آنے والا کل) کیا ہے؟ یہ آج اور گذرے ہوئے کل کی بیٹی ہے۔ گویا جس نے اپنے دوش اور امروز میں جس قدر محنت اور تگ و دو کی' اسی کے مطابق اس کا مستقبل بنا' لہٰذا آج کو اہم سمجھتے ہوئے اس میں خوب جدوجہد سے کام لے۔

۱۲- جس نے خود کو صاحب امروز بنالیا' یہ گردش کرنے والا آسمان اس کے گرد چکر لگانے لگتا ہے یعنی جس نے آج/زمانہ حال سے بھرپور فائدہ اٹھایا' حالات اس کی خواہش

کے مطابق ہو جاتے ہیں اور اس کی تقدیر بھی اس کی تدبیر کے مطابق کام کرتی ہے۔

۱۳- اس کا وجود اس دنیا (جہانِ رنگ و بو) کے لیے باعث اعزاز ہوتا ہے۔ گذرا ہوا کل اس کا ہے' آج پر بھی اس کا قبضہ ہے اور آنے والا کل (مستقبل) بھی اسی کا ہوگا یعنی اس کے حسب خواہش ہوگا۔

۱۴- مردِ حق روز و شب کا سرمایہ ہے' اس لیے کہ اپنی تقدیر کا ستارہ وہ خود ہے۔ مردِ حق یعنی وہ جو اللہ کا ہو گیا' اللہ اس کا ہو گیا۔ اس طرح اس کی قدرت میں سب کچھ آ گیا۔ یہ بھی مفہوم بنتا ہے کہ اس کے آداب زندگی اور اس کے خوب و بد کے تمام معیار حق کے حوالے سے متعین ہوتے ہیں۔ وہ اپنے جہد و عمل سے اپنی تقدیر خود بناتا ہے۔

۱۵- مردِ حق صاحب نظر بندہ اور قوموں کا رہنما ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ قوموں کی تقدیر کو دیکھ لینے والی ہے۔ اس کی بصیرت ایسی ہے جس سے وہ ظاہر و باطن' زشت و خوب اور دوش و فردا کو دیکھ لیتا ہے۔ قوموں کا رہنما اس لحاظ سے کہ ان کی تقدیر اس کے سامنے ہوتی ہے۔

۱۶- اس کی نگاہ کی تیزی کے مقابلے میں تلوار کی تیزی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ہم سب شکار ہیں' وہ شکار نہیں ہے یعنی ہم حالات زمانہ اور تقدیر کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ وہ (مردِ حق) انہیں شکار کر لیتا ہے۔

۱۷- اس پختہ کار کے افکار سے زمانے کے شکموں میں موجود حادثات یعنی جو آئندہ واقع ہونے والے ہوتے ہیں' لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوئے' وجود میں نہیں آئے' کانپ کانپ اٹھتے ہیں یعنی اس پر آشکارا ہو جاتے ہیں۔

۱۸- چون پدر اہل ہنر را دوست دار بندۂ صاحب نظر را دوست دار
۱۹- ہم چوں آں خلد آشیاں بیدار زی سخت کوش و پر دم و کرّار زی
۲۰- می شناسی معنی کرّار چیست؟ ایں مقامے از مقامات علیؑ است
۲۱- امتاں را درجہان بے ثبات نیست ممکن جز بکرّاری حیات
۲۲- سرگذشت آل عثماں را نگر از فریب غربیاں' خونیں جگر
۲۳- تا ز کراری نصیبے داشتند درجہاں دیگر علم افراشتند
۲۴- مسلم ہندی چرا میداں گذاشت؟ ہمت او بوئے کرّاری نداشت
۲۵- مشت خاکش آنچناں گردیدہ سرد گرمی آواز من کارے نکرد

۲۶۔ ذکر و فکر نادری درخونِ تست قاہری با دلبری در خون تست

۱۸۔ تو (ظاہر شاہ) اپنے باپ کی طرح اہل ہنر کو دوست/عزیز رکھ' اسی طرح صاحب بصیرت/صاحب نظر انسان (اگر نظر آئے یا ملے) تو اس کو بھی گرامی جان۔ اس کی بھی عزت کر۔

۱۹۔ اس خلد آشیاں (اپنے مرحوم والد) کی طرح بیداری کی زندگی بسر کر اور جفاکش بن اور انتھک کراری کی اور ہمت و حوصلہ والی زندگی والا بن' اس انداز میں زندگی بسر کر۔

۲۰۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ کرار کے کیا معنی ہیں' یہ حضرت علیؓ کے مقامات/مراتب میں سے ایک مقام/مرتبہ ہے۔ حضرت علیؓ چونکہ دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے تھے اور یہ ان کی بے حد دلیری اور جنگجوئی کی علامت تھی' اس لیے وہ کرار کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اسی بنا پر انہیں اسداللہ (اللہ کا شیر) بھی کہا جاتا ہے۔

۲۱۔ اس فانی دنیا میں قوموں کے لیے کراری کے بغیر زندہ رہنا یعنی اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے۔

۲۲۔ تو آل عثمان کی سرگذشت پر نظر کر (اسے دیکھ)۔ وہ یعنی آل عثمان اہل یورپ کے مکر وفریب کے باعث جگر کو خون کیے ہوئے تھے' بڑی مصیبتوں کا شکار تھے۔ (فرہنگ دیکھیے)

۲۳۔ ترکوں نے جنگ عظیم اول میں شکست کے باوجود ہمت نہ ہاری اور چونکہ وہ کراری سے بہرہ ور تھے' اس لیے دنیا میں ان کا پرچم دوبارہ بلند ہو گیا (فرہنگ دیکھیے)

۲۴۔ برصغیر کا یا ہندوستان کا مسلمان میدان کیوں چھوڑ گیا۔ کس لیے پیچھے ہٹ گیا۔ اس لیے کہ اس کی ہمت میں کراری کی خوشبو نہ تھی۔ ترکوں نے تو ہمت و حوصلہ کر کے اپنی سلطنت پھر قائم کر لی لیکن یہاں (ہند) کے مسلمان جنہوں نے آٹھ صدیاں حکومت کی تھی' انگریز کے فریب میں آکر شکست خوردہ ذلت آمیز زندگی بسر کرنے پر قانع ہو گئے۔

۲۵۔ اس (ہندی مسلمان) کی مشت خاک (ان کا وجود) اس قدر سرد پڑ گیا ہے کہ میری آواز کی گرمی بھی اسے/انہیں گرما نہ سکی یعنی میری جوش و جذبہ کی حامل شاعری سے انہوں نے کوئی اثر نہیں لیا۔

۲۶۔ تیری (ظاہر شاہ کی) فطرت/تیرے خون میں تیرے باپ نادر شاہ کے ذکر وفکر

(ذہن وعمل) کی تاثیر موجود ہے (اسی طرح اپنے باپ کی طرح) تیرے خون میں جلال و جمال کی کیفیت بھی ہے یعنی تو رزم نیز بزم کے طور طریقوں سے بخوبی آگاہ ہے۔

۲۷۔ اے فروغ دیدۂ برنا و پیر | سر کار از ہاشم و محمود گیر
۲۸۔ ہم از آں مردے کہ اندر کوہ و دشت | حق ز تیغ او بلند آوازہ گشت
۲۹۔ روزہا شب ہا تپیدن می تواں | عصر دیگر آفریدن می تواں
۳۰۔ صد جہاں باقی است در قرآں ہنوز | اندر آیاتش یکے خود را بسوز
۳۱۔ باز افغاں را از آں سوزے بدہ | عصر او را صبح نو روزے بدہ
۳۲۔ ملتے گم گشتۂ کوہ و کمر | از جبینش دیدہ ام چیزے دگر
۳۳۔ زانکہ بود اندر دل من سوز و درد | حق ز تقدیرش مرا آگاہ کرد
۳۴۔ کار و بارش را نکو سنجیدہ ام | آنچہ پنہان است پیدا دیدہ ام
۳۵۔ مرد میدان زندہ از "اللہ ہو" است | زیر پائے او جہان چار سو ست
۳۶۔ بندہ ے کو دل بغیر اللہ نہ بست | می تواں سنگ از زجاج او شکست
۳۷۔ او نگنجد درجہان چون و چند | تہمت ساحل باین دریا مبند
۳۸۔ چوں ز روئے خویش بر گیرد حجاب | او حساب است' او ثواب است او عذاب

۲۷۔ تو (ظاہر شاہ) جو جوانوں اور بوڑھوں کی آنکھوں کی روشنی ہے' سلطنت کے اسرار و رموز/نشیب وفراز اپنے چچاؤں ہاشم اور محمود سے حاصل کر/سیکھ۔ وہ کم عمر تھا اس کے چچا اس کے رہنما اور مددگار تھے۔

۲۸۔ اس مرد (شاہ ولی خاں) سے بھی رموزِ سلطنت سیکھ جس کی تلوار سے کوہ و دشت میں حق کا آوازہ بلند ہوا ہے۔

۲۹۔ دنوں اور راتوں میں تڑپا جا سکتا ہے' اس طرح ایک نیا زمانہ پیدا کیا جا سکتا ہے یعنی دن اور رات سخت جد وجہد اور جفاکشی میں گذارے جا سکتے ہیں اور یوں ایک انقلاب لایا جا سکتا ہے۔

۳۰۔ قرآن کریم میں ابھی سینکڑوں ایسے جہانوں کا ذکر ہے جو لائق تسخیر ہیں' تو ذرا قرآن کی آیات میں خود کو جلا یا محو ہو تو سہی۔ یعنی یہ جہان دریافت نہیں ہوئے تو قرآنی آیات پر غور کر اور ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت کا نظم ونسق چلا اور یوں اپنے اور

قوم کے لیے عزت و مرتبہ کا سامان کر۔

۳۱۔ پھر (ان آیات سے حاصل کردہ سوز و جذبہ میں سے) اہل افغانستان کو کچھ تپش اور گرمی عطا کر اور اس کے زمانے کو ایک نئے دن کا اجالا دے' یا افغانیوں کو پھر وہی مردانِ حق والا سوز عطا کر اور یوں ان کو ایک زندہ قوم بنا دے۔

۳۲۔ پہاڑوں اور وادیوں میں گم/منتشر موجود افغانی ملت کی پیشانی پر مجھے کچھ اور ہی چیز نظر آئی ہے یعنی دوسری قومیں کہاں پہنچ گئی ہیں اور وہ ملت افغانیہ بے خبری میں ہے۔ پیشانی سے مراد تقدیر ہے۔ غالباً علامہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس قوم کی پیشانی اس کی اولوالعزمی کی آئینہ دار ہے لیکن وہ بے عملی کا شکار ہے۔

۳۳۔ چونکہ میرے دل میں اس ملت کے لیے سوز و درد تھا' اس لیے خدا نے مجھے اس کی سرنوشت/تقدیر سے آگاہ کر دیا۔

۳۴۔ چنانچہ میں نے اس کے حالات و معاملات کو اچھی طرح جانچا پرکھا ہے' جو کچھ پنہاں ہے اُسے میں نے آشکارا دیکھا ہے۔

۳۵۔ مردِ میدان اللہ ہو (حق کے ایمان و عقیدہ پر عمل پیرا رہنے سے) زندۂ جاوید ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ مادی دنیا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتی ہے یعنی اس کی مغلوب و محکوم ہوتی ہے۔

۳۶۔ جس بھی انسان نے اللہ کے سوا کسی اور یا کسی باطل قوت سے وابستگی اختیار نہیں کی/دل نہیں لگایا' اسے وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کا شیشہ بھی پتھر کو توڑ سکتا ہے۔

۳۷۔ وہ (مردِ میداں/حق) اس کیف و کم یا اسباب کی دنیا میں نہیں سماتا' وہ ایسا وسیع سمندر ہے جس پر تو ساحل کی تہمت نہ لگا' یعنی وہ ایک بیکراں سمندر کی مانند ہے۔ وہ لامحدود قوتوں کا مالک ہوتا ہے اور سمندر کے پانی کی طرح جدھر چاہے نکل جاتا ہے اور یوں وہ اپنی بھی اور دوسروں کی بھی تقدیر سنوارتا ہے۔

۳۸۔ جب وہ (مردِ حق) اپنے چہرے سے نقاب اٹھا لیتا ہے تو وہ خود ہی حساب ہوتا ہے' ثواب ہوتا ہے اور عذاب ہوتا ہے یعنی جب وہ اپنی مخفی اہلیتوں اور قوتوں سے کام لیتا ہے تو پہلے اپنا اور پھر دوسروں کا حساب کرتا ہے اور جو لوگ راہ راست پر ہوتے ہیں یا راہ راست پر آ جاتے ہیں ان کو عزت و آبرو سے سرفراز کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس لوگوں کے لیے وہ ایک عذاب کی صورت بن جاتا ہے۔

۳۹- برگ و ساز ما کتاب و حکمت است	این دو قوت اعتبار ملت است
۴۰- آں فتوحات جہان ذوق و شوق	این فتوحات جہان تحت و فوق
۴۱- ہر دو انعام خدائے لایزال	مومناں را آں جمال است ایں جلال
۴۲- حکمت اشیا فرنگی زاد نیست	اصل او جز لذت ایجاد نیست
۴۳- نیک اگر بینی مسلماں زادہ است	ایں گہر از دست ما افتادہ است
۴۴- چوں عرب اندر اروپا پر کشاد	علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
۴۵- دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند	حاصلش افرنگیاں برداشتند
۴۶- ایں پری از شیشۂ اسلاف ماست	باز صیدش کن کہ او از قاف ماست
۴۷- لیکن از تہذیب لادینے گریز	زاں کہ او با اہل حق دارد ستیز
۴۸- فتنہ ہا ایں فتنہ پرداز آورد	لات و عزیٰ در حرم باز آورد
۴۹- از فسونش دیدۂ دل نابصیر	روح از بے آبی او تشنہ میر
۵۰- لذت بیتابی از دل می برد	بلکہ دل زیں پیکر گل می برد
۵۱- کہنہ دزدے غارت او برملا ست	لالہ می نالد کہ داغ من کجاست

۳۹- ہماری زندگی کا سارا اثاثہ/ ساز و سامان قرآن کریم اور حکمت ہے۔ حکمت سے مراد علم و دانش، علم و ہنر اور ادراک اشیا ہے۔ یہ دو قوتیں ملت کا اعتبار ہیں یعنی انہی دو قوتوں (قرآن کریم اور حکمت) سے ملت کا وقار قائم ہے۔

۴۰- وہ یعنی قرآن تو ذوق و شوق کی فتوحات حاصل کرتا ہے جبکہ یہ یعنی حکمت مادی دنیا کو فتح کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن کریم محبوب حقیقی خدا اور رسول اکرمؐ سے محبت اور آپ کی اطاعت و پیروی کا شوق و ذوق پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے جبکہ علم و ہنر اور دانش وغیرہ سے اس مادی دنیا پر غلبہ حاصل ہوتا اور ملت مقام ارجمند حاصل کرتی ہے۔

۴۱- یہ دونوں (قرآن و حکمت) اس خدائے قیوم/ لایزال کے انعام ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ یعنی قرآن جمال ہے اور یہ (حکمت) جلال ہے۔

۴۲- علم و ہنر اور اشیا کا ادراک (نئے نئے علوم وفنون' سائنس پیدا کرنے کا عمل) فرنگیوں یعنی اہل یورپ کی پیدا کردہ میراث نہیں ہے' اس کی اصل و اساس تو نت نئی چیز/ چیزوں کو وجود میں لانے اور دریافت کرنے کی لذت کے سوا اور کچھ نہیں۔

۴۳۔ اگر تو بغور دیکھے، جائزہ لے تو یہ (حکمت، علم و دانش وغیرہ) مسلمانوں کی پیدا کردہ ہے، ان کی میراث ہے۔ یہ موتی ہمارے ہی ہاتھوں سے گرا ہوا ہے یعنی علم و حکمت کو پھیلانے والے مسلمان ہی تھے لیکن بعد میں آنے والوں نے اپنی کوتاہیوں اور نادانیوں سے اسے کھو دیا۔

۴۴۔ جب عربوں (فاتحین، علما اور تاجروں) نے یورپ میں پر کھولے یعنی وہاں پہنچے اور اپنے جھنڈے گاڑ دیے تو علم و حکمت کو انہوں نے کچھ اور ہی یعنی نئی صورت دیدی۔

۴۵۔ اس (علم و دانش وغیرہ) کا دانہ تو عرب صحرا نشینوں نے بویا تھا لیکن اس کا حاصل/ فصل فرنگیوں نے اٹھالی۔ آج سے چار پانچ صدیاں پہلے یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ مسلمان علم و حکمت اور مختلف سائنسز میں بہت آگے نکل چکے تھے۔ جب مسلمانوں پر زوال آیا تو اہل یورپ نے انہی کی کتابوں کے ترجمے کر کے ان سے بھرپور استفادہ کیا تا آنکہ وہ اس مقام پر پہنچ گئے۔ علامہ نے اس بات کو یوں پیش کیا ہے:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

۴۶۔ یہ پری (علم و حکمت) ہمارے ہی اسلاف کے شیشے کی ہے (شیشے سے باہر آئی ہے) تو اسے پھر شکار کر کیونکہ اس کا تعلق ہمارے ہی کوہ قاف سے ہے۔ ''پری شیشے میں اتارنا'' محاورہ بمعنی قابو میں لانا، کوہ قاف کی پریاں (حسین عورتیں) مشہور ہیں۔

۴۷۔ (علم و حکمت ضرور حاصل کر) لیکن ایسی تہذیب سے دور رہ جو لادین ہے (جس کا کوئی مذہب نہیں، سیکولر) کیونکہ ایسی تہذیب اہل حق سے برسرپیکار ہی رہتی ہے۔ ستیزہ کار ہی رہتی ہے۔

۴۸۔ یہ فتنہ پرور تہذیب (سیکولر تہذیب) بڑے ہی فتنے اٹھاتی ہے۔ یہ لات اور عزیٰ کو پھر سے کعبہ میں لا بٹھاتی ہے یعنی ملحدانہ اور دین دشمن تصورات پیدا کر کے ماسوا اللہ سے وابستگی کی رغبت دلاتی ہے۔

۴۹۔ اس کے سحر/ جادو سے چشم دل بینائی سے محروم اور اس کی بے آبی (پانی نہ ہونا) سے روح پیاسی مر جاتی ہے یعنی وہ مادیت کی طرف مائل کرتی ہے جس سے آدمی بصیرت اور روحانی جذبوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

۵۰- یہ (لادینی تہذیب' جدید تہذیب) دل سے سوز و اضطراب کی لذت چھین لیتی ہے (یہی نہیں) بلکہ سرے سے دل ہی اس جسم سے غائب کر دیتی ہے۔

۵۱- یہ ایک پرانا/ عادی چور ہے جو بڑے دھڑلے سے لوٹ مار کرتا ہے۔ (اس کی لوٹ مار کا یہ عالم ہے کہ گل لالہ بھی اس سے نہیں بچا۔ وہ بھی اپنا داغ ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کدھر گیا۔ لالہ سے مراد مسلمان ہے جس کے سینے سے دل اور دل سے عشق کا جوش و جذبہ اس نے ختم کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس نے رسول اکرمؐ سے ہماری محبت ختم کر دی ہے۔

۵۲- حق نصیب تو کند ذوق حضور ۔۔۔ باز گویم آنچہ گفتم در زبور
۵۳- مردن و ہم زیستن اے نکتہ رس ۔۔۔ ایں ہمہ از اعتبار است و بس
۵۴- مرد کر سوزِ نوا! را مردہ اے ۔۔۔ لذت صوت و صدا را مردہ ے
۵۵- پیش چنگے مست و مسرور است کور ۔۔۔ پیش رنگے زندہ در گور است کور
۵۶- روح باحق زندہ و پایندہ است ۔۔۔ ورنہ ایں را مردہ آں را زندہ است
۵۷- آں کہ ''حی لایموت'' آمد حق است ۔۔۔ زیستن باحق حیات مطلق است
۵۸- ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست ۔۔۔ گرچہ کس در ماتم او زار نیست

۵۲- (اے ظاہر شاہ) اللہ تعالیٰ تجھے ذوق حضور سے بہرہ ور کرے۔ میں یہاں اپنی وہ بات پھر دہراتا ہوں جو میں نے (اپنی کتاب) زبور عجم میں کہی۔ (شعر ۵۸ تک زبور عجم کے اشعار ہیں جو ''مذہب غلاماں'' کے حصے میں شامل ہیں)

۵۳- اے نکتہ رس/ مردِ دانا! یہ مرنا/ موت اور جینا/ زندگی محض اعتبارات میں سے ہے اور بس۔ یعنی جو محض اعتماد اور بھرم سے ہے یعنی کسی کی نظر میں اس کا انداز اور ہے اور کسی کی نظر میں اس سے ہٹ کر (گویا فرضی ہے)

۵۴- (اب ان شعروں میں وضاحت آ گئی ہے۔ مثلاً) نغمے کے سوز سے بہرا آدمی مردہ یعنی بے بہرہ ہے۔ آواز اور نغمے میں جو لذت ہے وہ اس سے بالکل ناآشنا/ مردہ ہے۔ جب وہ سن ہی نہیں سکتا تو کیونکر ایسی لذت سے شاد کام ہوگا۔

۵۵- ایک اندھا انسان ساز و آواز سے تو پوری طرح لطف اندوز ہوتا ہے لیکن رنگ کے معاملے میں وہ زندہ در گور ہے۔ یعنی نہ اسے رنگ کا کچھ علم ہے اور نہ اس کی دلکشی سے وہ آگاہ ہے۔ اس سلسلے میں وہ بے بس ہے۔

۵۶۔ روح، حق کے ساتھ رہ کر ہی زندۂ جاوید ہو سکتی ہے۔ بصورت دیگر یہ اس (حق) کے لیے مردہ اور اس (غیر حق، لادینیت) کے لیے زندہ ہے۔ حق سے وابستگی ہی سے انسان بقا حاصل کر سکتا ہے۔

۵۷۔ وہ (ذات برحق) جو باقی و قائم ہے جسے موت نہیں ہے، وہ حق ہی ہے۔ حق سے وابستہ رہ کر ہی زندگی اپنا صحیح مقام حاصل کرتی ہے، وہی حیات مطلق ہے۔

۵۸۔ جس کسی نے حق سے وابستگی کے بغیر زندگی بسر کی۔ وہ گویا مردار ہے (مردار کے سوا کچھ نہیں ہے) اگرچہ (اس قسم کا مردہ ہونے کے سبب) اس کے ماتم میں کوئی نہیں روتا، کوئی غمگین نہیں ہوتا۔ (زبور عجم کے اشعار ختم)

۵۹۔ برخور از قرآں اگر خواہی ثبات	در ضمیرش دیدہ ام آب حیات
۶۰۔ می دہد مارا پیام "لاتخف"	می رساند بر مقام "لاتخف"
۶۱۔ قوت سلطان و میر از لا الٰہ	ہیبت مرد فقیر از لا الٰہ
۶۲۔ تا دو تیغ "لا" و "الا" داشتیم	ما سوااللہ را نشاں نگذاشتیم
۶۳۔ خاوراں از شعلۂ من روشن است	اے خنک مردے کہ در عصر من است
۶۴۔ از تب و تابم نصیب خود بگیر	بعد ازیں ناید چو من مردِ فقیر
۶۵۔ گوہر دریائے قرآں سفتہ ام	شرح رمز "صبغۃ اللہ" گفتہ ام
۶۶۔ با مسلماناں غمے بخشیدہ ام	کہنہ شاخے را نمے بخشیدہ ام
۶۷۔ عشق من از زندگی دارد سراغ	عقل از صہبائے من روشن ایاغ
۶۸۔ نکتہ ہائے خاطر افروزے کہ گفت؟	با مسلماں حرف پر سوزے کہ گفت؟
۶۹۔ ہمچو نے نالیدم اندر کوہ و دشت	تا مقام خویش بر من فاش گشت
۷۰۔ حرف شوق آموختم، واسوختم	آتش افسردہ باز افروختم
۷۱۔ با من آہ صبحگاہے دادہ اند	سطوت کوہے بکاہے دادہ اند
۷۲۔ دارم اندر سینہ نورِ لا الٰہ	در شراب من سرورِ لا الٰہ
۷۳۔ فکر من گردوں مسیر از فیض اوست	جوئے ساحل ناپذیر از فیض اوست
۷۴۔ پس بگیر از بادۂ من یک دو جام	تا درخشی مثل تیغ بے نیام

۵۹۔ اگر تجھے (ظاہر شاہ کو) حیات ابدی کی خواہش ہے تو قرآن کریم سے استفادہ کر (اس کی آیات پر غور و فکر کر)۔ میں نے اس کے اندر آب حیات دیکھا ہے۔ یعنی اس پر

عمل سے تو حیات جاوید پالے گا۔

۶۰- وہ (قرآن کریم) ہمیں ''لاتخف'' کا پیام/ درس دیتا ہے اور وہی ''لاتخف'' کے مقام و مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ (قرآن کریم میں ایک جگہ حضرت موسیٰ کو فرعون اور عصا کے بنے ہوئے اژدہا سے نہ ڈرنے کی تلقین کی گئی ہے۔)

۶۱- بادشاہ/ سلطان اور سردار کو لا الٰہ ہی سے قوت و طنطنہ حاصل ہے۔ مرد درویش کی ہیبت بھی اسی لا الٰہ کے طفیل ہے۔ خدائے واحد اور معبود مطلق پر جس کا کامل ایمان ہے، وہ کسی باطل قوت سے نہیں ڈرتا بلکہ باطل قوتیں اس سے ہیبت زدہ ہوتی ہیں۔

۶۲- جب تک ہمارے پاس ''لا'' اور ''الا'' کی دو تلواریں رہیں ہم نے ماسوا اللہ کا نشان تک مٹا دیا یعنی ہم نے ''لا الٰہ الا اللہ'' پر کامل ایمان کے باعث باطل قوتوں کو ختم کر کے اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔

۶۳- مشرق میرے شعلے سے روشن ہے۔ وہ آدمی مبارک ہے جو میرے دور میں ہے۔ علامہ نے اپنی قومی درد و سوز رکھنے والی شاعری کی بات کی ہے۔

۶۴- تو (ظاہر شاہ) میرے سوز و درد سے اپنا حصہ حاصل کر۔ اس کے بعد یعنی میرے بعد مجھ ایسا مردِ قلندر کوئی نہیں آئے گا۔ علامہ نے ارمغان حجاز کی ایک رباعی (جو ''حضور حق'' میں ہے) کے دوسرے شعر میں اپنے بارے میں یہی بات اس طرح کی ہے:

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اس فقیر کے دن پورے ہو گئے، اب معلوم نہیں کوئی اور مجھ سا دانائے راز آتا ہے یا نہیں)

۶۵- میں نے قرآن کے سمندر سے موتی نکال کر پروئے ہیں۔ میں نے ''صبغۃ اللہ'' کی رمز کی تفسیر بیان کی ہے۔ یعنی میں نے اپنی شاعری میں قرآن کے حوالے سے ملت اسلامیہ کو خدا کے رنگ میں خود کو رنگنے کا انداز بتایا ہے (نیز فرہنگ دیکھیے)

۶۶- میں نے مسلمانوں/ ملت اسلامیہ کو ایک خاص غم یعنی سوز و درد عشق بخشا/ دیا ہے۔ پرانی شاخ کو میں نے تازگی دی ہے۔ یعنی میں نے اپنے افکار سے مسلمانوں میں ایک نئی یا عشق کی تڑپ پیدا کی ہے اور اس طرح ان کی بے حسی اور خفتگی کو دور کیا ہے۔

۶۷- میرا عشق زندگی (حیات ابدی) کا حامل ہے۔ عقل و خرد کا پیالہ میری شراب (افکار)

سے روشن ہے یعنی میں نے عشق اور عقل میں جو فرق ہے اور دونوں کا جو صحیح مفہوم ہے وہ ملت پر واضح کیا ہے۔

۶۸- دل کو روشن کرنے والی گہری باتیں کس نے کیں۔ مسلمان سے سوز و درد بھری بات/باتیں کس نے کی/کیں۔ میرے سوا اور کس نے ایسی باتیں کی ہیں یعنی میری شاعری میں ایسی باتیں ہیں، اس سے پہلے کسی شاعر نے ایسی باتیں نہیں کیں۔

۶۹- میں بانسری کی طرح کوہ و دشت میں نالہ و زاری کرتا رہا، جب کہیں جا کر مجھ پر میرا مقام روشن ہوا یعنی اس مقام کی معرفت ایسے ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ قرآن کے معارف اور حضور اکرمؐ سے عشق کے طفیل حاصل ہوئی۔

۷۰- میں نے عشق کی بات سیکھی، میں جل اٹھا (اس طرح) میں نے بجھی ہوئی آگ دوبارہ روشن کر دی۔ یعنی حضور اکرمؐ کے عشق سے خود کو سرشار کیا اور یوں خود کو حضورؐ کے رنگ میں رنگا۔ حضورؐ کی پوری پوری پیروی کی۔ تب کہیں اپنی سوئی ہوئی ملت کو بیدار اور اس میں جہد و عمل کا ذوق پیدا کیا۔

۷۱- مجھے قدرت کی طرف سے آہِ صبح گاہی عطا ہوئی ہے۔ گویا ایک تنکے کو پہاڑ کے سے دبدبہ اور وقار سے نوازا گیا ہے۔ قدرت نے میرے دل میں عشق کے جذبے پیدا کیے ہیں جن کی بدولت مجھ کمزور انسان کو بڑی قوت و ولولہ حاصل ہوا ہے۔

۷۲- میرا سینہ لا الٰہ کی روشنی سے منور ہے۔ میری شراب میں لا الٰہ کا کیف و سرور ہے۔ یعنی میری زندگی کلمہ طیبہ کی امین ہے۔ توحید ایزدی اور حضور اکرمؐ کے رسول خدا ہونے پر مکمل ایمان کے باعث میری زندگی یا میرا سینہ منور ہے۔

۷۳- اسی کے فیض سے میری فکر آسمان پر پرواز کر رہی ہے اور اسی (لا الٰہ) کے فیض سے میری ندی بیکراں ہے۔ یعنی میری شاعری اور اس میں دیے گئے پیغام کو جو عظمت و وسعت حاصل ہے وہ اسی کے فیض سے ہے۔

۷۴- سو تو مجھ سے میری شراب کے دو ایک جام لے اور پی جا تاکہ تو ننگی تلوار کی طرح چمک اٹھے۔ یعنی اگر تو میرے شاعرانہ پیغام کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے گا تو (حق سے وابستگی کی بنا پر) تجھ میں ایسی قوت و طاقت پیدا ہو جائے گی جس کے سامنے بڑی سے بڑی باطل قوت بھی نہ ٹھہر سکے گی۔

مثنوی پس چہ باید کرد....

فرہنگ

بخوانندۂ کتاب

خوانندہ: پڑھنے والا

۱-۴: سپاہِ تازہ: نیا لشکر برانگیزم: میں حرکت میں لا رہا ہوں ولایت: مملکت حرم: مراد ملت اسلامیہ بقامت خرد: عقل کے جسم کے لیے در برش کردم: میں نے اسے (عشق کو) پہنا سعادت: خوش بختی گماں مبر: یہ مت سوچ، مت خیال کر حساب و میزاں: مراد قیامت کا دن جب اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی

تمہید

۱-۸: پیر رومیؒ: مولانا جلال الدین رومی جن کی مثنوی معنوی کو بہت بلند مقام حاصل ہے، علامہ نے انہیں اپنا مرشد قرار دیا ہے۔ ولادت بمقام بلخ ۶۰۴ھ/ ۱۲۰۷ء، وفات ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء، قونیہ (ترکی) میں ان کا مزار ہے امیر: سردار، سالار، رہنما روشن ضمیر: جس کا دل اور باطن نور ہدایت سے منور ہو منزلش: اس کا یعنی ان کا مقام و مرتبہ کہکشاں: ستاروں کا ایک جھرمٹ جو سڑک کی صورت میں آسمان پر نمودار ہوتا ہے طناب: رسی جام جم: مشہور ایرانی بادشاہ جمشید کا جام جو اس قدر شفاف تھا کہ اس میں سے دنیا کے حالات نظر آتے تھے آئینہ اش: مراد مولانا کا دل نے نواز: بانسری بجانے والا،

مولانا کی مثنوی کے پہلے شعر کے حوالے سے یہ کہا' شعر یوں ہے:

بشنواز نے چوں حکایت می کند   از جدائی ہا شکایت می کند

نہاد: فطرت   فتاد: افتاد' مراد برپا ہو گیا   خاور: مشرق   محرم اسرار: رازوں یا حقیقتوں سے آگاہ   بندہائے کہنہ: پرانی بیڑیاں/ زنجیریں' پرانی غلامی کی زنجیریں   بکشادہ اند: قضا و قدر/ قدرت نے کھول دی ہیں   فرنگ: اہل یورپ   باش: مراد قائم رہ   خلیل اللہؑ: حضرت ابراہیمؑ کا لقب

۹-۱۶: جذب دروں: دل کا جذبہ' عشق   کم نظر: بصیرت سے عاری' بے عقل   جنون: پاگل پن' یہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے   چرخ لاجورد: نیلا آسمان   ذوفنون: بہت سی خوبیوں والا   قاہر: غالب' مراد جلال و عظمت والا   رستخیز: قیامت   میخانہ من: میرا شراب خانہ' مراد رومیؒ کی شاعری اور ان سے وابستگی   کہنگی: پرانا پن' مراد مادی افکار   ازتماشا بردہ ای: تو نے سامنے سے یا نظروں سے ہٹا دیا ہے   زی: زندگی بسر کر   مستور: چھپا ہوا   رمز جاں: باطن یا روح کی حقیقت   غیر اللہ: اللہ کے سوا جو کچھ ہے' دنیاوی اغراض اور مفادات

۱۷-۲۵: آب و گل: مراد مادیات   الا: مگر' ماسوائے   کبود: نیلا   سر شیری را: شیر ہونے کے بھید کو' مراد باطنی احوال/ روحانی احوال   گاو و میش: گائے اور بکری' مراد نادان یا مادی دنیا میں کھویا ہوا انسان   شیراں: شیر کی جمع' مراد اہل عشق' اہل باطن   سفلہ: گھٹیا   حریف: مراد ہم بزم' شریک محفل   روم: مشہور ملک   رے: ایران کا ایک شہر' حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا اور گھر آ کر والد کو بتایا کہ انہیں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے   گرگے: کوئی بھیڑیا   ناکسے: کوئی پست/ گھٹیا آدمی   بوریا بافان: بوریا باف کی جمع' کھردرا اور معمولی کپڑا بُننے والے' جولاہے   اطلس ناشناس: جنہیں اطلس جیسے قیمتی کپڑے کی پہچان نہ ہو   اعجمی مردے: ایک عجمی/ ایرانی شاعر   سرود: گایا/ کہا ہے   مردم دنیا: دنیا پرست یا مادیات کے شیفتہ لوگ   دیار فرنگ: انگریزوں کا شہر

۲۶-۳۴: بازگو: پھر کہہ' پھر وضاحت کر   غم خور: غم کھا لے   غم افزایاں: غم افزا کی

جمع، غم میں اضافہ کرنے والے کودک: بچہ بار: بوجھ قلزمی: کیا تو سمندر ہے دشت و در: جنگل اور درہ (وادی) پیہم ستیز: مسلسل الجھتا یا ٹکراتا رہ گلبرگے: کسی پھول کی پتی بریز: گرا ذوق نمود: اپنے اظہار کا ذوق و شوق عقدہ: گتھی کشود: کھولی، سلجھائی رخت: سامان، بوریا بستر بست: باندھا، سمیٹا دریائے بے پایاں: بیکراں یا بیحد وسیع سمندر تپید: تڑپا چکید: ٹپکا

خطاب بہ مہر عالمتاب

۱-۹: خاور: مشرق مہر منیر: روشن سورج دست کلیمؑ: حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے ید بیضا (روشن ہاتھ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے) زورق زریں: سنہری کشتی، خود سورج جوے سیم: چاندی کی ندی، مراد شفاف پانی کی ندی یا شہر مہتاب: چاندنی نرگساں: نرگس کی جمع، نرگس کے پھول بری درد: پھاڑ ڈالتے ہیں خوش بیا: تیرا آنا مبارک، خیر مقدم نخل سینا: کوہ سینا کا وہ درخت جس پر حضرت موسیٰ کی التجا پر خدا کا نور ظاہر ہوا تھا پایان روز: دن کا اختتام یعنی شام برفروز: روشن کر، جلا تیرہ خاکم: میری سیاہ خاک مستور کن: چھپالے

۱۰-۱۸: بروز آرم: میں دن کی صورت دے سکوں، دن میں بدل دوں برفروزم: میں روشن کر دوں احرار: حر کی جمع، آزاد لوگ نوائے: ایک خاص نغمہ، خاص افکار جو شعر کی صورت میں ہوں سرود: نغمہ، وہی مراد افکار آب و رنگ: چمک دمک گرمی ذکر: مراد سوزِ دروں حریت: آزادی عفت فکر: فکر یا افکار کی پاکیزگی و صفا ناسرہ: کھوٹی سیم ناب: خالص چاندی قلب سلیم: دل زندہ، مراد جوش و جذبہ سے پر دل برکراں: مراد ہٹ کر حرب و ضرب: مراد ہنگامے اور ولولے خزف: ٹھیکری تار جمند: بے وقعت تطہیر فکر: فکر/افکار کی پاکیزگی، افکار کو پاک کرنا

حکمت کلیمی

(حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کی حکمت)

حکمت: یہاں مراد حکمت نبوی جو وحی کے ذریعے آتی ہے۔

۱-۸: پشت پا..می زند: ٹھکرا دیتی ہے حکم سلطان: شاہی حکم، مراد دنیاوی یا انسانوں کے خودساختہ حکم کہنہ دیر: پرانا مندر، مراد بیکار رسُوم برنتابد: برداشت نہیں کرتی تازہ غوغائے: ایک نیا غوغا، نیا جوش و ولولہ اللہ بس: یعنی صرف اللہ ہی معبود حقیقی ہے نیفتد: نہ پڑے شاخ تاک: انگور کی بیل کی شاخ فطرۃ اللہ: اللہ کی فطرت یعنی خدا کی عطا کردہ اہلیت و قابلیت عقل ذوفنون: مکار عقل، خوبیوں اور ہنر والی

۹-۱۶: فرودیں: فروردیں ایرانی سال کا پہلا مہینا جو ۲۱ مارچ سے شروع ہوتا ہے، مراد موسم بہار دے: ایرانی سال کا دسواں مہینہ، سردیوں کا آغاز، موسم خزاں دُرد: تلچھٹ نمودش: اس کا ظہور، ظاہر ہونا خراب: ویران، زیروزبر لاخوف علیہم: ان پر کوئی خوف نہیں، ایک قرآنی آیت کا حوالہ یعنی مومن خوف اور غم سے پاک ہیں نہد: رکھے آموزدش: اسے سکھاتی / سکھاتا ہے افروزدش: اسے روشن کرتی ہے دگرگوں می کند: کایا پلٹ دیتی ہے خزف: ٹھیکری، کوڑی در: موتی درماندہ: عاجز و ناتواں کن ریز ریز: پاش پاش کردے

۱۷-۲۴: ربی الاعلیٰ: میرا رب سب سے بلند و افضل ہے منال: مت رو، افسردہ نہ ہو عافیت: سلامتی، خیریت قماش: ایک قسم کا ریشمی کپڑا کاؤس و کے: (کاؤس: ایران کا ایک قدیم بادشاہ، کے: ایران کے قدیم کیانی خاندان کا کوئی بھی حکمران) مراد شاہی اور دنیاوی جاہ و جلال مگرد: مت گھوم، مت چکر لگا ایوانے: کوئی شاہی محل کرگسی: مردار کھانے کا عمل، گدھ ہونا فکرت گردوں مسیر: آسمان پر پرواز کرنے والی فکر، نہایت بلند احساس و جذبہ نہ: نو (۹)

۲۵-۳۲: قضائے حق: مشیت الٰہی، رضائے الٰہی سلف: پہلے یا گذرے ہوئے بزرگ، قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی مانند صدف: سیپی ظلام: تاریکی سرشت: فطرت، خدا کی عطا کردہ اہلیت و قابلیت نصیب: حصہ، بہرہ قاہری: جلال، قہر و جبروت دلبری: محویت، مراد جمال خداوندی نمود: مراد وہم و گماں لا الہٰ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بکام او: اس کی خواہش سے نہ گردد: گردش نہیں کرتے

حکمت فرعونی

(مراد نبوت کے خلاف باطل قوت کی حکمت)

۱-۸: کردم عیاں: میں نے ظاہر کر دی/ بیان کر دی ارباب کیں: اہل عداوت/ دشمنی، باطل قوتیں تخریب: ویرانی، تباہی فن: مراد چالبازی مکتب: مدرسہ، مراد مغربی طرز تعلیم حدیث: بات تجدید دیں: دین کی جدت، بدعتیں دو نیم: دو ٹکڑے حریفش: اس کا مدمقابل، اس کا مقابلہ کرنے والا صاحب نظر: مراد دوراندیش، ماہر، مشاق وائے قومے: افسوس ہے اس قوم پر

۹-۱۵: سترد: مٹا دیا زاد و مرد: پیدا ہوئیں اور مر گئیں غیور: غیرت مند پیران کہن: پرانے بوڑھے، بڈھے کھوسٹ مشغول تن: مراد جسم کی آرائش و تزئین وغیرہ میں مشغول مردہ زایند: مردوں کی سی حالت میں پیدا ہوتے ہیں، یعنی زندہ جذبوں سے عاری ہوتے ہیں بے ثبات: غیر مستقل، متزلزل بطون: جمع بطن، پیٹ امہات: ام کی جمع، مائیں خردہ گیر: نکتہ چینی کرنے والی/ والیاں شوخ چشم: مراد ڈھیٹ، حیا سے آری ساختہ: بناؤ سنگھار پرداختہ: یہاں بھی مراد اپنی آرائش کرنا دل باختہ: دل ہاری ہوئی، دل پھینک دو تیغ آختہ: دو سونتی/ کھینچی ہوئی تلواریں ساعد سیمیں: چاندی کی سی شفاف کلائی/ کلائیاں عیش نظر: نظروں کو لبھانے والی ماہی: مچھلی

۱۶۔۲۳: سازو برگ: مادی اسباب بے شرر: چنگاری سے خالی، مراد جوش و ولولہ سے عاری فکر معاش: روزی کی فکر ترس مرگ: موت کا ڈر منعماں: منعم کی جمع، ارباب نعمت، صاحبان مال و دولت بخیل: کنجوس مغز: مراد باطن اور روح کا معاملہ پوست: ظاہر فرماں روا: حکمران، حاکم وقت زیاں: نقصان سود: فائدہ امروز: آج، مراد جمود نجست: نہیں نکلی نیاگاں: پرانے، بزرگ، اسلاف دفترے: ایک کتاب، مراد کتابیں الاماں: پناہ ہے بغیر: بہ غیر، دوسروں سے بستن: باندھنا خشت حرم: کعبہ کی اینٹ آہ: افسوس ہے دل.... پرداختہ: دل اچٹ لیا، دل اٹھالیا، وابستگی ختم کردی نشناختہ: نہ پہچانی، پہچاننے سے قاصر رہی

لا الٰہ الا اللہ

(نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے)

(۱)

۱۔۱۳: مردانِ حال: مراد مردان حق لاجلال: لا جلال کی حیثیت رکھتا ہے (جلال بمعنی خدائی قہر و غضب، قدرت و جبروت، لا بمعنی نہیں یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) الا جمال: الا، جمال ہے (الا: مگر، جمال: لطف و رحمت، کرم) احتساب: ممنوع باتوں سے روکنا، نگرانی فتح باب: دروازے کا کھلنا جہان کاف و نون: "کن" کا جہاں (کن بمعنی ہو جا، ارشاد خداوندی جس سے یہ کائنات وجود میں آئی، فرمانِ ایزدی ہے کہ جب میں کوئی چیز تخلیق کرنا چاہتا ہوں تو کہتا ہوں "کن" یعنی ہو جا اور وہ "فیکون" ہو جاتی ہے) بند غیر اللہ: اللہ کے سوا جو کچھ ہے یعنی ماسوا اللہ کی زنجیر/ بندھن نخستیں: پہلی تپید: تڑپی گل خود: اپنی مٹی یعنی اپنا خمیر باز آفرید: ایک نیا جنم دیا درخور: لائق زندہ مرد: مراد مرد حق، مرد مومن رہ نورد: راستہ چلنے والا/ والے، مراد صاحبان حرکت و عمل خواہی در ستیز؟: کیا تو بھڑانا/لڑانا چاہتا ہے

مشت خاک: مراد وجود ہر کرا: جس کسی کے ہولش: اس کی ہیبت غو رعد: آسمانی بجلی کی کڑک بود: وجود نبود: عدم' نابود گرداب: بھنور

(۲)

۱-۹: زایام عرب: مراد دورِاول کے عرب مسلمانوں کے بارے میں پختہ وخام: کچا چٹھا ریز ریز: پاش پاش لات ومنات: دونوں عرب کے مشہور بتوں کے نام ہیں جہات: جہت کی جمع' اطراف' مراد مکاں چاک: پارہ پارہ قیصر: روم کے بادشاہوں کا لقب' مراد عظیم دنیاوی ہستی کسریٰ: ایرانی بادشاہ نوشیرواں عادل' مراد کوئی بھی بادشاہ/ حاکم بدرد: درد میں' دکھ میں' بلبلا اٹھتے ہیں دیر کہن: پرانا بت کدہ' مراد دنیا آمد پدید: پدید آمد' ظہور پذیر ہوا/ ہوئی بانگ حق: حق کی آواز' حق کا غلغلہ آوردہ اند: لائے ہیں شست: دھوڈالی رست: اگے' وجود میں آئے' پیدا ہوئے

(۳)

۱-۱۲: ہم چناں: اسی طرح بندگی: غلامی خواجگی: آقائی برہم زداست: برہم زدہ است' الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے' درہم برہم کردیا ہے روس: اس سے مراد وہاں کا کیمونسٹ نظام/ انقلاب نیشے: ایک نشتر/ ڈنک مقاماتش: اس کے مقامات' مراد وہاں کے معاملات تندباد: جھکڑ' طوفان مرکب: سواری آیدش: اس کا آئے گا آرد بروں: باہر نکال لے گا' نجات حاصل کرلے گا نیاساید: آسائش یا راحت وسکون نہیں پاتی می خرامد: ٹہلتی ہے' یعنی رواں دواں رہتی ہے سازوبرگ: مراد سرمایہ حیات نفی بے اثبات: اثبات کے بغیر نفی (لا: نفی اور الا: اثبات) سازی سخن: تو باتیں بناتا ہے (یعنی صرف باتوں پر زور ہے' عمل کوئی نہیں) نمرودے: مراد کوئی بھی باطل قوت نیرز دبادو جو: دو جو کے برابر بھی قیمت نہیں' ایک کوڑی کی بھی قیمت کا نہیں۔

فقر

(۱)

۱-۱۸: نگاہِ راہ بیں: راستہ کو دیکھنے والی نگاہ' خدا تک رسائی کے سلسلے میں بصیرت آب و گل: مراد مادی دنیا سنجیدن: تولنا' جانچنا پیچیدن: لپٹنا' لپیٹنا' مراد خود پر طاری کرنا خیبر گیر: خیبر یعنی قلعہ خیبر فتح کرنے والا' حضرت علیؓ کی فتح خیبر کی طرف اشارہ ہے نان شعیر: جو کی روٹی' حضرت علیؓ جو کی روٹی کھایا کرتے تھے جو مفلسی کی علامت تھی ذوق و شوق: عشق' سوز دروں' مراد جوش و ولولہ تسلیم و رضا: اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور مرضی کے آگے جھک جانا ما امینیم: ہم امین ہیں' ہم اس متاع کے امانت دار یعنی محافظ کروبیاں: کروبی کی جمع' فرشتے نوامیس: ناموس کی جمع' قدرت کی پوشیدہ قوتیں زجاج: کانچ' شیشہ نہ گنجد: نہیں سماتا گلیم: گدڑی پشہ: مچھر' مراد کمزور ترین اقوام یا افراد تمکین: وقار' طاقت لرزد: کانپتا ہے سریر: تخت' شاہی تخت می افگند: برپا کر دیتا ہے ہوئے: غلغلہ وارہاند: رہائی دلاتا ہے حمام: کبوتر جذب و سلوک: جذب دروں اور ذکر و عمل لاملوک: کوئی بادشاہ نہیں' یعنی حاکم مطلق صرف خدا ہے اور کوئی حاکم نہیں ترسد: ڈرتا ہے نبرد: جنگ' لڑائی بر نیغتد: مراد محکوم و مغلوب نہیں ہو سکتی استغنا: بے نیازی خویشتن را: خود کو بخشند: قدرت تجھے عطا کرے سلطان مبیں: واضح غلبہ

(۲)

۱-۹: سلطان دیں: دین کے بادشاہ' حضور اکرمؐ مسجد من...: حضور اکرمؐ کی ایک حدیث کہ "تمام روئے زمین میری مسجد ہے الاماں: پناہ ہے نہ: تو سخت کوشد: شدید جدوجہد کرتا ہے پاکیزہ کیش: پاک باطن' دنیاوی مال و جاہ سے بے نیاز ترک جہاں: دنیا کو چھوڑنا (گوشہ نشینی اختیار کرنا) راکبش بودن: اس کا سوار ہونا' اس پر غلبہ پانا یا اسے تسخیر کرنا وارستن: نجات پانا برجستن: اچھلنا' بلند تر جانا بہل: چھوڑ دے بگریز د چرا: کیوں

بھاگتا ہے شاہینی نکرد: اس نے شاہین کا طرز عمل نہ اپنایا' اپنی قوت وطاقت کا اظہار نہ کیا چنگ: پنجہ مرغکے: کوئی چھوٹا سا پرندہ کنامے: ایک گھونسلا' آشیانہ' باز کا گھونسلا

(۳)

۱-۹: احتساب: محاسبہ کرنا' ممنوع باتوں سے روکنا' نگرانی ہست وبود: مراد کائنات رباب: باجا جہات: جہت کی جمع' طرفیں مراد کائنات مولا صفات: آقا کی سی صفتوں والا لرزہ: کپکپی بر: خشکی جستن: تلاش کرنا زدن: لگانا کشتن: ماردینا' مٹادینا واسوختن: جلا ڈالنا افروختن: روشن کرنا عریاں شود: یعنی کھل کر اپنا اظہار کرتا ہے نہیب: دہشت' ہیبت گرمی بدر وحنین: مراد بدر اور حنین کا معرکہ' اشارہ ہے غزوۂ بدر (عرب کا ایک مقام) اور غزوہ حنین کی طرف' بدر میں ۳۱۳ مسلمانوں نے شرکت کی اور فتح پائی' اس فتح نے قریش مکہ کی قوت ہمیشہ کے لیے ختم کر دی' غزوہ حنین ۸ھ/۶۲۹ء میں لڑا گیا۔ اس میں حضور اکرمؐ بھی شریک ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔ اس غزوہ میں حضور اکرم کو فتح نصیب ہوئی بانگ تکبیر حسینؓ: حسین کا نعرہ تکبیر' اشارہ ہے واقعہ کربلا کی طرف جس میں حضرت امام حسین نے یزید کی باطل قوت کے خلاف جہاد کیا ذوق عریانی: یعنی کھل کر اپنے اظہار کا جوش وولولہ جلال: دبدبہ

(۴)

۱-۵: وائے ما: افسوس ہے ہم پر بہ پرداز: ہٹالے درباز: ہار دے' قطع تعلق کر لے زیستن: جینا' زندگی بسر کرنا مردن: مرنا باز آفریند: دوبارہ وجود میں لاتا ہے عیار: کسوٹی خود رازند: خود کو پرکھتا ہے

(۵)

۱-۱۵: از پا بر فتاد: مراد پستی کا شکار ہوگئی زاد: جنا' پیدا کیے مپرس: مت/نہ پوچھ چوں: کیونکر ناید: نہیں آتی گلویم: میرا حلق بہ: ٹھیک/اچھی ہے ایں کشور: یہ ملک' مراد پاکستان سے پہلے کا ہندوستان' برصغیر ہند باخدا مردے: کوئی اللہ والا' کوئی مرد حق لاجرم: ناچار' بالضرور' بے شک' یہاں

مراد ظاہر ہے سہ قرن: تین صدیاں دوں نہاد: گھٹیا فطرت والی کور ذوق: ذوق سے محروم زشتی اندیشہ: فکر کی خرابی/ برائی افتراق: تفرقہ' فرقہ بندی مرد خبیر: بہت باخبر آدمی' مراد دانا و بینا' یہاں مراد مرد حق خستہ: جھکی ہوئی' نڈھال' مضمحل حق ناپذیر: حق کو قبول نہ کرنے والی بندۂ ردکردۂ مولا: ایسا بندہ جسے آقا نے ٹھکرا دیا ہو قلاش: محتاج' کنگال' بے حمیت برد: لے جائے' ہتھیا لے شیخ او: اس کا مذہبی پیشوا لرد فرنگی: انگریز لارڈ (Lord) بایزید: مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ جن کا تعلق ایران کے صوبہ خراسان سے تھا ۲۳۴ھ/ ۸۴۹ء میں فوت ہوئے رحمت شمرد: اس نے رحمت سمجھا/ جانا کلیسا: گرجا' عیسائیوں کی عبادت گاہ

(۲)

۱-۱۶: تہی: خالی' محروم' عاری جوہر آئینہ: آئینے کی چمک' یہاں مراد دل نشناختی: تو نے نہ سمجھا داو اول: پہلی ہی بازی درباختی: تو ہار گیا' تجھے مات ہوگئی پیچاک کش: اس کی پیچاک' پیچک' ایک زرد رنگ کی بیل جو جس درخت یا پودے پر چڑھ جائے وہ سوکھ جاتا ہے' اسے عشق پیچاں/ پیچہ کہتے ہیں نزاد: پیدا نہ ہوئی از خود مرو: اپنی ذات سے دور نہ ہو ہراس: وحشت شناس: پہچان نگوں شاخ: جھکی ہوئی شاخ مبند: مت بنا زاغاں: زاغ کی جمع' کوے مپر: مت اڑ کوہ گراں: بہت بھاری پہاڑ تمکیں: وقار' تمکنت ناآسودن: آرام نہ کرنا' پیہم رواں دواں رہنا آسودنش: اس کا رکنا نابودن: نابود ہو جانا؛ ختم ہو جانا نکتہ ور: نکتہ داں' صاحب دانش و بینش تیز بین: باریک بیں' دور بیں' گہری نظر یا دور تک نظر رکھنے والا گام: قدم نصیب خود: اپنا حصہ ناید: نہیں آئے گا

مرد حر

مرد حر: آزاد مرد' مرد حق

۱-۱۱: ''لاتخف'': مت ڈر' خوف نہ کھا' قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص

بندوں سے یہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ ہودؔ آیہ ۷۰‘ سورہ طٰہٰ آیہ ۲۱‘ سورہ النمل‘ آیہ ۱۰ **سر بجیب**: سر نہوڑائے ہوئے **سر بکف**: سر ہاتھ پر رکھے یعنی موت سے بے خوف **چوں اشتراں**: اونٹوں کی طرح **بارے برد**: بوجھ اٹھاتا ہے‘ بے حد جفاکش اور سخت کوش **خارے خورد**: کانٹے کھاتا ہے یعنی معمولی اور سادہ غذا کھاتا ہے‘ پیٹ کا غلام نہیں **محکم نہد**: مضبوطی سے رکھتا ہے **برمی جهد**: اچھلنے یعنی تیز چلنے لگتی ہے‘ پھڑ کنے لگتی ہے **صوت**: آواز **قباہائے حریر**: ریشمی قبائیں **زردرو**: پیلے چہرے والے‘ جن کے چہروں کا رنگ ڈر کے مارے فق ہو جائے **کلیسا دوست**: مراد مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ **مغاں**: آتش پرستوں کا مذہبی پیشوا‘ مراد ساقی **مست الست**: مست ازل ’’الست بربکم‘‘ کی طرف اشارہ ہے‘ روز میثاق جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق عالم سے قبل روحوں سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا تھا۔

۱۲-۲۱: **احمر**: سرخ **دود**: دھواں **امم**: امت کی جمع امتیں‘ قومیں **او عبدہٗ**: وہ اس یعنی خدا کا بندہ ہے **نگنجد**: نہیں سماتا **مضمحل**: مراد بیزار **تخمین وظن**: اندازہ اور قیاس و گمان **گردباد**: بگولا

۲۲-۳۱: **خانہ ویراں باش**: غیر آباد گھر والا بن **صاحب خانہ**: گھر کا مالک **سپہر گردگرد**: گردش کرنے والا آسمان **آدم گر**: مراد انسان کو اس کے صحیح معنوں پر پہنچانے والی **دریائے ژرف**: گہرا سمندر **ناوداں**: پرنالا **تودہ**: ڈھیر‘ ٹیلا **برگ و ساز انجمن**: مراد محفل کی رونق‘ دوستوں کا دوست **بادِ فرودیں**: موسم بہار کی ہوا **روزِ کیں**: دشمنی یعنی لڑائی کے دن/ وقت **می کند**: کھوتا ہے **سرت گردم**: میں تیرے قربان جاؤں **می نہ روید**: نہیں اگتا‘ پھلتا پھولتا نہیں **نیرزی**: تو قیمت نہیں پاتا **نیاویزی**: تو نہ تھامے

دراسرارِ شریعت

اسرار: جمع سرّ‘ بھید‘ راز

۱-۱۰: پیر روم: مراد مولانا جلال الدین رومیؒ ولادت (۶۰۴ھ/ ۸-۱۲۰۷ء) بلخ اور وفات (۶۷۲ھ/ ۱۲۷۳ء) قونیہ (ترکی) میں ہوئی' وہیں ان کا مزار ہے
واسوختم: میں جل گیا' مجھ میں سوز پیدا ہو گیا آموختم: میں نے سیکھے حمول: اٹھانے والا نعم مال صالح: حدیث رسول اکرمؐ "اگر مال و دولت دینی امور پر خرچ کرنے کے لیے جمع کیا جائے تو وہ مال صالح ہے" (یہ شعر رومی کا ہے)
سیم وزر: چاندی سونا' مال و دولت تہی دستاں: تہی دست کی جمع' مراد مفلس / کنگال لوگ کشاد: فراخی' وسعت منعم: مال و دولت والا' سرمایہ دار
فساد: بگاڑ جدت: نیا پن' انقلاب کہنگی: پرانا پن' انقلاب کی ضد
ناصواب: غلط' نادرست صواب: صحیح' درست خورد: کھا گیا
آبروے.. برد: عصمت لوٹ لی درحضورش: اس کے سامنے می نالد: روتا ہے' نالاں ہے پے بہ پے: مسلسل کاخ ہا: کاخ کی جمع' محل
بکوست: گلی کوچے میں ہے' ذلت سے دوچار ہے خوش: مبارک' نیک بخت
درچنیں عصرے: اس ناہنجار دور میں' مادیات میں ڈوبا ہوا دور

(۲)

۱-۸: اکل حلال: رزق حلال' جائز کمائی زیستن: جینا جماعت: معاشرہ
وبال: مصیبت' عذاب مقام: یہاں مراد رمز' حقیقت ینظر بنور اللہ: حدیث رسول اکرمؐ "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" چرد: چرتی یعنی کھاتی ہے می کارد: بوتی ہے حاصل برد: فصل لے جاتی ہے نان ربودن: روٹی یعنی رزق اڑا لینا جان ربودن: یعنی جان نکال لینا
بنوک: بنک (Bank) کی جمع تہ و بالا نگردد: یعنی مٹ نہ جائے
سودائے خام: مراد خام خیالی

(۳)

۱-۱۳: کم شناسد: نہیں پہچانتا' نہیں پہچان سکتا ضرر: نقصان جادہ: راستہ
برخیزد: چھوٹتی / اٹھتی ہے شرع: لغوی معنی راستہ' مراد قانون اسلام' وہ راستہ جس پر چلنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے اعماق: عمق کی جمع' گہرائیاں ظلام: تاریکیاں بیخ: جڑ' بنیاد سینہ تاب: سینے کی تڑپ کا سامان کرتی ہے'

سینہ تڑپاتی ہیں تو نمانی: تو نہیں رہے گا او: یعنی خدا کم جو: مت تلاش کر، کم تلاش کر تخت جم: مشہور قدیم ایرانی بادشاہ جمشید کا تخت، مراد جاہ و مرتبہ سلطان: مراد خدا تعالیٰ منال: مت نالاں ہو، فریاد نہ کر روز قیل و قال: بات چیت یعنی بحث و تکرار کا دن روز میدان: یعنی جنگ کا موقع / دن گردن میپچ: سرتابی نہ کر احسن التقویم: قرآنی تلمیح، مطلب یہ کہ انسانی وجود کو بہت اچھے طریقے پر بنایا گیا ہے، وہ افضل مخلوقات ہے دین ابراہیمؑ: حضرت ابراہیم کا دین یعنی دین اسلام

(۴)

۱-۱۸: طریقت: علم تصوف، تزکیہ باطن والا صفات: بلند اوصاف والا دیدن: دیکھنا مبیں: مت دیکھ مجبوری: دوری آشکار: ظاہر جبر و اختیار: خود کو مجبور محض سمجھنا یا صاحب اختیار جاننا، یعنی انسان اسی بحث میں الجھا رہتا ہے کہ وہ مجبور محض ہے یا اسے کچھ اختیار بھی ہے متن: مت اکڑ نہ پردۂ اسرار: اسرار کے نو پردے، مراد نو آسمان می نازی: تو نازاں ہے شرع مبیں: روشن شرع، شریعت محمدیؐ سخن ہا ساختند: انہوں نے باتیں بنائیں، یعنی تاویلوں میں کھو گئے تاویل: مراد ظاہر سے پھیر کر دوسرے معنی نکالنا تعبیر: تفسیر شیخ مکتب: مدرسے کا استاد سنجیدہ ام: میں نے پرکھا ہے پیغمبرے: ایک پیغمبر، اشارہ ہے قادیانیوں کے سربراہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف جس کا تعلق ضلع گورداسپور (پنجاب) کے قصبہ قادیاں سے تھا جس نے انگریزوں کی حفاظت میں یا ان کے ایما پر یہ اعلان کیا تھا کہ ''میں مسیح موعود ہوں'' کم سواد: کم علم عقل و نقل: مراد علوم عقلی اور علوم نقلی منبر کاک: یہاں مراد لکڑی کی وہ تپائی یا میز جس پر نانبائی روٹیاں رکھ کر بیچتا ہے، یعنی روٹی کمانے کا ایک ذریعہ کلیماں: کلیم کی جمع، کلام کرنے والے، یہاں اشارہ ہے حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کی طرف امید کشود: سلجھاؤ کی توقع، مشکل حل ہونے کی امید، فائدے کی توقع ید بیضا: روشن ہاتھ جو حضرت موسیٰؑ کا ایک معجزہ تھا، جب وہ اپنا ہاتھ آستین سے باہر نکالتے تو وہ روشن ہو جاتا چہ سود: کیا فائدہ ملل: ملت کی جمع، قومیں، ملتیں از عمل بنما: تو عمل کر کے دکھا

اشکے چند برافتراق ہندیاں

(۱)

۱-۱۵: افتراق: تفرقہ، باہمی اختلافات، نااتفاقی ہندیاں: ہندی کی جمع، اہل ہند، برصغیر کے لوگ فراست: زیرکی، دانائی، فہم وشعور بے نصیب: محروم نخچیر: شکار، مراد غلام خشت: اینٹ جاوداں مرگ: ہمیشہ ہمیشہ کی موت خواب گراں: گہری نیند می بالد: پھولتا ہے، پھلتا پھولتا ہے اعماق: عمق کی جمع، گہرائیاں صید: شکار مردہ شو: مردے کو غسل دینے والا/ نہلانے والا گور: قبر چاک نیست: نہیں پھٹتا (غم میں کوئی لباس نہیں پھاڑتا) مجو: مت تلاش کر دانہ کشت: بیج/ دانہ بویا درود: کاٹا، فصل کاٹی بردن: لے جانا چہ سود: کیا فائدہ نیشے نہ خورد: کوئی ڈنک نہیں کھایا یعنی اس میں کوئی تڑپ پیدا نہیں ہوئی فطرت: قدرت گیتی: زمانہ سترد: مٹا دیا ساحری: جادوگری زجاج: شیشہ درگذشت: گذر گئی، مٹ گئی سحر مبیں: کھلا/ واضح جادو آویختند: الجھ پڑے بازانگیختند: پھر سے ابھارے، پھر سے انہیں ہوا دی تا: یہاں تک کہ مغرب زمیں: یعنی یورپ ثالث: تیسرا آدمی جو دو جھگڑنے والوں یا فریقوں کے درمیان فیصلہ کراتا ہے نزاع: جھگڑا، لڑائی سراب: وہ چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی دکھائی دیتی ہے لیکن جب پیاسا وہاں پہنچتا ہے تو مایوس ہوجاتا ہے، فریب

(۲)

۱-۱۱: فکر آب وگل: روٹی پانی کی فکر زندہ دل: یعنی ایسا دل جو دنیاوی آلائشوں سے پاک اور صرف ذات حق کی رضا کا طالب ہو آب وگل: یہاں مراد جسم نہ: نو (۹) سرگشتہ: مراد حیران وپریشان تانہ پنداری: کہیں یہ نہ سمجھ لینا حریم: چاردیواری کوئے دوست: محبوب یعنی محبوب حقیقی کا کوچہ گیرد: پالیتا ہے اندر ستیز: برسرپیکار ریز ریز: ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے منبر: وعظ کہنے کا زینہ، یہاں مراد گفتار یا محفل دار: پھانسی کا تختہ،

یہاں مراد کردار و عمل، رزم ببر: بہ بر، پہلو میں بے نانِ تنور: تنور کی روٹی کے بغیر یعنی شکم پروری سے بے نیاز میرد: مرجاتا ہے گردد بے حضور: حضوری سے محروم، حضوری یعنی اصطلاح میں دل کی اللہ کے ساتھ اس طرح وابستگی کہ احکام غیبی اس کے سامنے احکام عین بن جائیں یعنی یوں معلوم ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسے سامنے مشاہدہ کر رہا ہے شبستان: رات کو سونے کی جگہ، تنہائی کی جگہ خودنگر: اپنی ذات میں جھانکنے والا زادہ ای: تو پیدا ہوا ہے میر: مر

سیاسیات حاضرہ

(۱)

۱-۱۳: حریت: آزادی بے بصر: بینائی/ بصیرت سے محروم جامع اقوام: مراد لیگ آف نیشنز (League of Nations) نتواں کشود: نہیں کھولے جا سکتے، اڑا نہیں جا سکتا کلیدش: اس کی چابی بند: بنا مرغ: (م پر زبر) مرغزار، سبزہ زار چرغ: تیندوے/ شکرے کی قسم کا ایک شکاری پرندہ، لگڑ بھگا فسونش: اس کا جادو، اس کی عیاری مرغ زیرک: چالاک و ہوشیار پرندہ دانہ مست: دانے میں مست ہو گیا بہ پیچاکش: اس کی پیچاک میں، عشق پیچاں ایک زرد رنگ کی بیل جو جس درخت یا پودے پر چڑھ جائے اسے خشک کر دیتی ہے میفت: مت پڑ، مت گر تشنہ میر: پیاسا مر جا الحذر: بچ، دور رہ حرف پہلودار: ایسی بات جس کے کئی مطلب نکلتے ہوں ساتگینش: اس کا پیالہ/ جام قمار بدنشینش: اس کا ایسا جوا جس میں ہار ہو، جس میں پانسا الٹ پڑے حب افیونش: اس کی افیون کی گولی فرعوناں: فرعون کی جمع، یہاں مراد قوت کے آمر حرف کلیم: حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ والی بات یعنی نعرہ حق دونیم: دو ٹکڑے، قرآنی تلمیح کا حوالہ، جب فرعون کی فوجوں نے حضرت موسیٰ اور ان کے پیروکاروں کا پیچھا کیا تو حضرت موسیٰ نے اپنا عصا دریا میں مارا جس سے دریا میں خشکی کا راستہ بن گیا اور وہ دریا پار کر گئے، پانی پھر اپنی جگہ پر آ گیا جس میں فرعون اور اس کے لشکری غرق ہو گئے۔

(۲)

۱-۱۴: داغم: یعنی میں دل سوختہ/ افسردہ ہوں ایں کارواں: اس کارواں... یعنی ملت اسلامیہ کی امیر: رہنما' لیڈر تن پرست: مراد جسم کا غلام' مادہ پرست جاہ مست: شان و شوکت کا متوالا' ظاہری نمود و شان کا رسیا کم نگہ: کوتاہ نظر حرم: کعبہ' مراد اسلام زاد: پیدا ہوا کلیسا: عیسائیوں کا گرجا' مراد مغربی اور فرنگی افکار بردرید: پھاڑ ڈالا ابلہی: نادانی' حماقت تکیہ برخود کن: اپنی ذات پر اعتماد/ بھروسا کر سگ کورے: کوئی اندھا کتا گسست: ٹوٹ گئی' مٹا بیٹھی' کھو بیٹھی بمرد: مرگئی کاہی کرد: یعنی اس کی حالت کاہ کی سی ہوگئی ببرد: لے اڑی نہاد: فطرت بطون بطن کی جمع پیٹ' شکم نزاد: نہ جنا' نہ جنے لرزد: کانپتی ہے بروید: پھوٹتا یعنی نکلتا ہے سوز مشتاقی: عشق کی تڑپ دیر کہن: پرانا مندر' یہ دنیا اہرمن: شیطان' نفس مراد ہے جہد با توفیق: ایسی کوشش جس میں توفیق ایزدی شامل ہو نیاز: حاجت' ضرورت' یہاں مراد اللہ کے حضور عجز و بندگی زیستن: جینا ضبط نفس: نفس قابو میں رکھنا' برے اور غلط کاموں پر اکسانے والی خواہش پر قابو پانا

(۳)

۱-۵: نتوانم نہفت: میں نہیں چھپا سکتا غلامم: میں غلام ہوں زادہ ام: میں پیدا ہوا ہوں خوانم درود: میں درود پڑھتا ہوں خجالت: شرمندگی آب می گردد: پانی پانی ہو جاتا ہے میالا: مت آلودہ کر رنگ و بو: یہاں مراد ہے صحیح معنوں میں وابستگی اور پیروی

(۴)

۱-۹: قیام بے حضور: عبادت میں ایسا قیام (کھڑا ہونا) جس میں زبان اور قلب میں موافقت نہ ہو مپرس: مت پوچھ گرم رو: تیز چلنے والا' تیز گردش کرنے والا چرخ کبود: نیلا آسمان مجو: مت تلاش کر آذری: (یہ غلط چھپا ہے' اس کے معنی آگ کے ہیں' صحیح املا ز کے ساتھ ہے' آزری یعنی بت گری' حضرت ابراہیمؑ کے والد آزر سے منسوب ہے جو بت تراش تھا) معراج: عروج' بلندی' مراد انوار الٰہی کا مشاہدہ' یہاں اشارہ ہے حدیث رسول اکرمؐ کی طرف

''نماز مومن کے لیے معراج ہے''   ور: اور اگر

حرفے چند با امت عربیہ

(قوم عرب سے چند [سوالات اور] باتیں)

(۱)

۱-۱۷: درودشت: بیابان اور صحرا   لا قیصر و کسریٰ: کوئی قیصر نہیں اور کوئی کسریٰ نہیں، یعنی کوئی حاکم نہیں سوائے اس حاکم مطلق کے، حدیث رسول اکرمؐ ''قیصر ہلاک ہو گیا اب اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا''   جہانِ نزدودور...: مراد زمان ومکاں کی حامل یہ دنیا   خوانندہ: پڑھنے والا، قاری   اِلا اللہ: یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے   کرا: کسے   آموختند: قضا و قادر کے ارکان/ قدرت نے سکھائی   افروختند: انہوں/ قدرت نے جلایا / روشن کیا   ریزہ: کھانے کا بچا کھچا نیچے گرا ہوا دانہ وغیرہ   فاصبحتم: سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳ ''سوتم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے''   امی لقب: حضور اکرمؐ کا لقب امی یعنی ناخواندہ   رست: اگا   پروردہ: پالی ہوئی   امم: امتیں، قومیں   دوش: کل کا گذرا ہوا دن   نہاد: رکھا   طلعت: چہرہ   خداوند کہن: پرانا آقا، ہر پرانا بت، مراد ظالم و جابر دنیوی حکمران اور غلط نظریات وغیرہ   بدر: معرکہ بدر، بدر عرب میں ایک مقام کا نام جہاں مشہور غزوہ لڑا گیا (غزوہ وہ جنگ جس میں حضور اکرمؐ خود شریک ہوئے) اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی   حنین: عرب میں ایک مقام جہاں ۸ ہجری (۶۳۰ء) میں حضور اکرمؐ نے دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں کے لشکر سے کفار کو زبردست شکست دی   سطوت: دبدبہ   نبرد: جنگ   قرات: پڑھائی، پڑھنا   الصفّٰت: قرآن کریم کی ایک سورت کا نام، اس سورت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: ''قسم ہے ان جماعتوں کی جو صف بستہ رہتی ہیں   تیغ ایوبی: سلطان صلاح الدین ایوب کی تلوار، ایوب مشہور جلیل القدر صاحب شجاعت و استقامت اور قول کے پکے حکمران اور اصلاً کرد تھے۔ بچپن برس کی عمر

میں فروری ۱۹۳۱ء عیسوی میں فوت ہوئے بایزید: مشہور صوفی حضرت بایزید بسطامی، وفات ۲۳۴ھ/ ۸۴۹ء خراسان کے رہنے والے تھے کلید: چابی اختلاط: ملاپ، آمیزش روم: مراد مولانا جلال الدین رومی، مشہور صوفی شاعر اور ''مثنوی معنوی'' کے مصنف رے: مراد امام فخر الدین رازی جو بہت بڑے مفکر و فلسفی تھے، تہران کے ایک قصبہ رے سے تعلق تھا، ان کا زمانہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری/ بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے نظم امور: مراد مملکت و سلطنت کے امور کا چلانا ناصبور: بیقرار، مضطرب الحمرا: قصر الحمرا (سرخ محل) ہسپانیہ کے مشہور شہر غرناطہ کے قریب واقع ہے، تیرہویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوا اور اس کے بعد بھی اس کی تزئین و آرائش ہوتی رہی، اپنے حسن تعمیر اور تزئین وغیرہ کے لحاظ سے دنیا کی ایک حسین ترین عمارت ہے تاج: یعنی تاج محل جو بھارت کے شہر آگرہ میں ہے اور جسے مغلیہ بادشاہ شاہجہاں نے اپنی محبوب ملکہ ممتاز محل ارجمند بانو بیگم کے لیے مقبرے کے طور پر تعمیر کروایا، یہ بھی اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے اعجوبہ روزگار ہے دلفروز: دل کو روشن کرنے والے مر: ایک زاید لفظ جو تاکید یا زینت کلام کے لیے مستعمل ہے مشت خاک: مٹی کی مٹھی، مراد جسم

(۲)

۱-۱۱: براں تر: زیادہ کاٹ دار ساربان: اونٹ ہانکنے والا راکب: سوار حرب و ضرب: لڑائی اور حملہ، مراد جہاد اور قتال کشاد: حل، مراد سربلندی شرق و غرب: مراد سرزمین شرق و مغرب (مشرقی و مغربی ممالک) مجذوبی: محویت، کسی جذبے کی محویت، محو ہونا دل بردگی: دل ربائی دل گیری: غمگینی، غم زدگی افسردگی: بجھا بجھا سا رہنے کی حالت بردند پیش: آگے لے گئیں، آگے بڑھ گئیں امم: بہت سی امتیں، کئی قومیں، تفریق و نفاق کے باعث کئی قوموں میں بٹ گئی زہم پاشیدہ ای: تو نے خود ہی منتشر/ پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے وارست: (ر پر زبر) آزاد ہو گیا، نکل گیا پیوست: مل گیا آمد بدرد: آزردہ ہو گئی، دکھ پہنچا اشترانش: اس کے اونٹ، مراد افکار و نظریات براں: بھگا دے، ہانک دے، نکال دے

حکمتش: اس (انگریز) کی تدبیر/ چال بے چارہ کرد: بے بس کر دیا
اعرابیاں: اعرابی کی جمع ' بدوعرب ' عرب کے صحرانشین ' مراد عرب قوم

۱۲-۲۲: باز آفریں: پھر پیدا کر روح عمرؓ: حضرت عمرؓ کا سا جذبہ و ولولہ عیار زشت وخوب: اچھے برے کی پرکھ رکھنے والی دمن: دامن ' وادی ناقہ: اونٹنی سر دہ: آگے بھیج ' چھوڑ دے بمیدان ستیز: میدان جنگ/ کار زار مے گلفام: سرخ شراب نوشین: شہد کی طرح کج خرام: اٹھکیلیاں کرنے والی ' نازو ادا سے چلنے والی

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

چہ باید کرد: کیا کرنا چاہیے

۱-۷: زار نالید: بہت روئی ' اس نے بہت گریہ وزاری کی ہنگامہ برچید: ہنگامہ چن دیا یعنی جوش وجذبہ ہی ختم کر دیا یا ہنگامہ حاصل کیا اقوام شرق: مشرقی قومیں ' مشرقی ممالک کی قومیں جو زیادہ تر مسلمان ہیں ایام: یوم کی جمع ' دن ' مراد دور ' زمانہ آمد پدید: ظاہر ہو گیا ' برپا ہو گیا بسمل فتاد: زخمی/ گھائل ہو گیا رسم لادینی: یعنی سلطنت کے نظام امور میں دین سے بے تعلقی گرگے: ایک بھیڑیا پوستین: کھال ' مراد بھینس برہ ے: ایک بکری کا بچہ ' میمنا کمین: گھات آب وگل: مراد محض مٹی کا پتلا

(۲)

۱-۱۵: انوار حق: خدا کے نور/ جلوے حکمت اشیا: اشیا کا ادراک/ فہم ' اشیا سے مراد جو کچھ کائنات میں ہے آیات: آیت کی جمع ' نشانیاں حر: مرد آزاد انظر: قرآنی تلمیح ' یعنی نظام فطرت کا بغور مطالعہ کرو بہروز تر: زیادہ اچھے دن والا ' بہت خوش بخت دل سوز تر: مراد زیادہ ہمدرد ' زیادہ خیر خواہ آب و گلش: اس کا وجود ترسندہ تر: زیادہ ڈرنے والا ' زیادہ خوف رکھنے والا کیمیا: اکسیر بے عیار: کسوٹی/ پرکھ کے بغیر بے نم: جس میں نمی نہ ہو ' جس میں آنسو نہ ہوں ' رقت سے عاری سخت کوش: بہت کوشش کرنے والا

خساں: خس کی جمع، تنکے، گھٹیا لوگ   درنسازد: موافقت نہیں کرتی   آموختند: انہوں (فرنگیوں) نے سکھائی   می آرد نفیر: بھیڑ/ ہجوم کرتے ہیں یعنی سر اٹھاتے ہیں   بازی دانی: یعنی تو فرق سے آگاہ ہے   شکن: توڑ ڈال باید دمید: پھونکی چاہیے، پھونکنے کی ضرورت ہے   قفل معنی: حقیقت کا تالا یزدانی: خدائی، نورانی

(۳)

۱-۵: احوال حبش: افریقی ملک حبش کے حالات، اکتوبر ۱۹۳۵ء میں اٹلی نے اس علاقے پر بلاوجہ حملہ کر دیا۔ مئی ۱۹۳۶ء میں وہاں کا حکمران تخت و تاج سے دستبردار ہو کر برطانیہ کی حمایت میں آ گیا۔ جمعیت اقوام نے احتجاج کیا لیکن کسی نے اس پر توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں مسولینی نے حبشہ کو اٹلی/ اطالوی حکومت کا ایک صوبہ بنا لیا بے نزاع: جھگڑے کے بغیر   برہ: بھیڑ بکری کا بچہ، میمنا   گرگاں: گرگ کی جمع، بھیڑیے   باید نہاد: رکھنا چاہیے، رکھنا ضروری ہے   کفن دزداں: کفن چرانے والے   کشاد: مراد بھلائی، خیر   جنیوا: یورپ میں جزیرہ آئرلینڈ کا وہ مشہور شہر جس میں ۱۹۲۰ء میں لیگ آف نیشنز (جمعیت اقوام) کا صدر دفتر قائم کیا گیا تھا۔ یہ یورپ نے ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد اس غرض سے تشکیل دی تھی کہ عدل و انصاف کی بنیاد پر اقوام عالم کے باہمی تعلقات کو استوار کیا جائے اور ان میں مادی و ذہنی تعاون کی روح پھونکی جائے تاکہ دنیا سے جنگ و جدال کا خاتمہ ہو سکے۔ یہ انجمن ۱۹۴۶ء تک قائم رہی۔ پھر اس کی جگہ یو این او نے لے لی جس کا صدر دفتر امریکہ منتقل ہو گیا۔ ان انجمنوں نے عملاً یورپ والوں ہی کے لیے کام کیا اور مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے دبائے رکھا   میش: بھیڑ   نخچیر: شکار   صید: شکار   کو: کہ او، کہ جو   می نہ گنجد: نہیں سماتے، نہیں سما سکتے   یک جہاں آشوب: یعنی بہت زیادہ فساد   یک گیتی فتن: مراد بہت زیادہ فتنے (فتن، فتنہ کی جمع)

(۴)

۱-۵: اسیر رنگ و بو: مراد نسل اور فرقہ پرستی کا شکار   رنگ: مراد رنگ و نسل   مومن خود: یعنی اپنی ذات پر توجہ کرنے والا   کافر: منکر، انکار کرنے والا   رشتہ:

دھاگا' معاملہ سود و زیاں: نفع اور نقصان خاوراں: مشرق
شیرازہ بند: ایک جگہ اکٹھا/ جمع کر رایت: جھنڈا' پرچم جمعیت: اتحاد
سے رہنا' متحد رہنا' ایک جماعت کی صورت میں رہنا رائے: عقل' تدبیر' فکر
جہل: نادانی

(۵)

۱-۱۱: از آسیاست: مراد ایشیا والوں ہی کا خاصہ ہے ہم ایاغ: پیالہ بھی
آموختیم: ہم نے سکھائی شیوۂ آدم گری: انسانیت سے آراستہ کرنے کا
انداز خاک خاور: سرزمین مشرق رشک گردوں: آسمان کے لیے
باعث رشک' اپنی عظمت و بلندی کے لحاظ سے آسمان کے لیے باعث رشک
وانمودیم: ہم نے ظاہر کر دیا صدف: سیپی نیساں: رومیوں کے ساتویں
مہینے کا نام' موسم بہار کی بارش کا نام جس کے قطروں سے سیپی میں موتی بنتے ہیں
جویا: تلاش کرنے والا/ والی اسرار وجود: ہستی کے بھید' کائنات کے راز
نخستیں: پہلا زخمہ: مضراب جس سے ستار بجاتے ہیں نہادیم: ہم نے
رکھ دیا سر راہے: مراد بر سر عام ید بیضا: روشن ہاتھ' حضرت موسیٰؑ کا
ایک معجزہ خیز: اٹھ کار امم: امتوں/قوموں کا معاملہ' قوموں کے حالات
و معاملات بکشا گرہ: گتھی سلجھا دے' مسئلہ حل کر دے ازسر بنہ: سر سے
نکال دے وا ستاں: چھڑا لے اہرمن: شیطان' مراد یورپ/فرنگ

(۶)

۱-۲۲: دانی: تو جانتا ہے زنار: جنیو' ہندوؤں کا مقدس دھاگا جو وہ گلے میں آڑا ترچھا
ڈالے رکھتے ہیں سوزن: سوئی ازو: ازاو' اس کی ہے قاہری: ظلم
وقہر کی حکمرانی آں جہاں بانے: وہ حکمران جو تو میدانی: تو جانتا ہے
حریرش: اس کا ریشم کرپاس: کھردرا سوتی کپڑا کارگاہ: کارخانہ'
فیکٹری زمستاں: سردیوں کا موسم' سرما پوستین: کھال کا کوٹ جو بہت گرم
ہوتا ہے مخر: مت خرید کشتن: مارنا' مار ڈالنا ماشین: مشین' مشینری
مدہ: مت دہ بیدق: شطرنج کی اصطلاح پیادہ فرزینش: اس کا فرزین'
شطرنج کی اصطلاح' وزیر تف دار: جس میں نقص ہو رگ: باریک سی

لکیر مشک: خوشبو ناف سگ: کتے کی ناف خواب مخملش: یعنی اس کے مخمل کے بستر پر آنے والی نیند رنگ وآب: چمک دمک افگندہ ای: تو نے ڈال لی ہیں قماش: ایک ریشمی کپڑا مکن: مت بنا مرد: مرگیا وقت سودا: کاروبار کرتے وقت خند خند: ہنس ہنس کر کم خروش: چیختا چلاتا/ شور نہیں مچاتا شکر فروش: مٹھائی فروش محرم: واقف' آگاہ مشتری: گاہک بردند سود: نفع/ فائدہ اٹھا گئے' کما گئے کور وکبود: اندھے اور نیلے یعنی پوری طرح بیوقوف' الو اور بیوقوف رست: اگا ' اگا ہے پوش: پہن نکو بیناں: نکو بیں کی جمع' نیک بین یعنی دور بین و دور اندیش لوگ بافیدہ اند: انہوں نے بُنا ہے چرب دستی ہائے یورپ: یورپ کی کاری گریاں' یورپ کی عیاریاں اور چالاکیاں ساختند: انہوں نے بنایا قالی: قالین انداختند: انہوں نے ڈال دیا' فروخت کر دیا از جابرد: بدحواس کیے دے رہی ہے' بوکھلاہٹ پیدا کرتی ہے کم تپید: کم یا نہیں تڑپی غواصاں: غواص کی جمع' غوطہ خور

در حضورِ رسالتؐ مآب

(۱)

۱-۲۸: بیچارگاں: بے چارہ کی جمع' بے کس لوگ' بدنصیب ساز و برگ: ساز و سامان' سرمایہ وا رہاں: نجات دلائیے' چھڑائیے ترس: خوف' ڈر سوختی: تو/ آپؐ نے جلا دیے' مراد پاش پاش کر دیے لات و منات: عرب کے دور جاہلیت کے مشہور دو بت' یہاں مراد باطل قسم کے تصورات و نظریات اور رسوم وغیرہ کہنہ: پرانے تازہ کردی: آپؐ نے نئی زندگی عطا کی شب اندیشہ: خوف کی رات/ تاریکی کاہناں: کاہن کی جمع' غیب کی باتیں بتانے والے' قدیم مصریوں' عیسائیوں اور یہودیوں کے روحانی پیشوا کوشک: محل جذب تو: آپؐ کی کشش' محبت بے صوت: بے آواز گراں: بھاری 'بوجھل عجم: غیر عرب ممالک بولہب: حضور اکرمؐ کا چچا جو حضورؐ کی مخالفت

میں پیش پیش رہا ہے' یہاں مراد حق کا مخالف ظلمت آباد: تاریکی کی جگہ زود میر: جلد مر جانے والی' گھٹ جانے والی درربود: چھین لے گیا زخود بیگانہ: اپنی خودی/ شناخت و معرفت سے بے خبر مست فرنگ: مغرب زدگی کا شکار' مغربی تہذیب ونظریات سے بے حد متاثر سوزناک: جلا دینے والے دانہ چیں: دانہ چگنے والا مرغانِ سرا: گھر کے پرندے' پالتو جانور اور پرندے بگداختش: اسے پگھلا ڈالا دگرگوں ساختش: اسے تلپٹ کر دیا کم سواد: کم علم' صحیح علم سے محروم کم نظر: مراد بصیرت سے عاری می نیندیشد: نہیں سوچتا نشتر لا ونعم: نہ اور ہاں کا نشتر اندیشۂ او سومنات: اس کی فکر سومناتی یعنی کافرانہ ہے (سومنات: بھارت کے شہر گجرات کا ٹھیاوار کا مشہور مندر) قم باذنی: اٹھ میرے حکم سے گوے: کہہ' کہیے' فرمائیے بے حرب وضرب: کسی جنگ وجدل کے بغیر وانما: باہر لائیے' ظاہر فرمائیے برگزیند: (گ پر پیش) چن لے' برگزیدہ بنا لے لاغالب الا اللہ: اللہ کے سوا کوئی غالب نہیں

(۲)

۱-۷: شہسوارا: اے گھوڑے پر سواری کے ماہر' مراد اے پیغمبر اسلام' اے رسالت مآب یک نفس: ایک پل' کچھ دیر کے لیے درکش عناں: لگام روک لیں' رک جائیں ناید: نہ آئے' نہیں آتی بکشا: کھول' نظارہ کر آں: وہ یعنی آرزو ایں: یہ' یعنی عشق نگاہِ التفات: مہربانی کی نگاہ بہ فتراکم نہ بست: مجھے فتراک میں باندھنا پسند نہ کیا رمیدم: میں بھاگا' میں نے رجوع کیا' خدمت میں حاضر ہوا

(۳)

۱-۵: پروردن: پالنا' پرورش کرنا واکردن: کھلانا نجست: نہ کودا' نہ نکلا می نہ گنجد: نہیں سماتا بیکراں: بے حد وسیع می بایدش: اسے درکار ہے نہ آسماں: نو آسمان

(۴)

۱-۱۳: ورنسازد: موافقت نہیں کرتی مشام: مراد دماغ فریبم: میں فریب/ دھوکا

دیتا ہوں بدوزد: سی لیتا ہے' روک لیتا ہے چارہ گر: معالج' علاج کرنے والا' ڈاکٹر بصیری: شیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حماد بصیری یا بوصیری (بوصیر: مصر کے ایک قصبہ کا نام) مشہور ''قصیدہ بردہ'' کے مصنف / شاعر یہ قصیدہ حضور اکرمؐ کی نعت میں ہے۔ بصیر نے فالج سے نجات پانے کے لیے یہ قصیدہ کہا' روایت ہے کہ یہ قصیدہ بارگاہ نبوی میں قبول ہوا اور بصیری کو فالج سے نجات مل گئی کشود: حل' تکلیف کا مداوا عاصیاں: عاصی کی جمع' گنہگار پرستارانِ شب: تاریکی یعنی باطل قوتوں کے پجاری (ویسے پرستار نرس کو بھی کہتے ہیں' ممکن ہے علامہ نے اس حوالے سے بات کی ہو) دارم ستیز: میں لڑتا ہوں' میں جنگ میں ہوں بریز: انڈیل' ڈالیے دریغ از من مدار: مجھ سے نہ روکیے' مجھ سے دور نہ رکھیے شمشیر گرداں: تلوار بنا دیجیے کلید: چابی چالاک و چست: مراد تیز اور ہوشیار ہے نہ رست: نہ اگا' نہ ہوسکا کوہ کن: پہاڑ کھودنے والا' فرہاد جس نے بادشاہ خسرو پرویز کے حکم پر اپنی محبوبہ شیریں کے لیے پہاڑ کھود کر ندی جاری کی تھی محنتے: ایک تکلیف' آزار کافر نیم: میں منکر نہیں ہوں برفسانم زن: مجھے سان پر لگایئے/ چڑھایئے بدگوہر: مراد گھٹیا قسم کا لوہا

(۵)

۱-۹: کشت عمر من: میری زندگی کی کھیتی بے حاصل: جس میں کوئی پیداوار نہ ہو چیز کے: ایک چھوٹی/ حقیری شے دارمش: اسے میں رکھتا ہوں شبدیز: گھوڑا کو: کہ او' کہ وہ کرد را: کرد کو' اشارہ ہے شیخ حسام الحق ضیاء الدین کی طرف جن کا یہ قول علامہ نے مثنوی ''اسرار و رموز'' میں ایک جگہ نقل کیا ہے: ''میں شام کو کرد تھا صبح کو عربی ہو گیا'' تفتہ جاں: پگھلی ہوئی جان والا' جاں گداختہ من سوزم: میں جل رہا ہوں' میں سلگ رہا ہوں بو کہ: ہو سکتا ہے' ممکن ہے بنالد: فریاد کر رہی' رو رہی ہے۔

فرہنگ

مثنوی مسافر

(سیاحت چندروزہ افغانستان' اکتوبر ۱۹۳۳ء)

۱-۱۳: نادرافغان: اصلی نام نادرخاں' امان اللہ خان کے عہد حکومت میں وہ افغان فوج کا سپہ سالار تھا۔ ۱۹۲۹ء میں امان اللہ کو تخت وتاج سے دستبردار ہونا پڑا۔ نادران دنوں فرانس میں تھا' ملک میں بدنظمی پھیل گئی جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک معمولی شخص بچہ سقہ نے کابل پر قبضہ کرلیا۔ نادرخاں نے واپس آکر کچھ فوج جمع کی اور ۱۹۲۹ء میں بچہ سقہ کو شکست دے کر ''نادرشاہ'' کے لقب سے تخت نشین ہوگیا اور جلد ہی ملک میں امن وامان بحال کرلیا۔ نومبر ۱۹۳۳ء میں ایک افغان نوجوان نے گولیاں مار کر اسے شہید کردیا   درویش خو: درویشوں کی سی خصلت وفطرت والا   ابوذرؓ: مشہور صحابی حضرت ابوذرغفاریؓ اصل نام جندب' ابوذر کنیت' حضور اکرمؐ نے ان کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ ان کا نام زہد عیسیٰؑ ابن مریم کے زہد کی طرح ہے۔ اسی بنا پر انہیں ''مسیح الاسلام'' کا لقب ملا' اسلام لانے والوں میں وہ پانچویں شخص تھے۔ ۳۱ھ/۲-۶۵۱ء میں مکہ کے قریب ایک گاؤں ربذہ میں فوت ہوئے۔ اپنے زہد وتقویٰ' حق گوئی' توکل اور قناعت میں بے حد ممتاز تھے   خودگداز: خود کو پگھلانے والا' جس کا دل سوز وگداز سے بھرا ہو   خاراگداز: سخت پتھر کو پگھلا دینے والی   صدیقؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ خلفائے راشدین میں پہلے خلیفہ   فاروقؓ: حضرت عمر فاروقؓ دوسرے خلیفہ جن کا رعب ودبدبہ مثالی تھا   شب خاور: مشرق کی رات یعنی سرزمین مشرق کی تاریکی' بدنصیبی وغیرہ   خسروی شمشیر: شاہانہ تلوار' شاہانہ تلوار والا   محیط:

سمندر لا الہٰ: یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں واردات: جمع واردہ' ایسی حالت جو انسان کے دل پر گذرے قیام: نماز میں کھڑے ہونا تپیدن: تڑپنا رہ نوردِ تیز گام: تیز چلنے والا مسافر' تیز چلنے والی نرمک خرام: آہستہ چل آہستہ نہ: آہستہ رکھ بکشاہ گرہ: گرہ کھول' پھول کھلا

۱۴-۱۹: حضور: یعنی دربار دمید: پھونکی' پیدا کی سوختیم: ہم جل گئے داند: جانتی ہے' آگاہ ہے می شناسم: میں پہچانتا/ جانتا ہوں سحاب: بادل شرق: سرزمین مشرق' مشرقی ممالک درخش: چمک بہ بخش: دے' عطا کر توکلیمی: تو کلیم ہے' حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے حوالے سے کہا ہے سینائے: کوئی سینا' وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰ کو خدا کا جلوہ نظر آیا' یہاں کوہسار کے حوالے سے سینا کہا ہے۔

۲۰-۳۰: راغ: سبزہ زار' مرغزار کمر: پہاڑ کا وسطی حصہ' درمیان کی تنگ جگہ خیبر: درہ خیبر جو صوبہ سرحد میں افغانستان کی سرحد کے ساتھ واقع ہے پیچیدہ تر: زیادہ پیچ وخم والا جس میں زیادہ موڑ ہوں یاوہ گردد: یعنی کھو جاتی / الجھ کے رہ جاتی ہے مجوے: مت تلاش کر یعنی وہاں نہیں ہے کبک: چکور' تیتر کی ایک قسم' مراد کمزور آدمی شیراں: شیر کی جمع' مراد بہادر لوگ جرہ بازاں: جرہ باز کی جمع' نرباز' بہت شکار کرنے والے تیز چنگ: تیز پنجوں والے لرزہ: کپکپی' کانپنا نہیب: ڈر' خوف پلنگ: چیتا بے مرکزی: ایک مرکز کا نہ ہونا' طوائف الملوکی' ہر کسی کا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا' چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹا ہونا آشفتہ روز: یعنی پریشان حال' انتشار کا شکار فر: شان وشوکت' دبدبہ تدرواں: تدرو کی جمع' ایک خاص قسم کا پرندہ جسے تذرو بھی کہتے ہیں' تیتر روزگارش: اس کا زمانہ' اس کی حالت کاروبارش: اس کا معاملہ ریز ریز: ٹکڑے ٹکڑے

خطاب بہ اقوامِ سرحد

۱۰: زخود پوشیدہ: اپنے آپ سے چھپا ہوا یعنی اپنی صلاحیتوں سے ناواقف

بازیاب: پھر سے پالے فاش دیدن: واضح طور پر دیکھنا دریافتن: پا لینا' پا جانا ہے بے دیدار خویش: خود کو دیکھے بغیر' اپنی ذات/خودی کو جانے بغیر برگزیند: (گ پر پیش) چن لیتا ہے' منتخب کر لیتا ہے غوغائے او: اس کا شور' مراد اس کا چرچا/شہرت نہ سپہر: نو آسمان نگنجد: نہیں سماتا برہم زند: الٹ پلٹ کر دیتا ہے زندہ مرد: یعنی وہ انسان جو دنیاوی آلودگیوں سے خود کو دور رکھتا اور صرف خدا سے ڈرتا ہے غیر حق: اللہ کے سوا' ماسوا اللہ' اللہ کی ذات کے علاوہ وہ تمام کائنات فراغ: فراغت' آسودگی

۱۱-۲۰: برزم خیر و شر: نیکی اور بدی کی جنگ میں ذکر: خدا کے نام کا ورد آفتاب خاوراں: مشرق سے طلوع ہونے والا سورج جہات: جہت کی جمع' طرفیں شاہد آمد: گواہ ٹھہرا/ٹھہری ہے کتاب: قرآن کریم روشن سواد: روشن بینائی والی اندکے: تھوڑی دیر کے لیے گم شو: محو ہو جا' یعنی غور کر خبر: حدیث' احادیث آوارہ ای: تو بے مقصد زندگی بسر کر رہا ہے بیچارہ ای: تو لاعلاج یعنی عاجز و بیکس' بدنصیب ہے داغے کہ: وہ داغ جو مراد عبادت کی وجہ سے ماتھے پر پڑنے والا نشان' محراب میر خیل: مراد قوم کا سربراہ بترس: ڈر ضیاع: ضائع ہونا' نقصان می سوزمت: میں تجھے جلاتا ہوں' تجھ میں سوز و جذبہ پیدا کرتا ہوں حریم: کعبہ پیر روم: مولانا جلال الدین رومی آموزمت: تجھے سکھاتا ہوں' تجھے یاد کراتا ہوں

۲۱-۳۰: جو: تلاش کر' مانگ مجو: مت تلاش کر زید و عمر: عام انسان' مراد غیر اللہ بنگ و خمر: بھنگ اور شراب مخر: مت خرید مخور: مت کھا گل خوار: مٹی کھانے والا دائم: ہمیشہ زردرو: پیلے چہرے والا بجو: تلاش کر ارغواں: سرخ رنگ کا خوشنما بنفشی پھول' مراد سرخ بندہ باش: بندہ بن' خدا کا بندہ بن سمند: گھوڑا برند: لے جاتے ہیں سپہر لاجورد: نیلا آسمان مگرد: مت گھوم' مت پھر صیاد: شکاری اندازہ کن: جانچ' پرکھ بلند آوازہ: بہت دھوم دھام والا نیرزد: قیمت نہیں پاتا' اس کی قیمت نہیں بنتی بادو جو: دو جو کے برابر یعنی معمولی سی

۳۱-۳۸: اساس: بنیاد شناس: پہچان' سمجھ لالہ خیز: لالہ کا پھول اگانے والی/والا

نہ کشت: نہیں بویا پایمال: پاؤں تلے روندا ہوا جام جہاں بیں: دنیا کو دیکھنے والا جام' ایک روایت کے مطابق ایران کے بادشاہ جمشید نے ایک ایسا جام تیار کروایا تھا جس میں سے دنیا نظر آتی تھی' یہاں مراد دنیاوی آلائشوں سے پاک قلب جس پر تجلیات الٰہی کا عکس پڑتا ہے محرم: واقف' آگاہ بر می جھد: اچھل کر باہر آتی ہے' پھوٹتی ہے پہنائے گردوں: آسمان کی سی وسعت پورِ آزر: آزر کا بیٹا' مراد حضرت ابراہیمؑ' آزر دراصل حضرت ابراہیم کا چچا اور بہت بڑا بت تراش تھا۔ بعض کے مطابق والد تھا (مثنوی میں یہ لفظ ذال کے ساتھ ہے جو غلط ہے کیونکہ آذر کے معنی آگ کے ہیں)

مسافر وارد می شود بہ شہر کابل و حاضر

می شود بحضور اعلیٰ حضرت شہیدؒ

مسافر: یعنی علامہ اقبال وارد می شود: داخل ہوتا ہے شہر کابل: افغانستان کا دارالحکومت اعلیٰ حضرت: مراد نادر شاہ والی افغانستان

۱-۸: جنت نظیر: جنت کا سا خوبصورت آب حیواں: آب حیات' جسے پی کر آدمی ہمیشہ زندہ رہتا ہے رگ تاکش: اس کی انگور کی بیل کی شاخ صائب: مشہور فارسی شاعر محمد علی تخلص صائب' تبریز کا رہنے والا تھا لیکن زیادہ تر برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ حکمرانوں جہانگیر اور شاہجہاں کے درباروں سے منسلک/ وابستہ رہا' تاریخ ولادت ۱۰/اکتوبر ۱۶۰۱ء اور وفات ۱۶۷۷ء ایران میں از سوادش: اس کی سیاہی سے سرمہ چیں: سرمہ لینے والی ظلام: تاریکی' تاریکیاں می غلطد: لڑھکتی/لیٹتی ہے خوش سواد: اچھے ماحول والا بوم: سرزمین' مقام براق: شفاف' روشن ناید: نہیں آتے' بیان نہیں ہو سکتے حرف وصوت: الفاظ اور آواز یعنی تحریر اور تقریر خفتہ: سوئے ہوئے سیر چشم: قناعت کرنے والے جن کی آنکھیں حرص اور لالچ سے پاک ہوں خوش گہر: اچھی اصل والے' اچھی شخصیت والے جوہر: اپنی اہلیت، قوت

زائراں: زائر کی جمع 'زیارت کرنے والے

۹-۱۸: کاخِ بلند: اونچا محل' عالیشان محل اقلیم: سلطنت کشود: فراخی ملوک: ملک (م پر زبر' ل کے نیچے زیر) کی جمع 'بادشاہ شہ والا گہر: بلند مرتبہ بادشاہ بےنوا مردے: مفلس آدمی' جس کے پاس ساز و سامان نہ ہو عمرؓ: حضرت عمر فاروقؓ دوسرے خلیفۃ المسلمین درگداز: یعنی بےحد متاثر ہوئی بوسیدم: میں نے چوما ازراہ نیاز: یعنی عقیدت/ ارادت مندی کے طور پر سخت کوش: جفاکش' بےحد محنتی گرم جوش: تپاک سے ملنے والا صدق: سچائی استوار: مضبوط' مستحکم نوریاں: نوری کی جمع 'فرشتے نکتہ داں: گہری اور باریک باتیں جاننے والا طلعت معنی: حقیقت کا چہرہ وانمود: آشکار کیے' ظاہر کیے

۱۹-۲۸: ہاشم: نادر شاہ والیٔ افغانستان کا بھائی جو فنون جنگ میں بڑا ماہر تھا محمود: شاہ محمود خاں جو نادر شاہ کا وزیر جنگ تھا اور جس نے مختلف بغاوتیں فرو کی تھیں حیات مطلق: مکمل ضابطہ حیات نیروے او: اس (قرآن) کی طاقت خیبر کشا: خیبر فتح کرنے والا (خیبر: مدینے سے کوئی دو سو میل کے فاصلے پر یہودیوں کی ایک اہم بستی تھی جہاں ان کے مضبوط قلعے تھے' اس میں ہونے والی جنگ میں حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے دوید: دوڑا 'بہت اثر کیا چکید: ٹپکا آوارہ: ڈانواں ڈول' وطن سے بچھڑا ہوا بانگ ہزار: بلبل کی آواز/ چہچہاہٹ آمیختم: میں نے ملایا/ ملائے کشود: کھول دیا' حل کر دیا ہر باب: ہر دروازہ' ہر رکاوٹ' ہر مسئلہ

۲۹-۳۲: والانژاد: اعلیٰ نسب والا' اعلیٰ خاندان والا خسرو: یعنی بادشاہ جہات: جہت کی جمع' طرفیں' مراد یہ کہ اس (نماز) میں ادنیٰ و اعلیٰ اور غلام و آقا میں کوئی امتیاز نہیں رہتا' سبھی کندھے سے کندھا ملا کر پڑھتے ہیں اقتدائے او: اس کی امامت

برمزار شہنشاہ بابر خلد آشیانی

شہنشاہ بابر: برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ خاندان کی حکومت کا بانی' ظہیر الدین بابر'

والی فرغانہ عمر شیخ مرزا کا بیٹا تاریخ ولادت ۱۴۸۲ء تاریخ وفات ۱۵۳۰ء جائے ولادت فرغانہ (ترکستان) ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی لائی کے بعد اس کے پاؤں برصغیر میں جم گئے اور یوں یہاں مغلیہ سلطنت کا آغاز ہوا خلد آشیانی: بہشت میں ٹھکانے والا' ہر مغلیہ فرمانروا کا مرنے کے بعد ایسا کوئی نہ کوئی لقب (بابر کی وفات آگرہ میں ہوئی اور دفن کابل میں ہوا)

۱-۷: از نوا بر افتاد است: آواز بے سری ہوگئی ہے پردہ: موسیقی کی اصطلاح میں سرتال کہنہ بتاں: پرانے بت' مراد پرانے مذہب یا مکاتب فکر آراست: سجایا درفش: پرچم' جھنڈا ملت عثمانیاں: مراد ترک قوم چہ گویمت: میں تجھ سے کیا کہوں تیموریاں: تیموری کی جمع' مراد مغلیہ خاندان کے حکمران چہ افتاد است: کیا بیتی ہے آرمید: آرام کیا' یعنی دفن ہے نکوتر: نیکوتر' زیادہ اچھا دلی: دہلی جو اس وقت انگریزوں کے قبضے میں اور ان کا دارالحکومت تھا عجوزہ: بڑھیا عروس ہزار داماد: ایسی دلہن جس کے ہزار/ بہت سے دولہا ہوں' بہت سے شوہروں والی عورت پیر حرم: مراد مسلمانوں کا مذہبی پیشوا جو صرف گفتار کے غازی ہیں اور عمل و کردار سے عاری ہیں برندہ تر: زیادہ کاٹ والی پولاد: فولاد

سفر بہ غزنی و زیارت مزار حکیم سنائی

غزنی: افغانستان کا مشہور شہر جس میں عظیم ہستیاں دفن ہیں حکیم سنائی: پورا نام ابوالمجد مجدود بن آدم تخلص سنائی' فارسی کے مشہور صوفی شاعر' غزنی (کابل سے کوئی ۸۰ میل دور) میں پیدا اور وہیں دفن ہوئے ۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء بڑے عالم فاضل اور اپنے دور کے بادشاہ کے مدح گو تھے لیکن پھر زندگی میں عظیم انقلاب آیا اور سلوک کی منزلیں طے کر کے بڑے صوفی بن گئے' مولانا روم نے ان کے کلام سے فیض حاصل کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

: نکتہ سنج: گہری اور باریک باتوں اور حالات کو سمجھنے والا خاوراں: مشرق ہندی فقیر: ہندوستان کا فقیر' علامہ اقبال کیواں سریر: زحل کی سی عظمت و

بلندی والا تخت (زحل ایک بہت بلند ستارے کا نام) سبک تر: مراد بہت آرام دہ حضر: سفر کی ضد کسی ایک جگہ مقیم رہنا پار: گذشتہ برس رست: اگا شیر مردان کہن: پرانے شجاع و دلیر محمود: مراد محمود غزنوی مشہور مسلمان بادشاہ جس نے برصغیر پر کوئی سترہ (۱۷) حملے کیے جن میں حملہ سومنات بہت مشہور ہے ۳۸۸ھ/ ۹۹۸ء میں تخت نشین ہوا اور ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء میں وفات پائی غزنی ہی میں دفن ہے دانائے طوس: طوس کا دانا طوس ایران کا ایک شہر مراد مشہور ایرانی شاعر اور منظوم ''شاہنامہ'' کا مصنف فردوسی طوسی شاہنامہ کے اشعار کی تعداد ساٹھ ہزار ہے ولادت ۳۲۳ھ اور ۳۴۰ھ کے درمیان وفات ۴۱۱ھ/ ۱۰۱۹ء

۷-۱۸: خفتہ: سویا ہوا مدفون نوائے او: مراد اس کی شاعری حکیم غیب: غیب کے اسرار و رموز کی حکمت سے آگاہ/ باخبر (مولانا رومی نے ان کے لیے یہ کہا ہے) ترک جوش: ترک اور تاتاری عموماً نیم پختہ گوشت کھاتے تھے جو ان کے مطابق بہت لذیذ اور طاقتور ہوتا ہے یہاں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے پیدا: ظاہر ذوق حضور: یعنی خدا کے حضور ہونے کا جذبہ و ذوق وانمود: دکھایا ظاہر کیا سوختم: میں جل گیا یعنی سوز عشق مجھ میں پیدا ہو گیا اندوختم: میں نے کمایا دولت جمع کر لی بینندہ: دیکھنے والا وارفتہ: فریفتہ آب و گل: پانی اور مٹی مراد مادیات آمد پدید: پدید آمد ظاہر ہوئے نخورد: نہیں کھایا یعنی حاصل نہیں کیا برد: لے گیا خیرہ کر دیا بوکہ: ممکن ہے کہ شاید کہ

روح حکیم سنائی از بہشت بریں جواب می دہد

۱-۱۱: گشتم: میں ہوا زندہ: ایسی زندگی والا جسے بقا حاصل ہو صاحب نظر: مراد صاحب بصیرت جوید: تلاش کرتا ہے برتن متن: جسم پر مت اکڑ ظاہری حسن و خوبی پر مت اکڑ گوئے: گیند فگن: پھینک (یعنی اپنے جوہر دکھا) قطرہ ے: ایک قطرہ سپہر لاجورد: نیلا آسمان زندہ

ای: تو زندہ ہے، صاحب بقا ہے نگہ دارندہ: حفاظت کرنے والا، نگہبان، رکھوالا بزن: لگا مجو: مت تلاش کر

:۱۸-۱۲ بوعلی: مشہور ایرانی فلسفی، مفکر اور طبیب بوعلی سینا، ولادت ۳۷۰ھ/ ۹۸۱ء کے لگ بھگ اور وفات ۴۲۸ھ/ ۱۰۳۷ء یہاں یہ استعارہ ہے فلسفی کا دانندہ: جاننے والا خستگی ہائے دل: دل کے زخم یعنی دل کا سوز و تپش نیش و نوش: زہر اور شہد، برائیاں اور خوبیاں بہل: چھوڑ خیز: اٹھ بند: بند کر، سمولے پیچیدہ ای: تو نے پیچ و تاب کھایا ہے، تو گھوما ہے لطمہ ہائے موج او: اس کی لہر کے تھپیڑے نادیدہ ای: تو نے نہیں دیکھے ہیں درفگن: ڈال دے، کود جا مرو: مت چل بگذار: چھوڑ آشکارائی: حجاب/ پردہ کی ضد، ظاہر ہونے کی حالت، آشکارا ہونا گزیں: چن، اختیار کر لرزد: کانپے، کانپنے لگے

:۳۰-۱۹ دوش: گذری ہوئی رات فطرت: مراد قدرت(Nature) زشت: برائی، برا غیوب: غیب کی جمع، چھپی ہوئی چیزیں اندر ستیز: برسر پیکار، کشمکش میں، یہاں مراد بے حد مصروف بہم پیوستہ: باہم مل گئے، باہم گندھ گئے ریز ریز: مراد تھک کر چور ہو گئی گفتمش: میں نے اس سے کہا/ پوچھا تار و پوئے: تانا بانا، تانا وہ دھاگا جو کپڑے کی بنت/ بنائی میں لمبائی میں ہو، بانا جو چوڑائی میں ہو ذوالمنن: مہربانیاں فرمانے والا (ذو: صاحب، والا، مالک، منن: منت کی جمع، احسان، مہربانیاں) بصد رنگ: سو انداز سے آزمود: آزمایا تابید: الٹا سیدھا کیا سنجید: تولا، جانچا پرکھا فزود: افزود، اضافہ کیا نہاد: رکھا، یعنی پھونکا باش: ٹھہر، رک جا باستاں: باستاں، قدیم، گذشتہ، پرانی رقیب: لفظی معنی محافظ، یہاں مراد ابلیس، شیطان نصیب: حصہ تا: تا کہ دمیدن: اگنا باز نتواں داشتن: روکا نہیں جا سکتا بشنود: سنتا ہے نغمہ اے کو: ایسا نغمہ جو

برمزار سلطان محمود علیہ الرحمتہ

۱-۹: خیزد: اٹھتا ہے' نکلتا ہے پار: ماضی' ماضی میں دیار: شہر کاخ: محل کو: کوچہ فال وفر: عظمت وشوکت چرخ بریں: اونچا آسمان تربت: قبر' مزار سلطان محمود: سلطان محمود غزنوی (ذکر پہلے آچکا ہے) بشست: دھویا کوثر: یہاں مراد دودھ گہوارہ: جھولا' ہنڈولا نخست: پہلے برق سوزاں: جلا دینے والی بجلی تیغ بے زنہار: ایسی تلوار جس کی کاٹ سے بچا نہ جا سکے لرزندہ: کانپنے والا/ والے یلغار: حملہ آیت اللہ: اللہ کی نشانی رایتش: اس کا پرچم/ جھنڈا قدسیاں: قدسی کی جمع' فرشتے قرآن سرا: قرآن پڑھنے والے' قرآن خوانی کرنے والے مرا زمن ربود: مجھے مجھ سے چھین کر لے گئی' میں تخیل کی دنیا میں کھو گیا جہان دیر وزود: دیر اور جلدی کی دنیا' صبح وشام والی یہ دنیا فروغش: اس کی روشنی دوش: گذری ہوئی رات' ماضی دررکوع: مراد سرنگوں

۱۰-۱۷: وا رہیدم: میں نجات پا گیا' آزاد ہو گیا جہانِ چشم وگوش: آنکھ اور کان کی دنیا' یہ مادی جہاں فاش: واضح طور پر غزنیں: غزنی کو غزنیں بھی کہتے ہیں باقبہ ہایش: اس کے برجوں کے ساتھ ہمکنار: ہم پہلو' بلندی میں آسمان کے برابر نکتہ سنج طوس: طوس شہر کا دانشور' عظیم شاعر فردوسی (تعارف گذر چکا ہے) بیزم: محفل میں برزم: جنگ/لڑائی میں شوریدہ ے: ایک دیوانہ جسور: بے باک' نڈر' دلیر کاشت: بویا' بہایا تا: چونکہ

مناجات مردِ شوریدہ درویرانہ غزنی

مناجات: اللہ کے حضور دعا' اس سے عاجزی کے ساتھ کوئی التجا کرنا

۱-۵: چندیں: بہت سے عریاں: مراد ظاہر' یعنی جب وہ شاخ پر کھل اٹھتا ہے گویدش: اس سے کہتی ہے مباش: مت ٹھہر ساز وبرگ: ساز و سامان' یہاں مراد ربط وضبط پیہم: مسلسل' لگاتار مصاف نیش ونوش:

مراد بدی اور نیکی کی جنگ (مصاف: مصف کی جمع، صفیں باندھنے کی جگہ، میدانِ جنگ) دوش: گذرا ہوا کل

۶-۱۴: نقشبند: نقاش، مراد خالق دیر کہن: مراد یہ مادی دنیا آمد پدید: پدید آمد، ظاہر ہوا، وجود میں آیا آفرید: پیدا کیا ستیز: لڑائی جھگڑا ریز ریز: چور چور قدح: پیالہ بشکست: ٹوٹ گیا نماند: نہیں رہا لالہ رویان: لالہ روکی جمع، سرخ چہرے والے حسین بے آب و رنگ: مراد جس کے چہرے پر کوئی رونق نہ ہو ازکہ: کس سے گیرد: حاصل کرتی ہے ربط وضبط: نظم ونسق عشوہ: ناز وادا او بود: وہ تھا، وہی (مردحق) تھا نقرہ: چاندی، مراد مال ودولت سومنات: مشہور بت کدہ کا نام، مراد اس کی موجودہ مادہ پرستی کی حالت شکن: توڑ ڈال، گرا دے

۱۵-۲۳: پرستاران: پرستار کی جمع، عبادت کرنیوالے سرافیل: اسرافیل، اس فرشتے کا نام جو قیامت کے روز صور پھونکے گا، قیامت کا اعلان کرے گا اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے صور: ناقوس، سنکھ، بگل نژند: افسردہ کالائے او: اس کا مال تجارت، مراد اس کی متاع/ پونجی نامحکم: کمزور نارجمند: بے وقعت، جس کی کوئی قیمت نہ ہو بے ثبات: ثابت قدم نہیں ہے لات ومنات: کعبہ کے مشہور بت، مراد مختلف چیزوں سے (جیسے وطن پرستی، فرقہ پرستی وغیرہ) اس کی وابستگی کہ یہ بھی ایک طرح سے بت ہیں ہلاک: یعنی زندگی کا اختتام کم بہا: جس کی کوئی قیمت نہ ہو باز آفریں: پھر پیدا کر/ کر دے بدہ: دے، عطا کر جنون ذوفنون: خوبیوں اور ہنروں سے مالا مال دیوانگی، مراد اعلیٰ وارفع مقاصد سے بھرپور وابستگی اور ان کے حصول کے لیے بے حد تگ ودو، جہد وعمل قاف: کوہ قاف، البرز کے پہاڑوں کا ایک سلسلہ شرق: سرزمین مشرق استوار: مستحکم، مضبوط، محکم برآر: باہر لا، طلوع کر

قندھار و زیارت خرقۂ مبارک

قندھار: افغانستان کا ایک مشہور اور قدیم شہر جہاں حضور اکرمؐ کا ایک مبارک خرقہ

(گدڑی) محفوظ ہے۔ مورخین کے مطابق اسے اسکندر نے آباد کیا تھا' اس کا پہلا نام ''سکندریہ'' تھا لیکن بعد میں گندھار یا قندھار کے نام سے مشہور ہوا۔

۱-۵: مینوسواد: بہشت کے سے نواح والا   خاک مراد: مراد پورا ہونے کی سرزمین   تابندہ: چمکنے والا/ والے   سیماب: پارہ   آب ہا: مراد چشمے   نارہا: انار کی جمع' پھل انار   یخ بستہ: برف میں ڈھکے ہوئے' ایک دوسرے میں جمع   نارہا: نار بمعنی آگ کی جمع   کوئے دوست: محبوب یعنی حضور اکرمؐ کا کوچہ   بر بند: باندھ' کس   محمل: کجاوہ   نجد: عرب میں واقع ایک شہر جو مشہور عاشق مجنوں کا وطن ہے   می سرایم: گیت گاتا ہوں' نغمہ سرائی کرتا ہوں   آرم بوجد: وجد میں لاتا ہوں

غزل

۱- دیر مغاں: شراب بنانے والے کا مندر' شراب خانہ   ''لا'': یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں   اِلا: سوائے' مگر یعنی لا الٰہ الا اللہ   بے گردش صہبا: مراد شراب پیے بغیر   ظرف: مراد حوصلہ' اہلیت   ایما: اشارہ' اشارے   بکشایم: میں کھولوں   میخانہ رومی: مولانا جلال الدین رومیؒ کا مے خانہ' مراد ان کے افکار عظیم کے حوالے سے بات کروں   پیران حرم: مراد ملا اور صوفی' مذہبی پیشوا   کلیمے: کوئی' کسی کلیم' حضرت موسیٰؑ کا لقب' کلیم اللہ' مراد احوال و اسرار باطن سے پوری طرح آگاہ مرد درویش یا مرد مومن   بردم: میں لے گیا   افسرد: بجھ گیا' مرجھا گیا   میرد: مرجاتا ہے' مرجھا جاتا ہے   خیابانہا: خیابان کی جمع' کیاریاں   لالہ صحرا مست: صحرا میں مست ہونے والا لالہ' یعنی علامہ کا دل جو سرزمین عرب سے عشق کرتا ہے حضور اکرمؐ کی وجہ سے   پیدا: ظاہر   کافرکے: ایک معمولی/ حقیر سا کافر   سینا: طور سینا' وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے اپنا جلوہ دکھانے کی عرض کی تھی   فاران: کوہ فاران' مسلمانوں کے نزدیک مکہ معظمہ کا پہاڑی علاقہ جہاں حضور اکرمؐ کا نور نبوت چمکا تھا' تورات میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ فاران کے مقام سے تجلی کا ظہور ہوگا (علاقے کے بارے میں

عیسائی مورخین کو مسلمانوں سے اختلاف ہے) غزل کے اشعار ختم

۱-۱۶: ''برزخ'' لا یبغیان: سورہ الرحمٰن' آیہ ۱۹' ۲۰ میں ہے: خدا نے دو دریا مل کر چلنے والے بنائے' ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے' جس سے یہ تجاوز نہیں کر سکتے ''لی خرقان: کی عملی صورت میں' اشارہ اس حدیث رسول اکرمؐ کی طرف' میرے دو لباس ہیں فقر اور جہاد (یہاں سیاق و سباق کے مطابق معنی دیے ہیں) تیغ جوہر دار: چمکدار/ کاٹ والی تلوار دیدنش: اسے/حضورؐ کو دیکھنا اسرائے ما: ہمارا اسرا' اشارہ ہے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی طرف'' وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں' لے گیا تاکہ ہم اس کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں' بے شک اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' (واقعہ معراج سے متعلق ہے) بادۂ پرزور: تلخ و تند شراب جس میں نشہ زیادہ ہو رقصد: ناچتا ہے' رقص کر رہا ہے من جبریلم: میں جبرئیل ہوں ایں چنیں: یعنی اس صورت میں شعر رومؒی: مولانا رومی کا/ کے شعر خواند: اس نے پڑھے خندید: ہنسا' ہنس دیا گریست: رویا' رو دیا دیوانۂ فرزانہ: ایسا دیوانہ جو داناؤں کی سی باتیں کرے کیست: کون ہے گفتمش: میں نے اس سے کہا حرف بیباکانہ: بے خوفی والی باتیں لب فرو بند: ہونٹ بند کر' چپ ہو جا پروردم: میں نے تجھے پالا پوسا بازیاب: پالے' سمجھ لے نکتہ رس: نکتہ کو سمجھ لینے والا' دانا آزار دل: دل کے لیے اذیت/ تکلیف کا باعث وارفتگی: بے خودی' شیفتگی' اپنے آپ میں نہ رہنا فتاد: افتاد' گرا' گر پڑا او نبود: وہ خود نہیں تھا

برمزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمتہ مؤسس ملّت اسلامیہ

احمد شاہ بابا: احمد خاں نام' پٹھانوں کے سدوزئی قبیلہ سے تعلق تھا۔ اُس کے والد زمان خان کا تعلق ہرات (افغانستان) سے تھا' کسی وجہ سے وہ ملتان آ گئے۔ احمد

شاہ یہیں پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر ہرات چلے گئے۔ ۱۷۴۷ء میں جب ایرانی بادشاہ نادر شاہ قتل کر دیا گیا تو افغانیوں نے احمد خاں کو جو نادر شاہ کا باڈی گارڈ تھا' اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ احمد نے ایران کے قبضے سے افغانستان کو چھڑایا اور یوں افغانستان ایک الگ ملک قرار پایا۔ احمد شاہ نے جسے احمد شاہ ابدالی/ درانی کہتے ہیں' پورے افغانستان پر قبضہ کیا اور پھر برصغیر پر بھی کئی حملے کیے جن میں مشہور حملہ پانی پت کے میدان والا ہے جہاں اس نے مرہٹوں کو شکست دے کر ان کا زور توڑ دیا۔ احمد شاہ ۱۷۷۲ء میں فوت ہوا مؤسس: اساس/ بنیاد رکھنے والا' بانی

۱-۱۵: روشن ضمیر: جس کا دل روشن ہو' صاحب بصیرت صورت پذیر: وجود میں آئی بافروغ: روشن' منور حرم داند: کعبہ جانتا ہے' یعنی بے حد احترام دیتا ہے سیمائے مہر: سورج کی پیشانی فاتح: فتح کرنے والا' یہاں مراد ترکی کے سلطان محمد ثانی فاتح' جنہوں نے ۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۱ء حکومت کی۔ ۱۴۵۳ء میں انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا جس سے آل عثمان کی دھاک بیٹھ گئی اور مشرقی روم کی سلطنت مٹ گئی امیر صف شکن: صفیں توڑنے/ چیرنے والا یعنی جنگجو بادشاہ سکہ ے زد: یعنی اپنا سکہ بٹھایا' اپنا لوہا منوایا باقلیم سخن: شاعری کی دنیا میں ہم: بھی قدسیاں: قدسی کی جمع' فرشتے دست گہر ریزے: موتی لٹانے والے ہاتھ برد: لے گیا' یعنی فتح کیں عارف: صاحب معرفت حق شمشیر زن: تلوار چلانے والا' دلیر' جنگجو نغمۂ تو: یعنی تیری شاعری خاکیاں: خاکی کی جمع' مراد انسان سینائے دل: دل کا سینا' سینا وہ پہاڑ جہاں حضرت موسیٰؑ نے خدا سے جلوہ دکھانے کی آرزو کی تھی یک نفس: کچھ دیر' ذرا آ کو: آ کہ او' وہ جس نے وندر: واندر' اور اندر پیر گردید: بوڑھی ہوگئی کور: اندھا کور چشمی ہائے مہر: سورج کا اندھا پن یعنی سورج کا ڈھیٹ پن می بایدش: اسے ضرورت ہے نخستیں: پہلا باز آیدش: اسے پھر مل جائے سرافیلی کند: اسرافیلی کرتا ہے' حضرت اسرافیل قیامت کے روز صور پھونک کر قیامت کا اعلان کریں گے' اس سے پوری کائنات درہم برہم ہو جائے گی اور مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے جان ناشکیب: بے صبر/ بے قرار جان نصیب: حصہ یعنی آگاہی فاش گو: کھل کر/ واضح

طور پر کہہ   پورِ نادر: نادر کا بیٹا' سلطان نادر شاہ والیٔ افغانستان کا بیٹا ظاہر شاہ جو باپ کی شہادت کے بعد ۱۹۳۳ء میں تخت نشین ہوا   بہ ظاہر: ظاہر شاہ سے

خطاب بہ پادشاہِ اسلام اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ

ایدہ اللہ بنصرہ

ایدہ اللہ بنصرہ: اللہ اسے اپنی نصرت سے تقویت پہنچائے

۱-۷: راست: ٹھیک' درست   عیار: کسوٹی' کھرا ہونا   سطوت تو: تیرا دبدبہ' جاہ وجلال   حصار: قلعہ' مراد استحکام کا باعث   ویرانہ بہ: بے آباد ہونا ہی بہتر ہے   آبگوں تیغے: وہ چمکدار/ تیز کاٹ والی تلوار   تاب: چمک   نیک می دانم: میں اچھی طرح جانتا ہوں   نادر: نادر شاہ اور دوسرے معنی انوکھی' عجیب   ظاہر: اس میں بھی ایہام ہے' ایک عام معنی اور دوسرے ظاہر شاہ   آوردہ ام: میں لایا ہوں   بگیر: حاصل کر

۸-۱۷: می بایست: چاہیے' جس کی ضرورت ہے   سخت کوش: سخت جدوجہد کرنے والا   صاحب امروز کرد: یعنی آج پر حاوی ہو گیا   گردد: گھومتا ہے   سپہر گردگرد: خوب گردش کرنے والا آسمان   کوکب: ستارہ   پیرام: امتوں کا مرشد/ رہنما   نخچیر: شکار   لرزد: کانپتے ہیں   پختہ کار: تجربہ کار' منجھا ہوا' جدوجہد اور عمل والا   حادثات: حادثہ کی جمع' واقعات و کیفیات بطون بطن کی جمع' پیٹ' ضمیر' باطن

۱۸-۲۶: صاحب نظر: صاحب بصیرت' مردِ حق   خلد آشیاں: بہشت میں رہنے والا   زی: زندگی بسر کر' جی   پُردم وکرار: ان تھک اور بار بار حملہ کرنے والا' بے حد دلیر' حضرت علیؓ کا ایک لقب   چیست: کیا ہیں   بے ثبات: فانی   آل عثمان: ترکی کا فرمانروا خاندان' اس کا بانی عثمان تھا' انیسویں صدی عیسوی میں آل عثمان کا زوال شروع ہو گیا' یورپی اقوام پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی کو ختم کرنا چاہتی تھیں لیکن مصطفیٰ کمال اتاترک اور دوسرے محب وطن سیاستدانوں اور سرفروشوں نے ترکی کو نئی زندگی دی   غربیاں: غربی کی جمع' اہل مغرب' یورپی

اقوام علم افراشتند: انہوں نے جھنڈا لہرایا آنچناں: اس طرح' اس حد تک آواز من: میری آواز یعنی شاعری قاہری: جلال' دبدبہ دلبری: جمال یعنی محبت ورحمت وشفقت

۲۷-۳۸: فروغ: روشنی برنا و پیر: جوان اور بوڑھا ہاشم ومحمود: ظاہر شاہ کے چچا جو ظاہر کی کم عمری کے سبب اس کے رہبر ومددگار تھے آں مردے: وہ آدمی' مراد شاہ ولی خاں جو نادر شاہ کی کابینہ میں وزیر اعظم تھا تپیدن: تڑپنا' خود میں سوز وجذبہ پیدا کرنا آفریدن می تواں: پیدا کیا جاسکتا ہے یکے: ذرا' کچھ دیر بسوز: جلا' محو ہوجا باز: پھر' تب صبح نوروزے: ایک نو روز کی صبح نوروز: ایرانیوں کے سال کا پہلا دن جو ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے' اس روز آتش پرست اور ایرانی جشن مناتے ہیں جو چند روز تک چلتا ہے نکو سنجیدہ ام: میں نے بغور جائزہ لیا ہے' خوب دیکھا پرکھا ہے کاروبارش: یعنی اس کی صورت حال پیدا: ظاہر بغیر اللہ: اللہ کے سوا کسی اور سے' ماسوا اللہ سے زجاج: شیشہ نگنجد: نہیں سماتا جہان چون وچند: کیف وکم کی دنیا' یہ مادی دنیا مبند: مت لگا برگیرد: اٹھا دیتا ہے۔

۳۹-۵۱: برگ وساز: سازوسامان' سرمایہ کتاب: یعنی قرآن کریم حکمت: مراد علم وہنر اور اشیا کا ادراک جہان تحت وفوق: نیچے اور اوپر کی دنیا' یہ کائنات جو محدود ہے لایزال: جسے فنا نہیں حکمت اشیا: اشیا کا فہم وادراک' اشیاء کی حقیقت سے پوری واقفیت فرنگی زاد: انگریزوں کی پیدا کردہ نیک: اچھی طرح' بغور مسلماں زادہ: مسلمانوں کی پیدا کردہ ہے یعنی ہماری میراث ہے افتادہ است: گرا ہے' ہم نے خود کھویا ہے اروپا: یورپ پرکشاد: پر کھولے' پاؤں جمائے بنا دیگر نہاد: نئی بنیاد رکھی' نئی صورت دیدی کاشتند: انہوں نے بویا حاصلش: اس کی فصل ایں پری: یہ پری' ایک خیالی حسین عورت ''پری شیشے میں اتارنا'' محاورہ ہے' بمعنی قابو میں لانا' یہاں مراد علم وحکمت بازصیدش کن: اسے پھر شکار کر قاف: مراد کوہ قاف جہاں پریاں رہتی ہیں (یہ محض تصور ہے) تہذیب لادینے: کسی لادین تہذیب گریز: بھاگ' دور رہ ذارو ستیز: الجھتی رہتی ہے'

برسرِ پیکار رہتی ہے فتنہ پرداز: فتنے اٹھانے والی، جھگڑالو لات وعزیٰ: کعبہ کے دو قدیم بتوں کے نام نابصیر: بصیرت سے عاری/محروم تشنہ میر: پیاسی مرنے والی کہنہ وزدے: ایک پرانا چور، عادی چور غارت: لوٹ کا مال، لوٹ مار برملا: کھلم کھلا، کھلے بندوں می نالد: روتا ہے

۵۸-۵۲: ذوق حضور: حضوری کا ذوق، صوفیانہ اصطلاح میں اللہ سے دل اس طرح لگانا کہ اس کے غیبی احکام بھی آنکھوں کے سامنے آجائیں زبور: علامہ کی کتاب زبور عجم مردن: مرنا زیستن: جینا از اعتبارات: اعتبار کی جمع، اعتقادات اور بھرم سے (فرضی) مردکر: بہرا آدمی مردہ ے: ایک مردہ کی ہے صوت: آواز چنگے: ایک یا کوئی ساز کور: اندھا زندہ ‌ندہ ہوتے ہوئے بھی مردے کی طرح ہے حی لا یموت: ایسا زندہ ہے حیات مطلق: مکمل زندگی زار نیست: روتا نہیں ہے ‌عادہ کر ثبات: حیات ابدی، بقا لاتخف: مت ڈر، یعنی قرآن ‌‌کا دامن تھام لینے والا ہر طرح کے دنیاوی غموں اور خوف سے آزاد ہو جاتا ہے تا: جب تک داشتیم: ہمارے پاس تھیں نگذاشتیم: ہم نے نہ چھوڑا، ہم نے مٹا کے رکھ دیا خاوراں: سرزمین مشرق خنک: مبارک نصیب خود: اپنا حصہ ناید: نہ آئے گا سفتہ ام: میں نے پرویا ہے صبغۃ اللہ: اللہ کا رنگ، اشارہ ہے دوسری سورت، آیت ۱۳۸ کی طرف "....ہم اللہ کے رنگ میں رنگے گئے اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے" روشن ایاغ: جس کا پیالہ یا ساغر روشن ہو، بھرا ہوا خاطر افروزے: دل کو منور/روشن کرنے والے کہ گفت: کس نے کہے نالیدم: میں نے نالہ وزاری کی ہمچو نے: بانسری کی طرح آموختم: میں نے سیکھی، یاد کی واسوختم: میں جل گیا، مجھ میں بے حد تڑپ پیدا ہوئی آتش افسردہ: بجھی ہوئی آگ باز افروختم: میں نے پھر جلائی/روشن کی دادہ اند: انہوں نے یعنی قضا وقدر نے دی ہے سطوت: دبدبہ، وقار بکاہے: ایک تنکے کو گردوں مسیر: آسمان پر چلنے والا/والی، مراد بلند، عظیم ساحل ناپذیر: جو کنارے کو قبول نہ کرے، یعنی بیکراں درخشی: تو چمکے۔

MAAB 1431
maablib.org

مزید کتابیں

زندہ رود	ڈاکٹر جاوید اقبال
اپنا گریبان چاک (خودنوشت سوانح حیات)	ڈاکٹر جاوید اقبال
اقبال فراموشی	پروفیسر فتح محمد ملک
اقبال کا فکری نظام اور تصورِ پاکستان	پروفیسر فتح محمد ملک
اقبال افغان اور افغانستان (اردو، فارسی، پشتو اور انگریزی)	ترتیب و تالیف: محمد اکرام چغتائی
مفکر پاکستان	محمد حنیف شاہد
کلیات اقبال	علامہ محمد اقبال
بانگ درا (اعلیٰ ایڈیشن)	علامہ محمد اقبال
شکوہ جواب شکوہ	علامہ محمد اقبال
علم الاقتصاد	علامہ محمد اقبال
اقبال شناسی اور آغا صادق	ترتیب: ڈاکٹر نوید حسن
علامہ اقبال کی سیاسی زندگی	محمد سلیم
اقبال ___ نئی تفہیم	ڈاکٹر صدیق جاوید
اقبال: شخصیت، افکار و تصورات: مطالعہ کا نیا تناظر	ڈاکٹر سلیم اختر
علامہ اقبال ۔ حیات، فکر، فن	ڈاکٹر سلیم اختر
اقبال اور ہمارے فکری رویے	ڈاکٹر سلیم اختر
فکرِ اقبال کا تعارف	ڈاکٹر سلیم اختر
فکر اسلامی کی تشکیل نو	پروفیسر محمد عثمان
اقبال کے آخری دو سال	عاشق حسین بٹالوی
ولی سے اقبال تک	ڈاکٹر سید عبداللہ
اعجازِ اقبال	ڈاکٹر سید عبداللہ

شرح اقبال

اُردو

1) بانگِ درا
2) بالِ جبریل
3) ضربِ کلیم
4) ارمغانِ حجاز (فارسی - اُردو)
5) اسرار و رموز
6) پیامِ مشرق
7) جاوید نامہ
8) زبورِ عجم
9) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق! مسافر

The Reconstruction of Religious Thought in Islam	Allama Muhammad Iqbal
The Development of Metaphysics in Persia	Allama Muhammad Iqbal
Iqbal and Tagore: New Avenues for their Comparative study	M. Ikram Chaghatai
Iqbal: New Dimensions	Ed. by M. Ikram Chaghatai
Iqbal Afghan and Afghanistan (English, Urdu, Persian, Pashto)	// //
Iqbal: The Spiritual Father of Pakistan	Rashida Malik
Iqbal: The Great Poet of Islam	Sh. Abdul Qadir
A Voice from the East (The Poetry of Iqbal)	Zulfiqar Ali Khan

Rs. 180.00

www.sang-e-meel.com
ISBN 969-35-1598-6
9 799693 515984